

تذکرہ

3893

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

مرتبہ:

حضرت صاحبزادہ میان حلیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی سجادہ نشین آستانہ عالیہ شرقپور شریف

بحسن سعی:

صاحبزادہ میان حلیل احمد شرقپوری ایم اے معاشیات

3893

انجمن عرب الرسول و اہل البیتین حضرت میان صاحبزادہ رحمۃ اللہ علیہ
شرق پور شریف ضلع شیخوپورہ، پاکستان



تذکرہ

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

مرتبہ:

حضرت میان جلیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی سجادہ نشین آستانہ عالیہ شرقپور شریف

بحسن سعی:

صاحبزادہ میان جلیل احمد شرقپوری ایم اے معاشیات

انجمن حزب الرسول و ارا مبلغین حضرت میان صاحب رحمۃ اللہ علیہ
شرق پور شریف ضلع شیخوپورہ، پاکستان

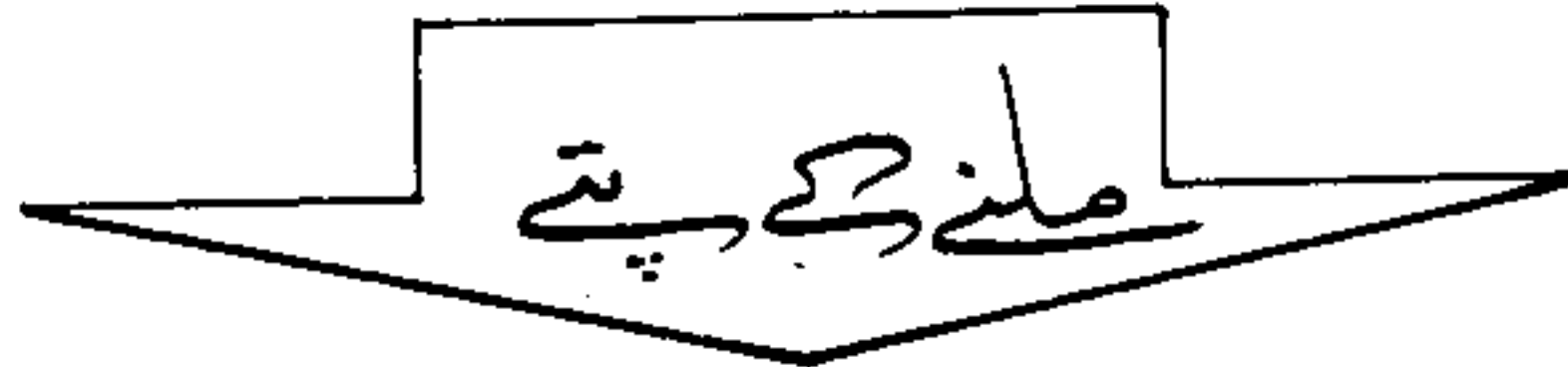
نشر و اشاعت

بیاد: میاں عزیز الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ
والد ماجد
شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت ثانی میاں غلام اللہ شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

87/47

عزیز الدین کے ہیں دونوں بیٹے
غلام اللہ میاں شیر محمد

نام کتاب: تذکرہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ
مرتب: حضرت صاحبزادہ میاں جلیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی
سجادہ نشین آستانہ عالیہ شرقپور شریف
نقصوی معاون: پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی، سابق چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ
پنجاب یونیورسٹی لاہور و جامعہ اسلامیہ بہاولپور
بمخمس سی: صاحبزادہ میاں جلیل احمد شرقپوری (ایم اے معاشیات)
تقسیم کنندگان: صاحبزادہ میاں خلیل احمد شرقپوری صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری
اشاعت: جون ۱۹۹۲ء صاحبزادہ میاں جلیل احمد شرقپوری (ایم اے معاشیات)
پرنٹر: آر۔ زیڈ پبلیکیشنز ۲ کورٹ سٹریٹ ۲۶ لوئر مال لاہور



- جامع مسجد شیر ربانی ————— اکبر روڈ، مدینہ چوک دسٹن پورہ لاہور
- جامع مسجد قادریہ شیر ربانی ————— ۲۱، ایچ ٹیکم نیو مینگ سمن آباد، لاہور
- جامع مسجد شیر ربانی ————— مکی سٹریٹ راجہ کالونی بالمقابل رضا آباد ہیس لائن فیصل آباد

ترتیب

نمبر شمار	مضمون	مصنف	صفحہ
۱-	مذکورہ حضرت امام اعظم کی نئی طباعت		۵
	گفتنی		۷
۲-	پیش لفظ		۹
۳-	سراج الدّمہ امام اعظم ابو حنیفہ نعمان رضی	ابوالحسن محمد محبوب الہی رضوی	۱۳
۴-	حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رضی	سید ثرانت نوشاہی	۵۷
۵-	حضرت امام اعظم رضی اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم	غلام مصطفیٰ مصطفوی	۷۴
۶-	حضرت امام اعظم اور اہل بیت	پیر محمد کرم شاہ ایم۔ اے	۸۲
۷-	سیدنا امام اعظم کے عہدہ قضا سے انکار		
	اور آپ کی شہادت کے اسباب کا مختصر جائزہ	سید محمد فاروق قادری ایم۔ اے	۹۱
۸-	امام اعظم ابو حنیفہ کا قبول منصب قضا سے انکار	پروفیسر فیاض کاش ایم اے گورنمنٹ کالج میرپور	۹۶
۹-	علم حدیث میں امام اعظم کی خدمات	غلام غلام رسول سیدی صدر مدرس جامعہ نعیمیہ لاہور	۱۱۶
۱۰-	امام اعظم اور آئمہ مجتہدین	مولانا عبدالحکیم شرف قادری	۱۳۷
۱۱-	امام فقہ و طریقت	مخدوم علی جویری داماد گنج بخش	۱۵۰
۱۲-	فقہ حنفی اکبر اعظم اور کبریتِ احمدیہ	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۱۵۲
۱۳-	فقہ حنفی کا اجمالی تعارف	ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی	۱۵۲
۱۴-	فقہ حنفی پر تشریقین کے اعتراضات کا تنقیدی جائزہ	قاضی ظہور احمد اختر ایم۔ اے	۱۹۲
۱۵-	الفقہ الاکبر	پروفیسر اختر اہی ایم۔ اے	۱۹۷

نمبر شمار	مضمون	مصنف	صفحہ
۱۶ -	حضرت امام ابو حنیفہ کی فطانت و فراست	مولانا شاہ محمد چشتی سیالوی	۲۰۲
۱۷ -	حضرت امام شافعیؒ کا حضرت امام عظیمؒ سے توسل	جناب حکیم سید امین الدین احمد	۲۰۸
۱۸ -	امام عظیمؒ مکتوبات مجدد الف ثانیؒ کی روشنی میں	محمد صادق قصوری	۲۱۱
۱۹ -	حضرت سیدنا امام عظیمؒ کے تلامذہ	مولانا محمد منشا تالش قصوری	۲۱۶
۲۰ -	حضرت سیدنا امام عظیمؒ کے عقائد	بشیر حسین ناظم ایم۔ اے	۲۳۳
۲۱ -	برہنہ پیر پاک و ہند میں حضرت سیدنا امام عظیمؒ کی اولاد امجاد	میاء محمد دین کلیم	۲۴۰
۲۲ -	یوسف بن خالد سمتی کو امام عظیمؒ ابو حنیفہؒ کی وصیت	امام عظیمؒ ابو حنیفہؒ	۲۴۹
۲۳ -	فضائل حضرت امام عظیمؒ ابو حنیفہؒ	(ترجمہ مولانا شاہ محمد چشتی سیالوی)	۲۵۲

حصہ نظم

۲۴	امام مسلمین ابو حنیفہؒ	حضرت عبداللہ بن مبارکؒ	۲۶۰
۲۵	خراج عقیدت بحضور سیدنا امام ابو حنیفہؒ	شیخ فرید الدین عطارؒ	۲۶۲
۲۶	بیاد گاہ امام الائمہ کاشف القمہ	حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی	۲۶۳
۲۷	منقبت	حفیظ نائب	۲۶۴
۲۸	بیاد گاہ امام عظیمؒ	حفیظ نائب	۲۶۵
۲۹	عقیدت کے پھول	ابوالطاهر فدا حسین فدا	۲۶۶
۳۰	منقبت امام عظیمؒ	مولانا اختر شاہ پھولپوری مظہر	۲۶۷
۳۱	منقبت	(رسالہ فیضان سے)	۲۶۸
۳۲	توانہ نوح ولادت و وصال	جناب مفتی غلام سرور لاہوری مرحوم و معذور	۲۶۹
۳۳	کتابیات		۲۸۳

تذکرہ حضرت امام اعظم کی نئی طباعت

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق امام ربانی محبّد
الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فقہ کے بانی
حضرت ابو حنیفہ امام اعظم رضی اللہ عنہ ہیں اور تمام امام فقہ میں ان کے عیال ہیں۔
ناچیز نے نور اسلام کا امام اعظم نمبر نکالا تو اس کو علمی حلقوں میں مقبولیت
ہوئی۔ اس کے دو ایڈیشن تذکرہ حضرت امام اعظم کے نام سے
پروفیسر غلام رسول صاحب نے پروگریسو مجس ۴۰، بی اردو بازار لاہور سے
شائع کیے اور ایک ایڈیشن سرہند پبلیکیشنز نے کراچی سے شائع کیا۔
عالم اسلام میں ستر فیصد سے زائد مسلمان حضرت امام اعظم ابو حنیفہ
رضی اللہ عنہ کے مقلد ہیں۔ ناچیز یہ تذکرہ علم دوست حضرات اور
مدارس اسلامیہ میں مفت تقسیم کرنے کے لیے چھپوا رہا ہے۔
تاکہ مدارس اسلامیہ کے طلبہ اور وہ حضرات جو خرمینے کی استطاعت
نہیں رکھتے وہ مستفیض ہو سکیں بندہ اُن حضرات سے صرف دُعا
کا طالب ہے۔

خاکِ پائے شیرِ ربانی
دگلے آستانہ لاثانی
صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقی پوری

دیباچہ طبع ثانی

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں آج مسلمانان عالم میں سے دو تہائی سے بھی زیادہ فرزندانِ توحید آپ کے فقہی مسک سے وابستہ ہیں آپ نے فقہ اسلامی اور اسلامی قانون کی تدوین میں جو عظیم خدمات انجام دیں ہیں وہ کسی بھی مسلمان سے مخفی اور پوشیدہ نہیں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر عربی زبان میں بے شمار کتابیں تصنیف کی گئیں جن میں آپ کو خراج تحسین پیش کیا گیا، لیکن برصغیر پاک و ہند میں آپ کے اس علمی اور ملی مقام کے باوجود بہت کم لکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل عظیم سے اس ناچیز کو یہ توفیق بخشی کہ نور اسلام کا امام اعظم نمبر نکالا جس میں پاکستان کے علماء اور دانشور حضرات نے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی پر بیش قیمت اور تحقیقی مقالات تحریر فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے میری اس کاوش کو وہ مقبولیت عطا فرمائی کہ پاکستان کے اطراف و اکناف سے لوگوں نے اسے پسند کیا اور ہاتھوں ہاتھ لیا۔

چونکہ پاکستان میں بفضلہ تعالیٰ نظامِ مصطفیٰ اور اسلامی قانون کے نفاذ کی طرف پیش رفت جاری ہے۔ اسے ملحوظ رکھتے ہوئے، حضرات کے پر زور اصرار پر اب اس کو کتابی صورت میں شائع کیا جا رہا ہے۔ میں اس کتاب کی اشاعت کو سرمایہ سعادت تصور کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے حضور طبعی ہوں کہ وہ میری اس حقیر کوشش کو شرف قبول عطا فرمائے اور اس کی تصنیف اور اشاعت میں جن حضرات نے حصہ لیا ہے۔ انہیں خیر و برکت عطا فرمائے۔

میں جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری، جناب ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی، جناب محمد اشرف قدسی جناب صفوی غلام سرور کا بے حد ممنون ہوں کہ انہوں نے اس سلسلے میں اپنے بیش قیمت مشوروں سے نوازا اور پروگرامس کے پروپرائیٹر جناب چوہدری غلام رسول بھی میرے خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے اس کتاب کی طباعت کا اہتمام فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے انہیں دینی و دنیاوی سعادتوں سے نوازے۔

خاکپائے شیر بانی دگدائے آستانہ لاثانی
میاں جمیل احمد شرقی پوری

گفتنی

الحمد للہ کہ رب کریم نے مجھے ماہنامہ ”نور اسلام“ شہر قیوہ شریف ۱۹۵۵ء میں جاری کرنے کی توفیق بخشی، حضرت ثانی لاثانی میاں غلام اللہ رحمۃ اللہ علیہ برادر اصغر و جانشین شیربانی حضرت میاں شیر محمد شہر قیوہ رحمۃ اللہ علیہ نے کمال شفقت سے سرپرستی فرمائی شیربانی حضرت میاں شیر محمد شہر قیوہ رحمۃ اللہ علیہ کا حلقہ امدت بہت وسیع ہے مگر اس حلقے کی طرف سے خاطر خواہ تعاون حاصل نہ ہوا، اس کے باوجود ”نور اسلام“ حضرت ثانی لاثانی میاں غلام اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ کرم سے ہزاروں روپے کے خسارے کے باوجود فرائض تبلیغ بخوبی سرانجام دیتا رہا چونکہ نور اسلام کے مالی وسائل مضبوط نہ تھے اس لئے اس کا باقاعدہ عملہ نہ رکھا جاسکا۔ حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے سے لیکر اب تک ناچیز نے مدیر سے لے کر فشتی تک کے فرائض سرانجام دیئے، یہ مٹھن جذبہ تبلیغ اسلام ہے جو مجھے کشائی کشاں منزل مقصود کی طرف لے جا رہا ہے۔

، ربیع الثانی ، ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۹۵۶ء حضرت ثانی لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا، حالات نے پٹا کھایا طرح طرح کے مصائب و آلام کا دور شروع ہو گیا مرشد کمال حضرت ثانی لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ کرم کا فیض تھا کہ ناچیز کے پائے استقلال میں ذرہ بھر بھی جنبش نہ آئی، خادم نے حضرت ثانی لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار ”نور اسلام“ کو جاری رکھا اور اور اب تک مالی خسارے کی تجارت جاری ہے۔ نامساعد حالات میں یہ پاکیزہ مشن جاری تھا کہ اچانک ایک نئے امتحان کا دور شروع ہوا، ۱۰ فروری ۱۹۷۵ء محرم الحرام کو یکا یک رات کو میرے محنت جگر میاں غلام نقشبند کو پچیش اور قے کا عارضہ ہوا اور وہ بچھرا سال ذمتہ داغ مفارقت دے گیا، ۱۱ فروری ۱۹۷۵ء کو اُسے آستانہ عالیہ شیربانی رحمۃ اللہ علیہ میں سپرد خاک کر دیا گیا اس صدمہ جانکاہ کا میرے فرزند اکبر صاحبہ ان میاں خلیل احمد شہر قیوہ پر بہت اثر ہوا اور وہ علیل ہو گئے جواب تک مسلسل علیل ہیں اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ دعا جلد عطا فرمائے۔ امین۔ اندر بن حالات نور اسلام کی اشاعت اور دیگر تبلیغی امور میں تسلسل نہ رہ سکا جس میں قارئین کا سکودہ بچا ہے باوجود ان مشکلات و امتحانات ضخیم اور عظیم امام اعظم نمبر حاضر ہے آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ یہ کتنی محنت سے مرتب کیا گیا ہے اس کی ترتیب و تدوین کے سلسلے میں جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری، پروفیسر بشیر احمد صدیقی ایم۔ اے۔ پی ایچ ڈی مولانا محمد نشا تالبش ضروری اور محی بشیر حسین ناظم ایم۔ اے نے پر خلوص تعاون کیا، میں ان حضرات کا سپاس گزار ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو شاد و بامرور رکھے امین۔ اس خاص شمارے کے ۲۸۰ صفحات ہیں اور قیمت ۱۳ روپے۔ ”نور اسلام“ کا

زیر سالانہ ۱۶ روپے ہے۔ مستقل خریداروں کو یہ نمبر زیر سالانہ میں ہی پیش کیا جا رہا ہے چونکہ یہ نمبر ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے اس لئے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ اس کی کچھ کاپیوں کی عمدہ جلد کرائی جائے جلد کی قیمت ۱۶ روپے ہوگی، نئے خریدار جلد نمبر حاصل کرنا چاہیں، تو وہ ہمیں روپے زیر سالانہ بذریعہ منی آرڈر روانہ کریں یہ نمبر رجسٹرڈ ڈاک سے ارسال کیا جا رہا ہے لہذا اس کے مصارف بھی خریداروں کو برداشت کرنا پڑیں گے ایک پرچہ پر ایک روپیہ صرف ہوتا ہے۔

مجدد الف ثانی نمبر | شیر ربانی نمبر امام اعظم نمبر اور اولیائے نقشبند نمبر کے عظیم نمبروں کی اشاعت کے بعد ماہنامہ نور اسلام شریقیہ شریف کا مجدد الف ثانی نمبر نہایت شاندار طریق پر منصفہ شہود پر جلوہ گر ہوگا قلم کار حضرات سے درخواست ہے کہ مجدد الف ثانی نمبر کیلئے قلمی تعاون فرمائیں۔ اس نمبر کی ابتدائی تیاری کے مراحل طے ہو چکے ہیں۔

مثنوی سلیم آستانہ عالیہ شیر ربانی سے التماس | اگر آپ چاہتے ہیں کہ نور اسلام کی یہ شمع روشن رہے اور تبلیغ کا سلسلہ جاری رہے تو زیادہ سے زیادہ تعداد میں خریداریں اور بنائیں اور ہر قسم کا دست تعاون بڑھائیں۔

دار المبلغین حضرت میاں صاحب | دار المبلغین حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک عرصہ سے علوم اسلامیہ کی تدریس اور دین اسلام کی تبلیغ میں مصروف ہے۔ اس نے سینکڑوں مبلغین اسلام پیدا کئے ہیں جو تبلیغ اسلام میں مصروف ہیں۔ اس دینی ادارے کے لئے آپ حضرات کا تعاون نہایت ضروری ہے۔

امدادی شفا خانہ شیر ربانی | ۱۹۷۹ء میں بہت بڑا سیلاب آیا تو شریقیہ شریف میں امدادی سیمپ شیر ربانی قائم کیا گیا جس میں سیلاب زدگان کی امداد و اعانت کے لئے آٹا، صابن اور کپڑا مفت تقسیم کیا گیا اور امدادی شفا خانہ شیر ربانی سے تقریباً ۲۰ ہزار افراد نے مفت علاج کروایا۔ اور ۱۹۷۵ء کے حالیہ ہلاکت خیز سیلاب میں بلا معاوضہ علاج معالجہ کیا گیا، اس شفا خانے کو اب مستقل طور پر قائم کر دیا گیا ہے۔

خاکپائے شیر ربانی و گدائے آستانہ لا ثانی
صاحبزادہ میاں جمیل احمد شریقیہ

پیش لفظ

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ بن ثابتؓ کو دنیا نے اسلام میں جو شہرہ آفاق حیثیت حاصل ہے، اس کا اندازہ صرف اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ آج پوری دنیا کے دو تہائی سے زیادہ مسلمان ان کے مسک فقہی کے پیروکار ہیں اور ممالک اسلامیہ میں جب کبھی قوانین کو اسلامی بنانے کی کوئی بھی تحریک اٹھی ہے تو اس کی نگہ انتساب کا مرکز و مرجع فقہ حنفی رہی ہے چنانچہ گیارہویں صدی ہجری (سترھویں صدی عیسوی) میں برصغیر پاک و ہند میں فتاویٰ ہندیہ، افتاویٰ عالمگیریہ کی تدوین، انیسویں صدی عیسوی میں ترکی میں مجلۃ الاحکام العدلیہ کی تدوین اور بیسویں صدی عیسوی میں مصر میں، مرشد الحیران فی معرفۃ احوال الانسان "قسم کے جتنے بھی کام سرکاری سطح پر کئے گئے ہیں اس کا منبع و محور فقہ حنفی ہی رہی ہے۔ حکومت لبنان نے بھی ۱۹۴۲ء میں قسسی عدالتوں کا دستور العمل حکومت عثمانیہ کا نمیل قانون اور مذہب امام ابوحنیفہ کی قابل ترجیح آراء کو قرار دیا۔ چنانچہ اس بیان میں قطعاً کوئی مبالغہ اور تعصب نہیں کہ قانون کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لئے ممالک اسلامیہ میں بیداری کی جو عام لہر دوڑ گئی ہے، اور مسلمانان عالم، اسلام کی صداقت، حقانیت اور نوبت کو عالمی سطح پر پیش کرنے اور قوانین کو کتاب و سنت کی روشنی میں اسلامی بنانے کی جو مساعی جمیلہ انجام دے رہے ہیں فقہ حنفی اس کام میں اپنی گونا گوں خصوصیات کی بنا پر ایک فعال اور موثر کردار ادا کر سکتی ہے۔

تاریخ کے اوراق اس امر پر شاہد ہیں کہ فقہ حنفی کو اس کی نمایاں خصوصیات کی بنا پر عدیم الزمیر عالمی فروغ حاصل ہوا، چنانچہ بقول پروفیسر البوزہرقہ حنفی فقہ شرق و غرب میں پونجی، مختلف دیار و قالیم میں اس کو سند قبولیت عطا ہوئی قضاء و افتاء نے اسے آزمایا اور زمانہ ہائے دراز تک یہ صیقل ہوتی رہی، عباسی خلافت کے دوران بغداد کے عروس البلاد میں برسوں اس کا سکھ چلا۔ جب عثمانی ترک خلافت کی عبا زب تن کر کے مسند خلافت کی زینت بنے تو حنفی فقہ کو سرکاری مذہب کی حیثیت حاصل ہوئی کیونکہ ترک حنفی مذہب رکھتے تھے پس عراق، مصر، شام اور

دیگر ممالک میں بس اسی کا سکہ چلنے لگا۔ بڑھتے بڑھتے ہندوستانی مسلمانوں کا مذہب قرار پائی پھر وہاں سے گزر کر چینی مسلمانوں تک پہنچی۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کہ امام اعظمؒ کی گرامی شخصیت اور ملت اسلامیہ کے لئے ان کی عظیم اور گرانقدر خدمات پر ان کے مناقب میں متعدد عظیم اور ضخیم کتب تحریر میں لائی گئی ہیں، لیکن یہ امر اپنی جگہ بے حد افسوسناک ہے، کہ اس برصغیر پاک و ہند میں زوال و انحطاط کے زمانے میں جہاں مسلمان اپنے بہت بڑے علمی ورثے سے یکسر غافل رہے انہیں ملت اسلامیہ کے نامور آئمہ کرام کی گرامی شخصیتوں سے تعارف تک حاصل نہیں رہا چنانچہ گنتی کے چند اہل علم و فضل حضرات کو متشقی قرار دیتے ہوئے عوامی حلقوں میں بہت کم لوگ ہیں جو اپنے عظیم محسن، امام اعظمؒ کی شخصیت و کردار آپ کے علمی مقام، آپ کی ذہانت و فطانت آپ کی فقہی بصیرت، آپ کے اجتہاد کے طریق کار اور آپ کے ارشد تلامذہ سے کما حقہ تعارف رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل عظیم سے یہ سعادت حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب مدظلہ العالی کو عطا فرمائی کہ انہوں نے اس اشد ضرورت کو محسوس کیا اور ۲۰ سال سے اشاعت پذیر اپنے ماہنامہ نور اسلام کا امام اعظمؒ نمبر نکالنے کا اہتمام فرمایا تاکہ ملت اسلامیہ کے عظیم محسن اور فقہ اسلامی کے تاجدار امام اعظمؒ ابو حنیفہؒ کے حضور ہدیہ عقیدت پیش کیا جائے جس نے اطراف و اکناف عالم میں علم و عرفان کی وہ شمع روشن کی جس نے فقہ اسلامی کے لاکھوں گوشے نور کر دیئے اور مسلمان سلاطین نے اس سے دستوری و آئینی رہنمائی حاصل کی۔

- اس پیش کش میں امام اعظمؒ کے بلند پایہ سوانحی جرقے بھی ہیں جو آپ کے فضائل و کمالات پر مشتمل ہیں۔
- فہر موجودات رسالتا صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کے اہلبیت سے آپ کی وابستگی اور شفیقتی پر ایمان افروز مضامین بھی ہیں جو آپ کے جذبہ عشق رسول اور اہل بیت، کے لئے آپ کے بے پناہ احترام کی عکاسی کرتے ہیں۔
- عصری سیاسی پس منظر پر مشتمل مقالات بھی ہیں جس میں آپ کی اولوالعزمی، حق گوئی و مہربانی اور عظمت کو اور زیادہ نکھار کر پیش کیا گیا ہے۔

- علوم دینیہ بالخصوص حدیث و فقہ میں آپ کی گرانقدر خدمات پر بصیرت افروز تذکرے بھی ہیں، آپ کی ذہانت و فراست اور فطانت کے چند نمونے بھی پیش کئے گئے ہیں۔

- اس کے ساتھ ہی ساتھ فقہ حنفی کا اجمالی تعارف بھی پیش کیا گیا ہے جس میں فقہ حنفی کے خصائص، اصول، طریق کار

اور اس کے عالمی فروغ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

- فقہ حنفی پر مستشرقین کے اعتراضات کا تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔
- الفقہ الاکبر کے بارے میں ایک عام غلط فہمی کا ازالہ کیا گیا ہے۔
- حضرت امام شافعیؒ کی حضرت امام اعظمؒ سے عقیدت کا ذکر جمیل کیا گیا ہے۔
- آپ کے ارشد تلامذہ کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔
- آپ کے عقائد حقہ سے روشناس کرایا گیا ہے۔
- برصغیر پاک و ہند میں آپ کی اولاد امجد کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔
- اہل علم و فضل اور ان باذوق حضرات کے لئے جو آپ کی حیات طیبہ کے مختلف منور گوشوں سے بدرجہ کمال مستفیض ہونا چاہتے ہیں۔ مختلف زبانوں میں آپ پر لکھی گئی کتابوں آپ کی زندگی کے ناخذ کی نشاندہی کر دی گئی ہے۔

• اس کے علاوہ بعض اکابر مثلاً حضرت عبداللہ بن مبارکؒ حضرت داتا گنج بخشؒ شیخ فرید الدین عطارؒ امام ربانی مجدد الف ثانیؒ اور ولی اللہ محدث دہلویؒ نے امام اعظمؒ کے حضور جو خراج عقیدت پیش کیا ہے اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

پاکستان کے نامور شعراء کا ہدیہ عقیدت بھی اس نمبر کی زینت ہے۔

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ امام اعظم نمبر اس برصغیر پاک و ہند میں اپنی نوعیت کی اولین چمکیش ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحمت سے اسے ثمرات قبول بخشے۔ جب کسی نیک کام کا آغاز کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں خیر و برکت عطا فرماتا ہے۔ الحمد للہ کہ اہل قلم حضرات نے بھرپور تعاون فرمایا اور بڑی سعی و کاوش سے کام لے کر محققانہ بصیرت افزا اور پر مغز مقالات سیر و قلم کئے۔ ادارہ ان حضرات کا نہ دل سے ممنون ہے۔

(ادارہ)

نعت بجنور حبیب العالمین علیہ السلام

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
 مرادل بھی چمکارتے چمکانے والے
 برستا نہیں دیکھ کر ابرارِ رحمت
 بدوں پر بھی برساتے برسانے والے
 مدینے کے خطے حُدا تھب کور کٹھے،
 غریبوں فقیسروں کے ٹھہرانے والے
 تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
 مرے چشمِ عالم سے چھپ جانے والے
 میں مجرم ہوں آتا مجھے ساتھ لے لیا
 کہ رستے میں ہیں جابجا اٹھانے والے
 ترا کھسائیں تیرے غلاموں سے ابھیں
 ہیں منکر عجب کھانے غرانے والے
 رشتا نفس دشمن ہے دم میرے نہ آنا،
 کہاں تم نے دیکھے ہیں چند رانے والے

اعلیٰ حضرت ماضی بریلوی جناب رضا قدس سرہ

شامل ہیں۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تصنیف العیض العیض میں حضرت ابو مشر رحمۃ اللہ علیہ کی تابعت کے حوالے سے کئی حدیث لکھی ہیں جو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے اخذ کیں، اس طرح آپ تابعی ہیں۔ مورخ محمد بن اسحق بن ندیم فرماتے ہیں:

وكان من التابعين لقي عدة من الصحابة ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تابعین میں سے ہیں کیونکہ انہوں

وكان من السور عين الناهدين۔ نے کئی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے ملاقات کی ہے

(الفہرست جلد اول) اور متورعین و زائدین میں شمار ہوتے ہیں۔

ذریعہ معاش

حضرت امام رضی اللہ عنہ کا خاندانی پیشہ تجارت خصوصاً کاروبار پارچہ از قسم خز (مرکبیشم و سوت) تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کاروبار میں ان کو اتنا وسیع و بابرکت رزق دیا تھا کہ آپ کا خاندان امرار و دوسار میں شمار ہوتا تھا۔ آپ کے تجارتی کارندے نزدیک در مختلف علاقوں میں کام کرتے تھے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو فکر معیشت سے بے نیاز کر رکھا تھا۔

آپ کا مولد و مسکن خلافت راشدہ میں علوم و فنون اسلامیہ کا مرکز رہا | امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ

خلافت میں ایران فتح ہونے پر آپ کے حکم پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس شہر کی بنا ڈالی بروایت حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ (متوفی ۳۱ھ) ایک ہزار پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن میں اصحاب الشجرہ و اصحاب بدر شامل تھے وہاں پر تشریف لاکر مستقل طور پر اقامت گزریں ہو گئے (کتاب الکئی والاسماء) اور بقول امام احمد بن عبد اللہ علی رحمۃ اللہ علیہ ۱۰ ہجری ہزار صحابہ کرام وہاں ہائش رکھتے تھے (شرح نقایہ ملا علی قاری، فتح القدیر ابن ہمام) صحابہ کرام کی اس کثرت کے باعث یہ شہر ایک علمی مرکز کی حیثیت حاصل کر گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وقتاً فوقتاً جن معزز ترین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو انتظامی امور کے سلسلے میں وہاں متعین کیا۔ انہوں نے اشاعت دین کی بھی زیادہ سے زیادہ خدمات انجام دیں۔ ان میں مرفہرست حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت عذیبہ بن بیان، حضرت عمار بن یاسر، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہم ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا علم تو اتنا پھیلا کہ ہر بعد میں آنے والے اس کا اعتراف کیا حتیٰ کہ حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ جب کوفہ تشریف لائے تو فرمایا: لقد ترك ابن ام عبد یعینی عبد اللہ بن مسعود، حضرت عبد اللہ بن مسعود کے اصحاب ہولاء سرسج الکوفہ "کوفہ کے چلغ ہیں۔ (طبقات ابن سعد، مناقب موفقی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فتنے والوں کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ وہ "اللہ کا نیزہ، ایمان کا خزانہ اور عرب کے سردار ہیں" حضرت علی رضی اللہ عنہ جب اپنے زمانہ خلافت میں کوفہ میں اقامت گزریں تھے۔ وہ امن کا زمانہ نہ تھا اس لئے آپ کے وقت معلوم کی اتنی توسیع نہ ہو سکی اس کے باوجود آپ کے علوم سے یقیناً کوفہ والے فیضیاب ہوئے۔ ان کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت آیا تو انہوں نے حضرت مغیرہ بن شعبہ جو بر بن عبد اللہ کو وہاں بھیجا تو انہوں نے بھی علمی مجالس قائم رکھیں۔ ان کے بعد اجل تابعین حضرات

ملقہ، مسروق، اسود، شعبی، نعیمی، حکیم بن غنیمہ، حماد، ابواسحاق، اہلبیت، اہل بیت رضی اللہ عنہم جیسے بزرگوں نے صحابہ کرام کی جلالتی ہوئی علمی شمعوں کو روشن رکھنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ ان میں متعدد ایسے بزرگ تھے جنہوں نے مدینہ منورہ جا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے علوم حاصل کئے۔ غرضیکہ حضرت امام ابو حنیفہ نعمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کوثر علوم اسلامیہ کا گہوارہ تھا۔ حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے علوم کا مخزن، جہاں سے لوگ فیضیاب ہو رہے تھے اور گھر گھر حدیث و روایت کی درس گاہ تھا۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وہی دار الفضل و محل الفضلاء (شرح مسلم) "کوفہ فضیلت کا گھر اور فضلاء کا دار الاقامت ہے" امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں معدن العلم والفقہ (مناقب موفقی) "کوفہ علم و فقہ کا معدن ہے" شیخ الاسلام امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : خذوا الحلال والحرام عن اهل الكوفة معجم البلدان، یا قوت حموی "حلال و حرام کے مسائل اہل کوفہ سے سیکھو" ومن اراد الفقہ فالکوفہ (مناقب مدد الائمہ) جو فقہ ماحصل کرنا چاہے تو کوفہ سے کرے۔

امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنے لڑکے کو فرماتے ہیں :

یرحل و یکتب من الکوفیین والبصریین
واهل المدینة ومكة - (تذریع الی لیلۃ النبیث)

سفر اختیار کرنا چاہئے، کوفیوں، بصریوں اور اہل مدینہ
د اہل مکہ سے علم سیکھنا چاہئے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

لا احصى كم دخلت الى الكوفة وبغداد مع
المحدثين۔ (بدی الساری مقدمہ فتح الباری)

میں حصول حدیث کے لئے محدثین کے ہمراہ کوفہ و بغداد
متعدد بار گیا جن کی گفتی یاد نہیں۔

حضرت محمد بن سیرین علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :-

قدمت الكوفتوبها اربعتالاف يطلبون الحديث (تدريج الراوى)

میں جب کوفہ پہنچا تو وہاں چار ہزار طلباء حدیث موجود تھے۔

محدث بغداد عفا بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے چار ماہ کوفہ میں قیام فرمایا اور احادیث کا ذخیرہ حاصل کرنے کے بعد فرمایا :

لو اردنا ان نكتب مائة الف حديث لكتبنا
فما كتبنا الا قد خمسين الف حديث
(شرح الفقيه علائی و تقدیر نصب الملائک)

اگر ہم چاہتے تو ایک لاکھ سے بھی زیادہ احادیث لکھ سکتے
تھے مگر ہم نے (احتیاطاً) صرف پچاس ہزار حدیثیں
لکھیں۔

امام ابو بکر عبداللہ بن ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں کوفہ میں گیا اور ایک مختصر وقت میں ۱

حتی کتبت ثلاثین الف حدیث میں نے تیس ہزار حدیثیں لکھ لیں۔

(تذکرۃ الحفاظ، تاجیک بغداد، طبقات سبکی)

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے تذکرۃ الحفاظ جلد اول میں کوفہ میں ستائیس مہینے کرام کے نام مع تاریخ وفات وغیرہ درج کئے جب کہ

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے مستقل عنوان قائم کئے۔

اس مختصر سے معلوم ہو جاتا ہے کہ کوفہ علمی لحاظ سے اس وقت کتنا بلند پایہ رکھتا تھا۔

آپ سے متعلق حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتیں | حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا امام ابو حنیفہ

رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس حدیث میں بشارت دی ہے جسے بنو نعیم نے حلیہ میں بروایت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نقل فرمایا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

لو کان العلم عند الثریا لتناولہ رجل من

ابناء فارس (طبری) اگر علم ثریا میں بھی پہنچ جائے تو فارس کے جوان مردوں میں سے ایک اس تک پہنچ جائے گا۔

اور شیرازی "الانقلاب" میں قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

لو کان العلم معلقا بالثریا لتناولہ

قوم من ابناء فارس۔ اگر علم ثریا پر لٹکا جائے تو مردان فارس کی قوم اس تک

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جن کے اصل الفاظ صحیح بخاری و مسلم میں یہ ہیں :

لو کان الایمان عند الثریا لتناولہ

رجال من فارس۔ اگر ایمان ثریا کے نزدیک پہنچ جائے تو مردان فارس اس تک

اور صحیح مسلم کے الفاظ یہ ہیں :

لو کان الایمان عند الثریا لذهب بہ رجل

من ابناء فارس حتی یتناولہ

اور قیس بن سعد کی حدیث بمطابق ابی بکر میں ان لفظوں سے ہے :

لو کان الایمان معلقا بالثریا لتناولہ

اگر ایمان ثریا تک پہنچ جاوے تو اہل عرب نہ پہنچ سکیں گے

العرب لنا رجال فارس البتہ مردانِ فارس اسے ضرور حاصل کر لیں گے۔

اور عجم طبرانی میں بھی بروایت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لو كان الدين معلقا بالثريا لثناؤه اگر دین ثریا میں معلق ہو جائے تو یقیناً مردانِ فارس اسے

ناس من ابناء فارس حاصل کر لیں گے۔

(تبلیغ الصغیر اردو ترجمہ از سید غلام معین الدین مرحوم ص ۱)

علامہ محمد حسین السبزی شیعہ ہونے اور قیاس و تقلید کے منکر ہونے کے باوجود لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ تو اس عظیم منقبت کے

مالک ہیں جس سے انہوں نے ثریا سے علم حاصل کیا ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اسطرح اشارہ کرتا ہے (درست البیب)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں بسلسلہ حدیث مذکور لو كان العلم عند الثريا:

”مذکرہ کریم فقیر گفت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ درین حکم داخل است کہ خدائے تعالیٰ علم فقہ را بر دست دے شائع

ساخت و جمع از اہل اسلام را با آن فقہ مہذب گردانیدہ خصوصاً در عصر متاخر کہ دولت ہمیں مذہب است و بس در

جميع بلدان و جميع اقایم بادشاہان حنفی اند قضاة و اکثر مدرساں و اکثر علما حنفی“ (کلمات طیبات)

نواب مدنی حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں:

”صواب است کہ ہم امام (ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ) داخل است و ہم مجدد محدثین فرس باشارة النفس“

(آفات النبلاء)

خطیب اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ ہشام بن مہران نے فرمایا کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو کرید رہے ہیں تو انہوں نے محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس قاصد بھیج کر تعبیر حاصل

کی تو انہوں نے فرمایا یہ خواب دیکھنے والا علوم اسلامیہ کی نشر و اشاعت کرے گا جیسی کہ پیشتر از یہ کسی نے نہیں کی! ہشام رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے نظر و فکر کے بعد اس میں لب کشائی کی۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۲، الخیرات الحسان، تذکرہ جلد ۳، مقام ابوحنیفہ ص ۱۵۴)

امام کردری اور امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس خواب میں یہ اضافہ کیا ہے:

”گویا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو کرید کران کے جسد اطہر کو اپنے سینے سے لگا رہے ہیں۔“

(مناقب کردری، مفتاح السعاده، الخیرات الحسان)

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اپنے مذہب کی طرف لوگوں کو دعوت دینے میں اشارہ نبویہ کے بعد

مشغول ہوئے جو ان کو خواب میں ہوا۔ (المیلات المحسان)

حصولِ علم | حضرت امام رضی اللہ عنہ تاجرِ پیشہ ہوتے ہوئے بھی زہد و تقویٰ کی زندگی گزارتے۔ ایک زمانہ ایسا آیا کہ آپ گوشہ نشین ہو گئے۔ حضرت امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو حصولِ علم کی ترغیب دی تو بہ تن اسی میں مشغول ہو گئے۔ چونکہ فکرِ معاش سے بے نیاز تھے لہذا بڑی دلجمعی اور اطمینانِ قلبی سے تمام علومِ مروجہ حاصل کئے۔ آپ نے مختلف علومِ اسلامیہ چار ہزار شیوخ و فقہاء سے حاصل کئے۔ قرآن و حدیث کے علم حاصل کرنے کے بعد تمام تر توجہ فقہ پر مرکوز کر دی حتیٰ کہ دنیائے اسلام میں امامِ اعظم (رضی اللہ عنہ) کے لقب سے مشہور و معروف ہو گئے۔

اساتذہ کرام | جیسا کہ اوپر ذکر ہوا آپ نے قریباً چار ہزار اساتذہ سے کتابِ فیض کیا جن میں سے مندرجہ ذیل چند مشہور معروف و یگانہ روزگار تھے۔

فقیہِ اعظم حضرت حماد بن ابی سلیمان الاشعری رحمۃ اللہ علیہ | کوفہ میں سب سے بڑی درس گاہ انہی کی تھی۔ انہوں نے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے علمِ فقہ حاصل کیا۔ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم کے حامل تھے۔ انہوں نے علقمہ و مسروق سے علوم حاصل کئے تھے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے براہِ راست استفادہ کیا تھا۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حماد سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔ (الاقوال الصمیمہ ج ۱۰، ص ۱۰۱) بہر حال یہ اپنے وقت کے بلند پایہ امام تھے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے اٹھارہ سال کے عرصہ تک نہایت التزام سے علم حاصل کیا، اسی دوران کوفہ کے دیگر علماء و فضلاء سے قرآن و حدیث کا علم حاصل کیا اور جب مکہ معظمہ و مدینہ منورہ دورانِ حج و زیارت گئے وہاں کے علماء سے بھی علوم حاصل کئے۔ آپ نے اپنے اس استاذ کے مکان کی طرف زندگی بھر تعلیم و تکریم کی خاطر پاؤں نہیں کئے۔

حضرت عطار بن ابی رباح | آپ حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فقہِ مدینہ کے مجمع البحرین تھے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے ان سے حضرت ابن عباس، عبداللہ بن عمر، ابو ہریرہ، ابوسعید، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عنہم کے علوم قرآن و حدیث حاصل کئے۔ ان کی وفات تک برابر ان کے ہاں حاضری دیتے رہے۔ حضرت عطار فرماتے ہیں کہ انہوں نے دو سو سے زائد صحابہ کرام سے کتابِ فیض کیا۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عطار بن ابی رباح سے زیادہ جامع العلوم نہیں دیکھا۔ آپ کا وصال بمرور ۸۵ سال ۵۱۱ھ کو ہوا۔ (الاقوال الصمیمہ ج ۱۰، ص ۱۰۱، علاء گروہی)

حضرت نافع مولیٰ ابن عمر | ان کے ذریعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علوم حاصل کئے۔

امام اوزاعی و مکحول شامی | مکہ کی ملاقاتوں میں ان سے سند حدیث حاصل کی۔

حضرت عکرمہ | متعدد صحابہ سے فیض یاب تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس کے خاص رشتہ گردوں میں سے تھے۔ آپ نے ان سے سند حدیث حاصل کی۔

عبداللہ بن سلیمان و سالم بن عبداللہ بن عمر | یہ فقہاء سب سے مشہور ترین بزرگ تھے جو مکہ میں تھے، آپ نے ان سے احادیث روایت کیں۔

کوفہ کے تمام محدثین سے آپ نے احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاصل کیں۔ ابوالحسن شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف کوفہ کے ترائوں معروف شیوخ حدیث کے نام آپ کے اساتذہ میں تحریر کئے ہیں ان میں خصوصاً امام شعبی، سلمہ بن کہیل، محارب بن دثار، ابواسحق سبی، عون بن عبداللہ، سماک بن حرب، سلیمان بن مہران المعروف بالاعش، عطار بن سائب، ہشام بن عبداللہ قتادہ، شعبہ، علقمہ رحمہم اللہ بڑے پایہ کے محدث اور سند روایت کے مزج عوام و خواص تھے صرف امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے قریباً پانچصد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو دیکھا تھا اور اسی طرح دیگر بزرگوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے براہ راست فیض حاصل کیا تھا۔
جمال الدین مزنی نے ۷۴ بزرگوں کے نام بقید ولایت تحریر کئے ہیں جن سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے احادیث روایت کیں

(تیسفین الضعیفہ اردو ترجمہ ص ۱۱، ۱۲، کتاب تہذیب الکمال)

علامہ ابوالموید الموفق نے مناقب امام رضی اللہ عنہ میں برتیب حروف تہجی ان شیوخ کے نام لکھے ہیں جن سے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے افہ حدیث کی ہے، ان کی تعداد ۲۳۷ ہے۔ (اقوال صحیحہ ص ۱۱۵)

دیگر کتب میں مزید شیوخ حدیث بھی ملتے ہیں جن سے آپ نے روایت حدیث کی۔

شیوخ و فقہاء | علوم نبویہ کے حاملین میں سے محدث حدیث کی روایت کرنے والے، متن حدیث اور سند و رکی درستی وغیرہ جانچنے والے اور حدیث کا درجہ متعین کرنے والے شیوخ کہلاتے ہیں جبکہ ان میں سے صحیح احادیث کی روایت کے ساتھ ساتھ کتاب و سنت کی روشنی میں مسائل کا استخراج کرنے والے فقہاء کہلاتے ہیں جو حدیث کم واسطوں سے شیوخ کے ذریعہ پہنچے وہ عالی کہلاتی ہے لیکن جو حدیث فقہاء کی وساطت سے خواہ زیادہ واسطوں سے ہو وہ شیوخ کی عالی حدیث پر فوقیت رکھتی ہے۔ امام شافعی و امام محمد علیہما رحمۃ کے استاد حضرت وکیع رحمۃ اللہ علیہ جن کا قول حدیث کے بارے میں حجت تسلیم کیا جاتا ہے فرماتے ہیں:

حدیث تداولہ الفقہاء خیر من ازبیت اولہ | جو حدیث فقہاء کے ہاں رائج ہو وہ اس سے بہتر
الشیوخ (الکفایہ، خطیب بغدادی) ہے جو شیوخ کے ذریعہ رواج پائے۔

اجتہاد، قیاس، رائے، فقہ، تقلید | اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں لیستفقہوا فی الدین (التوبہ) دین کی سمجھ حاصل کریں " فرما کر فقہ حاصل کرنے کی ترغیب دی (عاشیہ سید محمد نعیم الدین)

فقہ افضل ترین علوم ہے جبکہ کفار کے لئے بانہہ قوم لا یفقیہون (انفال) نیز یعلمکم الکتاب والحکمة (القلم) کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے " میں حکمت سے مراد مفسرین نے فقہ لی ہے۔ (عاشیہ سید محمد نعیم الدین) یوقی الحکمة من یشار و من یوقی الحکمة فقد اوقی خیرا کثیرا (القلم) اللہ حکمت دیتا ہے جسے چاہے اور جسے حکمت ملی اسے بہت بھلائی ملی " حکمت سے مراد قرآن و حدیث و فقہ کا علم ہے (بحوالہ مدارک نمازن عاشیہ سید محمد نعیم الدین) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

من یر اللہ بہ خیرا یفقیہ فی الدین
جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے
اسے دین میں فقیہ بنا دیتا ہے۔

حافظ ابن جریر سقانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے وضاحت کے ساتھ ہمارے سب لوگوں پر اور فقہ کی تمام علوم پر نفیست بیان کی گئی ہے۔ (فتح الباری)

فقہ واحد شرع علی الشیطان من الف عابد و لکل شیء اذ عماد الدین الفقہ۔
یعنی ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری
ہے۔ ہر شے کے لئے ستون ہے اور دین کا ستون
فقہ ہے۔ (بہتینی، دارقطنی)

رسال ابو حریرة لان اجلس ساعة فافقه احب الی من ات احب لیلۃ القدر۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں ایک
ساعت بیٹھ فقہ سیکھوں تو میرے نزدیک زیادہ
پسندیدہ ہے اس سے کہ میں شب قدر میں جاگتا
ہوں۔

الطریقۃ المہدیۃ فی بیان السیرۃ النبویۃ (اقوال صحیحہ ص ۳)
قال اولو العلم و الفقہ وطاعة الرسول اتباع الكتاب والسنة۔
حضرت عطار نے فرمایا کہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و
اولی الامر منکم " میں "اولی الامر" سے مراد اہل علم و فقہ
ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قرآن و
حدیث کا اتباع ہے۔

مفت عمر نے فرمایا " تفقہوا قبل ان تمسوا دوا " فقہ سیکھو قبل اس کے کہ تم سردار بنائے جاؤ۔

قال ابو عبد الله بعد ان تسود واوقد
تعال اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم
ابو عبد الله (امام بخاری) نے کہا کہ فقرہ سیکھو بعد سردار
بنائے جانتے کہ ابو عبد الله صلی اللہ علیہ وسلم نے
فی کبر سنہم۔ برہنہ میں علم سیکھا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ قسطلافی شرح معجم بخاری ابوالعباس الوہید بن ابراہیم سے لکھا :

وهو معرزة اشرة الحديث
فقہ حدیث کا شہرہ ست

وكانت الامام بنی کما جہد درودہ صاحب کتاب
رکذات قال الفقہاء رحمہم اعلیٰ سوانی الاحادیث

(صحیح ترمذی ، اقوال صحیحہ)
(محدثین کی سیرت) زیادہ جانتا اور لکھتا

تلموزناہ قاضی ابوالطیب الطبری ثنائی رحمۃ اللہ علیہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : یا قاضی تلموزناہ

قاضی صاحب عمر بھروسہ پر فخر کرتے رہتے۔ (اقوال صحیحہ ۳ بحوالہ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ)

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تاج سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات شافعیہ میں لکھا کہ :

تفقه على الحمیدی
امام بخاری نے حمیری سے فقہ حاصل کی۔ (اقوال صحیحہ ۳)

حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لئے دعا فرمائی :

اللہم فقهہ فی الدین
اے اللہ ابن عباس کو دین کا فقہ بنا دے۔ (مشکوٰۃ)

مثبت ہو محدث شیخ اسلم حضرت سلیمان بن مہران الاعش (متوفی ۱۸۷ھ) نے فرمایا :

یا معشر الفقہاء انتم اقلبارون عن الصیاد لہ
اے فقہاء کے گروہ تم طہریب میں اور ہم فیض میں۔

(ذیل الجواہر، جامع البیان، مناقب موفقی، الوہات الممان)

خلیب بندہ ہی کہتے ہیں کہ کسی نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے حلال و حرام کا مسئلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا کسی اور سے پوچھو

اس نے جب زیادہ اصرار کیا تو فرمایا :

سل عا فالت اللہ غیرنا سل الفقہار
اللہ تجھے عافیت میں رکھے کسی اور سے پوچھو، فقہار سے

ابا ثور۔ ابا ثور علیہ الرحمۃ سے پوچھو۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اس بندے کو تروتازہ رکھے جو

میری حدیث سن کر یاد رکھے اور دوسرے کو پہنچا دے کیونکہ بعض بعض پہنچانے والے علم میں صاحب فہم نہیں ہوتے اور بعض

ایسے لوگوں کو پہنچا دیتے ہیں جو ان سے زیادہ فہیم ہوتے ہیں۔ (بیہقی، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ بعض عامل حدیث (محدث) قلیل الفہم ہوتے ہیں لہذا جب وہی حدیث فہم کو پہنچتی تو وہ اس سے زیادہ مسائل استنباط کر سکیں گے یعنی فقہیاس سے زیادہ فائدہ حاصل کرے گا اور فائدہ پہنچائے گا۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں :

وبعد از قرآن و حدیث مدار اسلام برفقہ است۔ قرآن و حدیث کے بعد اسلام کا دار و مدار (قرۃ العینین) فقہ پر ہے۔

نواب صدیق حسن بھوپالی (الحدیث کے ممتاز عالم) لکھتے ہیں :

”جس شخص نے گمان کیا کہ ملکہ علمی صرف حفظ ہی سے حاصل ہوتا ہے اس نے خطا کی کیونکہ مطلوب تو دراصل

استخراج و استنباط و الفاظ و معانی کی طرف ہے۔“ (المطہ فی ذکر الصحاح)

غیر مقلد عالم مولانا محمد اسماعیل صاحب لکھتے ہیں :

”اہل سنت کے نزدیک بنیادی اصول چار ہیں، تمام دینی مسائل میں ان کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ قرآن،

سنت، اجماع امت اور قیاس ان میں اصل قرآن و سنت، اور اجماع و قیاس کا ماخذ بھی قرآن و سنت۔“

(پیش لفظ معیار الحق)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ الحنبلی لکھتے ہیں کہ :

”امام احمد حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حدیث کی معرفت اور اس میں تفقہ پیدا کرنا مجھے اس کے یاد کرنے

سے زیادہ محبوب ہے۔“ (منہج السنہ)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ (متوفی ۱۸ھ) کو یمن کا گورنر و عامل بنا کر بھیجا چاہا تو ان سے دریافت

کیا کہ جب تمہارے سامنے کوئی جھگڑا آئے تو تم فیصلہ کس طرح کر دو گے؟ انہوں نے عرض کیا کہ اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کروں گا

آپ نے فرمایا اگر کتاب اللہ میں نہ پاؤ تو پھر کیا کر دو گے؟ عرض کیا تو سنت رسول اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا

کہ اگر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ پاؤ تو پھر کیا کر دو گے؟ انہوں نے عرض کیا :

قال اجتہد برأیی ولا الو ف ضرب رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدرہ فقال الحمد

لله الذی وفق رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم لسمایرضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ

تعالیٰ کی حمد و ثنا جس نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

69647 87147

وسلم۔

کے قاصد کو اس چیز کی توفیق عطا فرمائی جس پر اللہ کا
رسول راضی ہے۔

(الہوداؤد جلد ۲، ترمذی، دارمی، الاستقار، الہدایہ والنہایہ، مشکوٰۃ، سنن کبریٰ)

شیخ الاسلام حافظ ابو عمرو بن عبد البر مالکی فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث صحیح اور مشہور ہے اس کو عادل
ائمہ نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث اجتہاد اور قیاس علی الاصول کے لئے ایک اصل اور مدار ہے۔ (جامع البیان)
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جن کے بارے میں صحابہ کرام کا قول تھا کہ وہ سب سے زیادہ اعلم ہیں، ان کا معمول بھی یہ تھا
جب ان کے پاس کوئی مقدمہ پیش ہوتا تو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں، اگر ان کو اس کی وضاحت ملتی
تو فرماتے۔

فقال اجتهد برأی۔ (طبقات ابن سعد ج ۳) میں اپنی رائے سے اجتہاد کرتا ہوں۔

امام الموقنین جلد ۱، دارمی میں لکھا ہے کہ بعض اوقات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بہترین افراد امت سے مشوہ بھی لے لیتے
تو پھر اس کے مطابق فیصد دیتے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں،
”وہ حضرات صحابہ میں علم رائے اور زیادہ مشہورہ لینے میں پیش پیش تھے“ (کتاب خلاف الحدیث)
حضرت عمر فتویٰ دیتے وقت فرمادیتے تھے:

هذا رأی عمر۔ یہ عمر کی رائے ہے اگر درست ہوئی تو اللہ تعالیٰ کا

(مینون، شعرائی، سنن کبریٰ) احسان ہوگا اور اگر خطا ہوئی تو عمر کی خطا سمجھنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

احکم بکتاب اللہ وسنت رسولہ و میں کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کے مطابق عمل

اجتہد برأی (شرح فقہ اکبر ملا علی قاری) کروں گا اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔

رائے کے مطابق حکم کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے مشہور ہے اور ان کے اجتہاد میں بھی خطا کا احتمال ثابت
ہے کیونکہ وہ خطائے معصوم توند تھے۔ (امام عظیم ابو عبیدہ تالیف ابو زہرہ مصری)

اصود بن یزید سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ہمارے یہاں تعلیم کنندہ احکام دین و
حاکم بن کرائے۔ ہم نے ان سے پرسد پوچھا کہ ایک شخص مر گیا۔ اس نے ایک بیٹی اور ایک بہن دارث چھوٹی حضرت معاذ رضی
اللہ عنہ نے نصف بیٹی کے لئے اور نصف بہن کے لئے حکم دیا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ تھے (بخاری، ابوداؤد)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بغیر تحقیق و دلیل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ کرام دوسرے پر اعتماد کر کے اس کے قول کو تسلیم کر لیتے تھے، یہی تقلید شخصی ہے کیونکہ تقلید کسی کے قول کو محض حسن ظن پر یا نہ لینے کو کہتے ہیں جبکہ اس سے دلیل طلب نہ کی جائے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو معلوم نہیں کہ تم لوگوں میں کون کون سے لوگ ان دونوں شخصوں کی اقتدار کیا کرنا جو میرے بعد ہوں گے، اور اس بارہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف کیا۔ (ترمذی)

لہذا معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زمانہ خلافت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما میں ان کی اتباع لازمی ہوئی اور یہ حکم بلا طلب دلیل و تحقیق دیا گیا، یہی تقلید شخصی ہے۔ مذکورہ بالا حوالہ جات سے اجتہاد، قیاس، رائے فقہ اور تقلید کے بارے میں وضاحت ہو گئی۔

شیخ محمد بن العوف شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب فتوحات مکیہ میں باب الوصایا میں فرماتے ہیں:

ایاکم والطعن علی احد من المجتہدین و
تقولون انہم محجوبون عن المعارف والاسرار
کما یقع فیہ جہلۃ المتصوف فان ذلک جہل مقام
الائتہ فان للمجتہدین القدم الراسخ فی علم
الغیوب

تم مجتہدین میں سے کسی پر طعن نہ کرو۔ تم جو کہتے ہو
کہ مجتہدین معارف و اسرار سے محروم ہیں جیسا کہ
جاہل صوفی کہا کرتے ہیں، سو یہ ائمہ کے مقام کی
نادانیت ہے کیونکہ علم غیوب میں مجتہدین کا قدم
راسخ ہے۔

وہی فی مقامات الرسل من حیث
تشریعہ لا متہ باجتہادہم کما شریعت
الرسل لا مہمہ۔

مجتہدین پیغمبروں کے مقامات میں ہیں اس حیثیت
سے کہ انہوں نے اپنے اجتہاد سے امت کے لئے شریعت
بیان فرمائی جیسا کہ پیغمبروں نے اپنی اپنی امتوں کے
لئے شریعت بیان فرمائی۔

(اقوال مجیدہ ص ۵۴، ۵۵، بحوالہ ایوانیت والجاہر، علامہ شعوانی جز ثانی)

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم
آپ اپنے مترم استاد حضرت حماد رضی اللہ عنہ کی وفات ۱۲۰ھ کے بعد
ان کی جگہ مسند آرا ہوئے تو عربیہ عجم کو اپنے علوم سے اس طرح

فیضیاب کرنا شروع کیا کہ ہر جگہ آپ ہی کا چرچا ہونے لگا حتیٰ کہ آپ حج کئے جاتے تو راستہ بھر جہاں جہاں سے گزرتے آپ کی زیارت

کرنے اور مسائل پر چھنے کیلئے ہزاروں کا جمع ہو جاتا کہ تل دھرتی کو جگہ نہ رہتی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ آپ کے اساتذہ بھی آپ کا اس قدر احترام کرتے تھے کہ دیکھنے والے ششدر رہ جاتے تھے ماسوائے اسپین کے اسلامی دنیا کے تمام ممالک سے لوگ جوق در جوق آپ کے محلہ دریا میں شریک ہونے کے لئے کو ذہین رہے تھے۔ اور بقول امام ابوالملیث بن سعد جب آپ حرم شریف میں بیٹھے تو غالباً سب ان علم کا ایسا ہجوم ہوتا تھا کہ :

رأيت الناس متقصفين علي

میں نے دیکھا کہ لوگ ان پر ٹوٹے پڑتے ہیں۔

سبحان الله! یہ مرتبہ، عظمت کسی کو نصیب نہ ہو سکی۔

ایک روز آپ خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی کے پاس تشریف لے گئے۔ وہاں عیسیٰ بن موسیٰ عباسی نے بدیں الفاظ آپ کا تعارف کرایا۔

هذا عالم الدنيا اليوم۔ یہ دنیائے اسلام کے آج سب سے بڑے عالم ہیں۔

خلیفہ نے پوچھا اے نعمان! تم نے علم کہاں کہاں سے حاصل کیا؟ تو آپ نے جواب دیا حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے اصحاب سے علم حاصل کیا جبکہ ابن عباس اپنے زمانہ میں دعائے زمین کے بہت بڑے عالم تھے، تو منصور نے کہا :

لقد استوثقت لنفسك

تم نے اپنے نفس کی تکمیل بہت مضبوطی سے کی۔

(بحوالہ سیرۃ امام اعظم ابوحنیفہ ص ۲۸۴، حضرت امام ابوحنیفہ، البوزہرہ ص ۱۱۱)

اسی طرح دیار بکری کی تاریخ خمیس میں ہے حضرت امام اعظم خود فرماتے ہیں منصور نے پوچھا تم نے علم کہاں سے حاصل کیا؟ میں نے

کہا امام حماد سے، انہوں نے ابراہیم سے، انہوں نے امیر المؤمنین عمر بن خطاب امیر المؤمنین علی بن ابی طالب، عبداللہ بن مسعود، اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے، تو انہوں نے فرمایا :

بغير غير استوثقت ما شئت ابا حنيفة

خوب خوب ابوحنیفہ تم نے اپنا مقصد بختگی سے بڑے

الطيبين الطاهرين المباركين رضی

خوب پاک صاف مبارک حضرات سے حاصل کیا اللہ

الله عنهم (سیرۃ امام اعظم ابوحنیفہ ص ۲۸)

تعالے سب سے راضی ہوا۔

امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ علماء تو صرف چار ہیں سفیان ثوری، ابوحنیفہ، مالک اور داؤد اعلمی۔ (البدایہ والنہایہ)

امام احمد الامری فرماتے ہیں : و ابا حنيفة قاضى القضاة للعلماء "ابوحنیفہ علماء کے قاضی القضاة تھے (متابعتون)

حسن بن صالح بن حمزہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سجدہ عالم اور مشہور فی العلم تھے۔

(الانتقاء و تانیب الخلیف)

مشہور مؤرخ محمد بن اسحق بن ندیم تحریر فرماتے ہیں :

والعلم براو بعدا و شرقا و غربا بعدا و قہا علم بر و بحر مشرق و غرب، بعد و قرب میں جتنا بھی مدون

تدوینہ رضی اللہ عنہ (الفہرست ابن ندیم) ہوا ہے وہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مدون کیا ہوا ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ امام صاحب کی تعریف میں یوں رطب اللسان ہیں :

” الامام فقیہ العراق احد ائمة الاسلام والسادة الاعلام احد اركان العلماء

احد الائمة الذی کتبت اصحاب المذاهب المتبوعة - (البدایہ والنہایہ)

حضرت ابو عبد اللہ سفیان، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی آمد پر تعظیماً کھڑے ہو گئے جس پر ان کے رفقاء جن میں امام ابو بکر بن عیاش بھی تھے، اس پارہ میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا :

” ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا پایہ علم میں بہت بلند ہے، اگر میں ان کے علم کے لئے کھڑا نہ ہوتا تو ان کی عمر کے لحاظ سے کھڑا ہوتا

اور اگر علم کا لحاظ نہ کرتا تو ان کے فقہی مقام کے لئے کھڑا ہوتا اور اگر فقہ کے لئے بھی نہ کھڑا ہوتا تو ان کے زہد کے لئے

کھڑا ہوتا۔ (تبلیض الصحیفہ اردو ص ۳، تاریخ بغداد جلد ۱۳) (یعنی حضرت امام جامع الکملات ہیں) ان کا

ہر کمال تعظیم و تکریم کا مستحق ہے)

شہاد بن حکیم کا بیان ہے کہ میں نے امام ابو حنیفہ سے بڑھ کر بڑا عالم نہیں دیکھا۔ (تبلیض الصحیفہ اردو ص ۱۹)

حضرت مکی بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ علم اہل زمانہ تھے۔ (ایضاً)

امام شافعی ایک جگہ فرماتے ہیں :

ان فخر الدین الرازی بالنسبة الى الامام فخر الدین رازی امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے سامنے

اب حنیفۃ کطالب العلم او کاحاد الرعیۃ ایسا ہے جیسا طالب علم استاد کے سامنے، یا جیسا

مع السلطان الاعظم او کاحاد النجوم مع رعیت سلطان اعظم کے سامنے، یا ستارہ آفتاب کے

الشمس اقول صیرۃ بھارہ کتاب میزان جز اول) سامنے۔

امام شعبہ جن کے بارے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر شعبہ نہ ہوتے تو عراق میں حدیث کا رواج نہ ہوتا، وہ ابو حنیفہ کے بارے

میں پس پشت قرین فرماتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا بس طرح میں جانتا ہوں کہ آفتاب روشن ہے اسی طرح یقین کے ساتھ کہہ سکتا

ہوں کہ علم اور ابو حنیفہ ہم نشین ہیں۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا :

قال سفین انہ لیکشف لك من العلم آپ (امام ابوحنیفہ) پر علم کی ایسی باتیں مشکف ہوتی
عن شیء حصلنا عند خافل۔ ہیں جن سے ہم سب خافل ہیں۔

(اقوال صحیحہ ص ۹۷ بحوالہ تفسیر کبیر امام فخرالدین رازی)

صوت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار :

ما آیت ابا حنیفۃ حین یوقی میں نے امام ابوحنیفہ کو دیکھا ہے کہ جب وہ مینے پڑتے اور
ویطلب علم بعدا غزیرا کوئی ان سے طلب علم کرتا وہ بجز پیداکنار تھے۔
اذا ما المشکلات تدافعتها جب انہوں نے ہماری تمام مشکلیں دور کر دیں تو انھیں
رحال العلم کان بہا بصیرا علم نے ان کو صاحب بصیرت بنا دیا۔

(تبیین المعنیہ اردو ص ۲۲، ۲۵)

غیب بغدادی ابن ابی داؤد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ عام لوگ امام ابوحنیفہ کے بارے میں جاہل اور ان سے حسد کرتے
ہیں۔ (تبیین المعنیہ اردو ص ۲۵)

خلف بن ایوب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صفت علم سے نوازا، پھر اپنے اپنے صحابہ کرام کو اس سے
مرفراز فرمایا، پھر تابعین میں منتقل ہوا، اس کے بعد اب علم سے امام ابوحنیفہ اور ان کے تلامذہ بہرہ ور ہیں۔ (تبیین المعنیہ ص ۲۶)
حسن بن سلیمان سے منقول ہے کہ انہوں نے حدیث پاک "لا تقوم الساعۃ حتی ینظر العلم" قیامت اس وقت تک قائم نہ
ہوگی جب تک کہ علم خوب غائب نہ ہو جائے، اور اپنی کتاب "تفسیر لا تار" میں بیان کیا کہ وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا علم ہے (تبیین ص ۲۷)
امام ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی سند کے ساتھ مسدد بن عبد الرحمن بصری سے روایت کرتے ہیں :

"میں مقام ابراہیم اور مجلس سود کے درمیان سو گیا، خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ میں نے
حضور اکرم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کوذ میں نمان نام کا ہے؟ کیا
میں اس سے علم حاصل کروں؟ آپ نے فرمایا خذ من علمہ واعمل بہ فتعمر الرجل۔
اں اس سے علم لے اور عمل کر، وہ بہترین آدمی ہے۔" (مناقب موفقی ج ۲، الخیرات الحسان بحوالہ مقام ابوحنیفہ ص ۱۷)
تحریرین کیسان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ میں
نے ان سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے علم کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا :

فقال هذا علم انفتح من علم الخضر تو آپ نے فرمایا کہ یہ تو علم خضر کے علم سے پھوٹ نکلا

(الغیرات الحسن، مقام ابو حنیفہ متل) ہے (یعنی علم لدنی ہے)

ابو معانی الفضل بن خالد فرماتے ہیں کہ مجھے خواب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو میں نے ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے علم کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا :

ذلك علم يعتبم الناس اليه (الغیرات الحسن) یہ ایسا علم ہے کہ لوگ اس کے ہمیشہ محتاج ہیں۔

یہی بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو کہاں دیکھوں؟ آپ نے فرمایا :

عند علم ابي حنيفة (كشف الجواب بعدد ۱۱۹) مجھے علم ابو حنیفہ کے پاس دیکھو۔

غیر مقلد عالم مولوی محمد صادق صاحب سیالکوٹی لکھتے ہیں :

”خدا کا فضل اور توفیق آپ کے شالی حال تمام اس کو منظور تھا کہ انہیں دنیا میں علم کا ایک خاص مرتبہ عطا کرے زمانے کا مجتہد بنائے۔“ (سبیل الرشاد ص ۲۲۲)

”آپ کے ہم عصر لائیکل مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے، علم کی خوبیوں اور بلندیوں کے سبب آپ امام اعظم کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ بہت سے لوگوں نے آپ سے علم کی دولت پائی، آپ کے شاگرد امامت علم کے مرتبوں کو پہنچ گئے جن میں امام ابو یوسف، امام محمد زفر رحمۃ اللہ علیہ مشہور ہیں۔“ (سبیل الرشاد ص ۲۲۲)

حضرت روح بن عبادہ فرماتے ہیں کہ میں شامہ میں مشہور محدث ابن جریج کے پاس تھا کہ اچانک حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی خبر آگئی، ابن جریج نے اٹا لیا اور پڑھ کر صدمہ کے ساتھ فرمایا :

ای علم ذهب (مقام ابو حنیفہ ص ۱۰۱) بوالہندادی جلد ۱۲۸ کتنا بڑا علم رخصت ہو گیا ہے۔

امام الجرح والتعديل یحییٰ بن سعید القطان حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں :-

انه والله لا أعلم هذه الامة بما جاء

عن الله ورسوله

(مقدمہ کتاب تعلیم بحوالہ ابن ماجہ اور علم حدیث) اس کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

روایت ہے کہ فقیر شام امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن مبارک علیہ الرحمۃ سے کہا کہ یہ کوذا کا بدعتی شخص کون ہے جو ابو حنیفہ کفایت کرتا ہے؟ ابن مبارک نے جواب دینے کی بجائے دقیق مسائل بیان کرنے شروع کر دیئے اور ان پر تفصیلی بحث کرنے لگے۔

امام اوزاعی نے پچھایہ کس شخص کے فتاویٰ ہیں؟ ابن مبارک نے کہا کہ میں ان سے عراق میں ملا تھا۔ امام اوزاعی نے کہا یہ تو مشائخ میں سے بڑے ہی برگزیدہ شخص ہیں، میں بھی ان کی خدمت میں حاضر ہو کر علم حاصل کروں گا تو ابن مبارک نے کہا یہی تو امام ابو حنیفہ ہیں پھر امام اوزاعی کی حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے مکہ میں ملاقات ہوئی تو وہی مسائل زیر بحث آئے جو ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کئے تھے جب دونوں جدا ہونے لگے تو امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن مبارک سے کہا،

”اس شخص کی کثرتِ علم اور ذوقِ عقل پر مجھے رشک آتا ہے۔ استغفر اللہ! میں کتنی بڑی غلط فہمی میں مبتلا تھا؟“

میں انہیں متہم کرتا تھا حالانکہ یہ تو اس کے بالکل برعکس ہیں جو مجھے بتلایا گیا تھا۔“ (الخیرات الحسان)

اہلِ بصرہ نے خلیفہ منصور کے حالات بغاوت کر کے نفقہ بیعت کا ارتکاب کیا منصور کا ان سے معاہدہ تھا کہ اگر وہ بغاوت کریں گے تو ان کا خون مباح ہوگا منصور نے عمارِ دقت سے اس بارہ میں فتویٰ لینے کے لئے طلب کیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ”المؤمنون عقد شروطہم“ مسلمان اپنے شروط کے پابند ہیں، کا حوالہ دیکر چاہا کہ وہ اہلِ بصرہ کے قتل کی اجازت دیں۔ ایک عالم نے کہا کہ بیشک آپ کو ان کے قتل کا اختیار ہے اور آپ معاف فرمادیں تو بھی درست ہے کہ آپ اہلِ بصرہ ہیں، خلیفہ نے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے خصوصاً اس کی توثیق چاہی تو آپ نے فرمایا، اہلِ بصرہ نے آپ سے جو شرط کی وہ خود اس کا حق نہیں رکھتے تھے اور آپ کے لئے بھی یہ شرط ان سے سزاوار نہ تھی کیونکہ خونِ مسلم مرتدین صورتوں میں رد ہے۔ اگر آپ ان کی جان لیں گے تو یہ فعل ناجائز ہوگا منصور نے مجلسِ برخواست کردی اور حضرت امام سے کہا آپ نے درست فرمایا لیکن ایسا فتوئے آپ عام نہ دیں کہ کہیں خوارج اس سے توثیق برپا کر دیں۔ (امام ابو حنیفہ، البزہرہ بحوالہ مناقب ابن ابر)

خلیفہ منصور کے درباریوں میں ابوالعباس طوسی حضرت امام رضی اللہ عنہ کے مخالفین میں سے تھا۔ ایک دن جبکہ امام ابو حنیفہ خلیفہ کے دربار میں موجود تھے، ان سے ایک سوال اس نیت سے کیا کہ آج ابو حنیفہ کو خلیفہ سے قتل یا ذلیل و خوار کراؤں گا، کہا ابو حنیفہ بتائیے کہ امیر المؤمنین کسی آدمی کی گردن مارنے کا حکم دیں جبکہ ہمیں یہ معلوم نہ ہو کہ اس نے قصود کیا کیا ہے؟ تو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ امام صاحب اس کے مقصد کو جانپ گئے اور کہا ابوالعباس پہلے یہ بتاؤ کہ امیر المؤمنین صحیح حکم دیتے ہیں یا غلط؟ ابوالعباس طوسی نے کہا کہ وہ تو غلط حکم نہیں دیتے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ صحیح حکم کے کرنے میں تردد کی کوئی گنجائش نہیں! پھر حضرت امام نے فرمایا یہ مجھے پھنسانا چاہتا تھا مگر میں نے جکڑ لیا۔ (تاریخ بغداد جلد ۱۲ بحوالہ امام ابو حنیفہ تابع البزہرہ مصری، ص ۸۲)

صالح بن قیس خارجی کو مذکی جامع مسجد میں آیا اور حضرت امام رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ توبہ کیجئے۔ پوچھا کس بات سے؟ کہا

کہ تہنے حکمین (حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ کے باہمی فیصلہ بذریعہ ابو موسیٰ اشعری حضرت عمر بن العاص) کے جواز کا فتوے دیا ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے قتل کرنا چاہتے ہو یا بحث کرو گے؟ اس نے کہا مناخرہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر ہماری باہمی رائے مختلف ہوئی تو پھر ثالث کسے مانا جائے؟ ضحاک نے کہا جسے چاہیں ثالث مقرر کر لیں۔ حضرت امام نے اسی کے آدمیوں میں سے ایک کے مخاطب کر کے کہا کہ اگر ہمارا اختلاف ہو تو تم فیصلہ کر دینا، اور ضحاک سے اس کی تشریح کرائی کہ مجھے بھی منظور ہے۔ بس اس پر حضرت امام نے کہا ”تم نے خود ہی حکیم کو تسلیم کر لیا“ یہی تو حضرت علی و معاویہ رضی اللہ عنہما نے کیا تھا! ضحاک لاجواب ہو گیا۔

کوفہ میں ایک رافضی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہودی کہتا تھا۔ حضرت امام اس کے پاس گئے اور کہا کہ میں ایک شخص کا تمہاری لڑکی کے لئے پیغام لایا ہوں۔ اس نے پوچھا کون ہے وہ؟ آپ نے فرمایا نہایت شریف، مالدار، حافظ قرآن، تہجد گزار، سنی و فیاض ہے۔ اس نے کہا کہ ایسے شخص کو تو نا منظور نہیں کیا جاسکتا! امام صاحب نے فرمایا ایک بات اور ہے کہ وہ یہودی ہے۔ تو اس نے ناراضگی سے کہا کہ آپ مجھے یہودی کے ساتھ لڑکی بیاہنے کو کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ آپ کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں یہ رشتہ منظور نہیں، اس نے کہا قطعی طور پر منظور نہیں بلکہ ناممکن! آپ حضرت امام نے فرمایا تمہارے بقول نبی اکرم علی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لڑکیوں کا نکاح یہودی (حضرت عثمان) سے کر دیا؟ تو اس نے اپنے اس عقیدہ سے توبہ کر لی۔

ایک شخص نے حضرت امام رضی اللہ عنہ کے حق میں ان کی عدم موجودگی میں بوقت مرگ وصیت کی۔ حضرت امام قاضی ابن شبرمرہ کے پاس مرافعہ دار کے گواہ پیش کر دیتے۔ ابن شبرمرہ نے سوال کیا کہ کیا آپ حلف اٹھا کر کہہ سکتے ہیں کہ گواہوں نے صحیح شہادت دی ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ چونکہ میری عدم موجودگی میں وصیت ہوئی ہے اس حلف سے مستثنیٰ ہوں! اس پر قاضی نے طنز کی کہ مدعی اپنے گواہوں کی بھی تصدیق نہیں کرتا؟ امام صاحب نے جواب میں فرمایا کہ اگر کسی اندھے کا کوئی شخص سر پھوڑ دے اور دو گواہ شہادت دیں تو کیا آپ اندھے سے حلف لیں گے؟ کہ اس کے گواہ ٹھیک ہیں جبکہ وہ ان کو دیکھ ہی نہیں سکتا؟ آخر ابن شبرمرہ کو آپ ہی کے حق میں فیصلہ کرنا پڑا!

ضحاک خارجی نے ایک مرتبہ کوہ شہر پر قبضہ کر لیا اور جامع مسجد میں بیٹھ کر شرک کے تمام افراد کے قتل عام کا حکم دے دیا، لوگ حراس باختر ہو گئے لیکن حضرت امام رضی اللہ عنہ بے دھڑک مسجد میں اس کے پاس پہنچ گئے اور دریافت کیا، تمہارے ایسا حکم دیا؟ اس نے کہا ہاں دیا ہے کیونکہ کوفہ کے لوگ دین سے پھوٹ گئے ہیں اور مرتد ہو گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا آپ یہ بتا سکتے ہیں کہ یہ

لوگ پہلے کس دین پر تھے اور اب کو نسا دین اختیار کیا ہے؟ ضحاک اس سوال سے لاجواب ہو گیا اور اپنا حکم واپس لے دیا۔ کوذ کے ایک مشہور عالم ابو حاتم رقی اس واقعہ کے بعد کہا کرتے تھے کہ سارے کوذ والے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کئے ہوئے غلام ہیں کیونکہ وہی انکی آواز کا سبب بنے (دور ضحاک ان سب کو قتل کر دیتا)

کوذ میں قاضی کی عدالت میں ایک مقدمہ پیش ہوا۔ ایک شخص نے مطالبہ کیا کہ ہم دو آدمی اکٹھے فلاں شخص کے پاس گئے تھے اور ایک رقم اس کے پاس، امانت رکھی تھی لیکن ہم سے ایک آیا اور وہ رقم لے گیا اور وہ اب مجھے کچھ نہیں دیتا۔ عدالت نے فیصلہ دیا کہ جب دونوں آدمی آتے تو وہ رقم دینی چاہئے تھی لہذا اب نصف رقم اسکو دو۔ وہ شخص بہت گھبرایا کیونکہ وہ تو رقم ادا کر چکا تھا۔ کسی نے مشورہ دیا کہ حضرت امام ابو حنیفہ کے پاس جاؤ وہی تمہاری امداد کر سکتے ہیں۔ اس نے امام صاحب کے پاس آکر اپنا معاملہ پیش کیا۔ حضرت امام نے قاضی سے کہا کہ یہ آدمی بے قصور ہے، اس پر تاوان نہیں ڈالنا چاہئے۔ اس پر مدعی نے کہا یہ بے قصور کیسے ہے؟ ہم دو آدمیوں نے امانت اس کے پاس رکھی تھی جب تک ہم دونوں آتے اس کو رقم ادا نہ کرنی چاہئے تھی! حضرت امام نے قاضی صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ مدعی کا مطالبہ درست ہے کہ جب تک دونوں آدمی نہ آتے رقم نہیں دینی چاہئے تھی لہذا اسے چاہئے کہ دوسرے آدمی کو لے کر آئے تاکہ اپنی رقم لے سکے، قاضی اور مدعی حیران ہو گئے کہ بات تو یہ بالکل درست ہے۔

اس قسم کے بے شمار واقعات تاریخ کی کتابوں میں موجود ہیں جن سے آپ کی حاضر جوابی، دُورِ علم، فراست اور حق گوئی

اظہر من الشمس ہے۔

علم قرآن مجید انفرن سیدان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ایک رکعت میں سات گزار دیتے اور اس میں پورا قرآن مجید پڑھ جاتے۔ اسد بن عمر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے چالیس سال تک فجر کی نماز عشا کے دنوں سے پڑھی اور اکثر اوقات کو ایک رکعت میں سارا قرآن مجید پڑھا کرتے تھے اور آپ کا رونا سنائی دیتا تھا یہاں تک کہ آپ کے ہسلے آپ پر جم کھلتے تھے اور آپ کی نسبت ثابت ہے کہ آپ نے اس جگہ میں جہاں وفات پائی، سات ہزار دفعہ قرآن مجید ختم کیا۔ (اقوال مجیدہ ص ۱۹ علامہ نور بخش علیہ الرحمۃ بحوالہ امام نووی فی تہذیب الاسماء)

اسی قسم کی روایات متعدد متبعین الصبیحہ زردو، وفيات الاعیان قاضی ابن خلکان، طبقات اکبری علامہ عبد الوہاب شعرائی

رحمۃ اللہ علیہ، الخیرات الحسان شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ بھی موجود ہیں۔

خطیب نے حنفی بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی۔ کہا میں نے مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ کو سنا، کہتے تھے کہ ایک مات میں سجد میں داخل ہوا پس میں نے ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا مجھے اس کی قرارت شیریں معلوم ہوئی۔ اس نے قرآن کا ساتواں حصہ

پہلے اپنے دل میں کہا کہ اب رکوع کرے گا، پہلے آپ نے تنائی حصہ قرآن پڑھا، پھر نصفت۔ وہ قرآن پڑھتا رہا یہاں تک کہ اس نے ایک رکعت میں تمام قرآن مجید ختم کر دیا، میں نے دیکھا تو وہ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ تھے۔ (تبیین الصحیفہ اردو ص ۲۱)

خطیب نے فاروق بن مصعب سے روایت کی، کہا اماموں میں سے چار نے ایک رکعت میں قرآن ختم کیا حضرت عثمان بن عفان (ذوالنورین) تمیم داری، سعید بن جبیر، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم۔ (تبیین الصحیفہ اردو ص ۲۱)

ابو عبد اللہ حسین بن محمد بن خسرو طحی نے اپنی سند کے مقدمہ میں علی بن یزید مدائنی سے روایت کی ہے، کہا میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ماہ رمضان میں ساٹھ بار قرآن ختم کیا، ایک ختمات کو ایک دن کو۔ (تبیین الصحیفہ اردو ص ۲۱)

متعدد طریقوں سے منقول ہے کہ آپ نے قرأت امام ماسم رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی جو قرآن سب سے ایک معزز ستاری ہیں۔ (جواہر البیان ترجمہ اردو الخیرات الحسان ص ۱۵۸)

شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں :

”وہ (امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ) علوم شرعی یعنی تفسیر حدیث اور آلہ یعنی علوم ادبیہ و مقاصد حکمیہ میں سمندر تھے جن کی ہماری نہیں کی جاسکتی، اور امام تھے جن کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔“ (اقوال صحیر مولانا نور بخش توکل جواہر الخیرات الحسان) حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں :

”میں کتاب اللہ کو لیتا ہوں، اگر مسئلہ اس میں نہیں پاتا تو رسول اللہ کی سنت کو لیتا ہوں، اگر اس میں نہ پاؤں تو اقوال صحابہ سے لیتا ہوں۔“ (اقوال صحیر مولانا نور بخش جواہر الخیرات الحسان) مذکورہ حوالوں سے روز بروز دشمن کی طرح ثابت ہوا کہ آپ علم قرآن کے ماہر تھے اور مسائل کا استخراج قرآن سے کرتے تھے اور حافظ قرآن تھے۔

حضرت امام کی اخذ روایت میں احتیاط حضرت امام رضی اللہ عنہ کا روایت حدیث کے بارے میں طریقہ یہ تھا کہ آپ ، احادیث لینے میں (احتیاطاً) بہت زیادہ شدت سے کام لیتے تھے۔ آپ صرف

ایسی روایت بیان کرنا مناسب سمجھتے تھے جو بالکل اسی طرح یا چھوٹی طرح پہلی مرتبہ ہو۔ (امام طحاوی، مقام ابو حنیفہ ص ۱۳۴ جواہر الخیرات الحسان) بہ تفسیر الفاظ از علامہ قرشی

وہ کسی کے ہاتھ کی ٹکھی ہوئی روایت کو بھی جبکہ اسے زبانی یاد نہ ہو، ایسی روایت کی بھی اجازت نہ دیتے تھے۔ (الکفایہ)

ابو حنیفہ نے حضرت امام سے دریافت کیا کہ آپ مجھے کن لوگوں سے روایت لینے کا حکم کرتے ہیں تو :

قال من كل عدل في هواه الا الشيعة ہر اس معتبر ثقہ شخص سے اگرچہ وہ جماعت سے ہٹا ہوا ہو

قال واصل مذهبهم تضليل اصحاب
محمد ﷺ
سائے شیعہ کے کہ ان کا اصل عقیدہ یہ ہے کہ اصحاب رسول ﷺ
مسیٰ اللہ علیہ وسلم کو گمراہ ثابت کریں۔

(خیرۃ الامام عظیم ابو حنیفہ ص ۶۲ بحوالہ الکفایہ فی علم الرجال بحوالہ عبداللہ بن مبارک)
نیز اخذ روایت میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور قاضی ابو یوسف رضی اللہ عنہ کی تائید کی ہے کہ
شیعہ روایت قبول نہ کی جاوے۔ (خطیب بغدادی بحوالہ مذکور)

علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :
والامام ابو حنیفۃ انما قلت روایتہ لما
شدد فی شروط الروایت والتحمل۔
اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت تو اس لئے
کم ہے کہ انہوں نے شروط روایت و تحمل میں تشدد
کیا ہے۔ (اقوال صحیحہ من بحوالہ المقدرا بن خلدون)

امام دکیح بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :
لقد وجد الودع عن ابي حنیفۃ فی الحدیث
مالم یوجد عن غیرہ۔
بل اشباہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے حدیث میں وہ احتیاط
کی ہے جو اور کسی نے نہیں کی۔

(مقام ابی حنیفہ ص ۱۳۴ بحوالہ مناقب امام صدر الائمہ جلد ۱)
امام عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے فرماتے تھے :
کان الامام ابو حنیفۃ شديدا لا یخذل للعالم
ذابا عن حد ما لله ان تستحل یاخذ بما هم
من الاحادیث التي كانت یحملها الثقات
وبالآخر من فعل رسول الله ﷺ
امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے فرماتے تھے :
امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ علم کے حاصل کرنے میں بڑے
سخت محتاط اور حدود اللہ کی بے حرمتی پر بے حد
مداغت کرنے والے اور وہ صرف وہی حدیثیں لیتے
تھے جو ثقہ راویوں سے مروی ہوتی تھیں اور انحضرت
مسیٰ اللہ علیہ وسلم کے آخری فعل کو وہ لیا کرتے تھے۔
(مقام ابو حنیفہ ص ۱۳۴ بحوالہ الاتقان لابن ہاجر)

امام عبدالوہاب شعلانی فرماتے ہیں :
وہ جو حدیث آنحضرت مسلیٰ اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو اس میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ یہ شرط لگاتے تھے کہ عمل سے پہلے
دیکھ لیا جاوے کہ راوی حدیث سے صحابی تک پر بیگز گاروں کی ایک خامی جماعت اسے نقل کرتی ہے، پھر وہ

قابل عمل ہوگی۔ (میزان الکبریٰ جلد ۱، مقام ابو حنیفہ ص ۱۳۴)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب اور اسے نقل کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں،
 ”یہ سنت مذہب ہے اور عمل اس کے غلات پایا ہے کیونکہ بہت ممکن ہے کہ بخاری و مسلم کے اُن رِوَاۃ کی تعداد
 جو شرط مذکور پر پورے تھے ہوں، نصف تک بھی پہنچے“ (مقام ابو حنیفہ ص ۳۵ بحوالہ تدریب الراوی)
 امام ابن المبارک نے فرمایا :

”امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی قلمبندایت کے مژدوں میں سے ایک وہ بھی ہے جو آپ کے قول سے ظاہر ہے کہ انسان
 کو چاہئے کہ صرف اسی حدیث کی روایت کرے جو سننے کے دن سے روایت کرنے کے دن تک اسے حفظ ہو، پس
 آپ کے نزدیک بجز یاد رکھنے والے کے روایت جائز نہیں“ (اقوال صمیمہ، بحوالہ الخیرات الحسان)
 حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے کہ میں اہل کوذ کے علم کا عالم ہوں۔ (ایضاً) امام عیشی نے کہا تجھے (اے امام!)
 کافی میں جو میں نے تجھے سہ روز میں حدیث کیا وہ تم مجھ ایک ساعت میں حدیث کرتے ہو (ایضاً)
 مولانا مبارک پوری (اہل حدیث) ارقام کرتے ہیں :-

”حدیث کی قیود و شروط کے بارے میں جتنی تشدید، پابندی اور احتیاط امام ابو حنیفہ نے کی ہے اور کسی
 نے اس کا ثبوت منیر دیا۔“ (مقام ابو حنیفہ ص ۱۳۶)

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور علم حدیث و عامل سنت
 امام مسدد الرازی رحمۃ اللہ علیہ امام حسن بن زیاد کے
 حوالہ سے نقل کرتے ہیں :-

کان ابو حنیفۃ یروی ربعۃ الالف حدیث
 الفین لعماد والغین لسان المشختہ
 امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے چار ہزار حدیثیں روایت
 کی ہیں، دو ہزار تو صرف حضرت عماد رضی اللہ عنہ
 کے طریق سے اور دو ہزار باقی شیوخ سے۔
 (مقام ابو حنیفہ ص ۱۱۶)

یہ پہلا نگران تعداد ہے درمختل راویوں سے ان کی تعداد بیشمار ہو جاتی ہے۔

امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

ما رأیت اعلم بتفسیر الحدیث من
 ابی حنیفۃ۔
 میں نے ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر حدیث کی تفسیر
 کرنے والا اور ان کے فقہی نکات کو پرکھنے والا اور

(الخیرات الحسان، اقوال صمیمہ ص ۳۱)
 مواقع کا علم رکھنے والا نہیں دیکھا۔

ابو عبد الرحمن مقرئ نے بیان فرمایا کہ جب ہم امام ابو حنیفہ سے مری کسی حدیث کو بیان کرتے ہیں تو ہم کہتے ہیں حدیثنا

شاہنا یعنی ہمارے بادشاہ نے ہم سے حدیث بیان فرمائی۔ (تبیین الصغیر اردو ترجمہ ص ۲۸)

ابو حمزہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ابو حنیفہ کو فرماتے سنا ہے کہ جب ہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مل جاتی ہے تو پھر اس کے علاوہ کسی اور پر توجہ ہی نہیں کرتے۔ (ایضاً ص ۳۰)

ابو حسان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اسرائیل علیہ الرحمۃ کو فرماتے سنا کہ امام ابو حنیفہ سیدنا نعمان کتنے اچھے بزرگ تھے جس حدیث میں کوئی مسئلہ فقہی ہو تو وہ اس کی سب سے زیادہ حفاظت کرنے والے اور اس میں خوب غور و خوض کرنے والے تھے۔ خلفاء، امراء، و ذراران کی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ (ایضاً ص ۳۰)

بروایت نعیم بن حزاموں نے کہا کہ میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے ارشاد فرمایا تعجب ہے کہ میرے بارے میں لوگ یہ کہتے ہیں کہ میں قیاس اور رائے سے فتوے دیتا ہوں حالانکہ میں وہی فتوے دیتا ہوں جو آثار (حدیث) میں ہے۔ (الغیرات الحسان، جواہر المصنوعہ ج ۲، تبیین الصغیر اردو ص ۳۳)

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ نے فرمایا :-

لا تقولوا رأی ابی حنیفۃ ولكن قولوا انه

تتم یہ نہ کہو کہ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی رائے ہے بلکہ یوں کہو کہ وہ حدیث کی تفسیر ہے۔ (مقام ابو حنیفہ ص ۱۸۶)

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح ہے۔ (سنایہ شریعت ہدایہ، ج ۱، ۱۰ احوال مجیدہ ص ۱۴۱)

سویہ بن سعید المروزی علیہ الرحمۃ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا (اشعار) :-

لقد زان السبلاد ومن علیہا امام المسلمین ابو حنیفہ

بأشار وفقہ فی حدیث کأشار الزبور علی صحیفہ

فما فی المشرقین لہ نظیر ولا بالمغربین ولا بکوفہ

مرأیت القامعین لہ سفارھا خلاف الحق مع حججہ ضعیفہ

(ترجمہ) امام المسلمین ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے شہروں اور ان کے رہنے والوں کو بلاشبہ مزین کر دیا اور حدیث و آثار وفقہ سے

اس طرح باخبر فرمایا جس طرح قرآن میں رموز و آثار ہیں تو آپ کا رد تو مشرق و مغرب دونوں میں کوئی نظیر ہے اور نہ کو ذمیں، میں نے

ہر گودوں کی بیوقوفیاں دیکھی ہیں کہ کمزور و ضعیف باتوں سے حق کے غلات کرتے ہیں۔ (تبیین الصغیر اردو ص ۳۱)

استاد المحدثین امام عیش رضی اللہ عنہ شاگرد حضرت انس رضی اللہ عنہ استاد امام عظیم رضی اللہ عنہ نے امام سے کہا اے

گروہ فقہاء تم طبیب ہوا در ہم محدثین عطار، اور اسے ابو حنیفہ! تم نے تو دونوں کنارے لئے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱، ص ۳۸۹)

امام عبد الوہاب شعرائی شافعی کہتے ہیں :-

فالہمد تبریاً من کل رأی یخالف الشریعة
الامام الاعظم ابو حنیفۃ النعمان بن ثابت
امم میں سے سب سے اول ایسی رائے سے جو شریعت
کے مخالف ہو، بیزاد ہونے والے امام اعظم ابو حنیفہ
رضی اللہ عنہ (المیزان ج ۱، مقام ابو حنیفہ ص ۱۹۱) رضی اللہ عنہ ہیں۔

امام عبد الوہاب شعرائی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں :-

”پس میں نے آپ (امام ابو حنیفہ) کے اقوال میں سے یا آپ کے اتباع کے اقوال میں سے کوئی قول ایسا نہ پایا جو کسی
آیت یا حدیث یا اثر صحابی یا اس کے مضمون کی طرف یا کسی ضعیف حدیث کی طرف جس کے طرف بکثرت ہوں یا اہل صحیح پر قیاس
صحیح کی طرف مستند نہ ہو“ (اقوال صمیمہ ص ۳۲)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تبیین الضعیفہ میں ۴۴ محدثین کے نام تحریر کئے ہیں جن سے حضرت امام رضی اللہ عنہ نے افہام حدیث
کی اور علامہ ابوالموید الموفق نے مناقب امام میں ۲۳ محدثین کے نام تحریر فرمائے ہیں جن سے حضرت امام نے حدیث حاصل کر کے
روایت کی ہے۔ (اقوال صمیمہ ص ۱۵)

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام رضی اللہ عنہ کی سند فی الحدیث کے بارے میں یوں لکھا ہے :-

ان اخذ عن اربعة الاف شیخ من ائمة
التابعین وغیرہم ومن ثمة ذکرہ الذہبی
امام صاحب نے ائمہ تابعین میں سے چار ہزار شیوخ
سے حدیث پڑھی اور اسی لئے امام ذہبی وغیرہ نے
و غیرہ فطبقات الحفاظ من المحدثین۔ آپ کو حفاظ حدیث کے طبقہ میں ذکر کیا ہے۔

(النیلات الحسان، اقوال صمیمہ ص ۱۰۶)

حدیث میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے وہ پرہیزگاری پائی گئی جو کسی دوسرے سے نہیں پائی گئی۔ (اقوال صمیمہ ص ۱۳۱ بحوالہ مناقب موفق)
کہا نہ کرنے کے بڑے بڑے محدثین مثل زکریا بن ابی زائدہ اور عبد الملک بن ابی سلیمان اور لیث بن ابی سلیم اور مطرف بن طریف
اور حصین بن عبد الرحمن وغیرہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا کرتے تھے اور آپ سے دریافت کیا کرتے تھے وہ مسألے جو انہیں پیش
آتے ہیں اور وہ احادیث جو ان پر شتبہ ہوا کرتی تھیں۔ (اقوال صمیمہ ص ۱۳۱ بحوالہ مناقب موفق)

یہی بن مسین علیہ الرحمۃ جن کی نسبت امام احمد بن حنبل فرمایا کرتے تھے کہ جس حدیث کو بچی نہیں جانتے وہ حدیث ہی نہیں، وہ امام
ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق فرماتے ہیں :-

کان ابو حنیفۃ ثقة لا یحدث بالحديث الا
امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ثقہ تھے، اسی حدیث کو بیان

بہای حفظہ : "تذیب التذیب" (قوال ص ۱۴۹) کرتے تھے جو حفظ نمبر۔

حضرت علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ امام محمد بن ساعدی سے نقل کرتے ہیں :

ان الامام ذکر فی تصانیفہ نفا و سبعین امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنی تصانیف میں ستر ہزار سے

الف حدیث و انتخب الآثار من اربعین الف حدیث زائد حدیثیں بیان کی ہیں اور چالیس ہزار حدیثوں سے

(مناقب علی قاری بذیل الجواب ج ۲) کتاب الآثار کا انتخاب کیا ہے۔

اسی کی تائید میں امام مدظلہ کی مناقب موفی ج ۱ میں رقمطراز ہیں :

و انتخب ابو حنیفہ الآثار من اربعین امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے الآثار کو چالیس ہزار

الف حدیث۔ احادیث سے منتخب کیا ہے۔

علامہ عبدالکریم شہرستانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۴۷ھ) نے مشہور و معروف کتاب السل داخل میں چند بزرگوں کے اسماء تحریر فرمائے ہیں

۔۔۔ حماد بن ابی سلیمان ، ابو حنیفہ ، ابو یوسف ، محمد بن حسن رضی اللہ عنہم ۔۔۔ پھر آگے لکھتے ہیں :-

وهؤلاء كلهم ائمة للحدیث یہ سب ائمہ حدیث تھے

امام حاکم اپنی کتاب معرفت علوم حدیث میں تحریر فرماتے ہیں : یہ نوع علوم سے تابعین ، تبع تابعین کے ان ائمہ ثقات اور مشہورین کی

معرفت کے بیان میں ہے جن کی حدیثیں مشرق و مغرب تک حفظ و مذاکرہ کے لئے جمع کی جاتی ہیں اور ان کی ذات سے شرق سے مغرب تک تبرک

حاصل کیا جاتا ہے پھر ان کے نام میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا نام درج فرمایا ہے۔

حافظ محمد یوسف صاحب صالحی الشافعی اپنی کتاب عقود البیان میں لکھتے ہیں :-

كان ابو حنیفۃ من كبار حفاظ الحدیث واعیانہم امام ابو حنیفہ بڑے حفاظ حدیث اور ان کے فضلاء میں شمار

ولولا كثرة اعتناہ بالحدیث ما تمیالك ہوتے ہیں اگر وہ حدیث کا بکثرت اہتمام نہ کرتے تو فقہ

استنباط مسائل الفقہ کے مسائل میں استنباط کا ملکہ ان کو کہاں سے حاصل ہوتا

امام عبداللہ بن شہرانی رحمۃ اللہ علیہ کتاب میزان ج ۱ میں لکھتے ہیں :-

" ایک شخص نے کتاب دانیال لے کر کوفہ میں داخل ہوا ، قریب تھا کہ حضرت امام رضی اللہ عنہ اسے قتل کر ڈالیں ، آپ نے اس سے فرمایا

کیا یہاں قرآن اور حدیث کے سوا کوئی کتاب ہے ؟ آپ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ درست رہے جب تک ان میں طالب حدیث رہے

مگر جب انہوں نے علم کو بغیر حدیث کے طلب کیا تو بکھر گئے "

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اپنے مشہور و معروف تصنیف میں معنوا اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یوں عرض کرتے ہیں :-

فاذا سكت ففيلك صمق حله وادانطق فمادحا غليا كا

واذا سمعت فعنك قولاً طيباً واذ انظرت فمادعى الآكا

ترجمہ: ”یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں جب خاموش ہوتا ہوں تو آپ ہی کے تصور میں مستغرق ہوتا ہوں، اور جب بولتا ہوں تو آپ ہی کی مدح سرائی کرتا ہوں، جب سنتا ہوں تو آپ کے اقوال پاک ہی سنتا ہوں اور جب دیکھتا ہوں تو آپ ہی کو دیکھتا ہوں۔“

ان اشعار میں جہاں کائنات فی الرسول کا مرتبہ ظاہر ہو رہا ہے وہاں یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ آپ احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شیعائی تھے لہذا آپ کے جملہ علوم کی اصل اقوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔
حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ حضرت امام کے بارے میں فرماتے ہیں:

روى اشارہ فاجاد فیہا
کطیع ان القصور من المبعث
ولم یک بالعراق ل نظیر
ولا بالمشرقین ولا سکوفہ
انہوں نے اشار (احادیث) کو روایت کیا تو ایسی جلد
پر دوازی دکھائی جیسے شکاری پرندہ بلندہ مقام پر نہ عراق
میں ان کی کوئی مثال تھی اور نہ شرق و غرب اور کوفہ
میں۔

حضرت امام ابوحنیفہ اور فقہ
حضرت امام ابوحنیفہ کہتے ہیں: ”سب سے زیادہ فقیہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے
فقہ میں ان کی مثل کوئی نہیں دیکھا۔“

پھر فرماتے ہیں کہ جب کسی سکہ میں امام ابوحنیفہ اور حضرت سفیان صحیح ہو جائیں تو پھر کون بہت جبران کے مقابل کوئی فتوے
لا سکے اور جو ان دونوں کا اجماعی فیصلہ ہو وہی میرا قول ہے۔“

اور فرمایا کہ ”کسی کے لئے یہ سزاوار نہیں کہ وہ یہ کہے کہ یہ میری رائے ہے لیکن امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو زیبا ہے کہ وہ یہ
کہیں کہ یہ میری رائے ہے۔“ (تبیین الصغیرہ اردو ص ۱۸)

خطیب بغدادی، بشر بن عارث سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن داؤد کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب میں اخذ حدیث
کا قصد کرتا تو حضرت سفیان کے پاس جاتا اور جب اس کی باریکیوں کو حاصل کرنے کا ارادہ کرتا تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس جاتا
جب میں سفیان ثوری کے پاس جاتا تو وہ پوچھتے کہاں سے آئے ہو؟ تو میں کہتا کہ امام ابوحنیفہ کے پاس سے، تو وہ فرماتے
یقیناً تم ایسے شخص کے پاس سے آئے ہو جو روئے زمین پر سب سے بڑا فقیہ ہے۔

(تبیین الصغیرہ اردو، ص ۱۹)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بن زبان کو مخاطب کر کے کہا کہ اے بصریو! میں تم سے زیادہ فقیہ ہوں۔ ابو نعیم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ مسائل میں غوطہ زن رہنے والے شخص تھے۔ عبداللہ بن داؤد خوی نے کہا کہ تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ اپنی نمازوں میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ اس کے بعد فرمایا امام صاحب نے مسلمانوں کے لئے سنن و فقہ کی حفاظت فرمائی۔ بشاد ابن حکیم نے فرمایا کہ میں نے ابوحنیفہ سے بڑھ کر زیادہ عالم کسی کو نہیں دیکھا۔ یحییٰ بن سعید القطان نے فرمایا اللہ جھوٹ نہ بلوائے ہم نے امام ابوحنیفہ سے زیادہ صاحب الہامی کسی کو نہیں پایا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سب لوگ فقہ میں ابوحنیفہ کی فرزندگی میں ہیں۔ نیز فرمایا جو فقہ میں تبصری اور مہارت کا ارادہ کرتا ہے وہ امام ابوحنیفہ کی فرزندگی میں ہے۔ (تبیین الصیغہ اردو ص ۲۰)

سعید بن منصور سے نقل ہے کہ انہوں نے فضیل بن عیاض حنفی (المتوفی ۲۸۴ھ) کو فرماتے سنا ہے کہ امام ابوحنیفہ مرد فقیہ، مشہور بالوع تھے، دافر مال و دولت رکھتے تھے اور ہر ایک پر دل کھول کر خرچ کرنے والے تھے اور رات دن تعلیم علم میں منہمک و مصروف رہتے تھے، عمدہ رات گزارنے والے، خاموش طبع، کم گو، اللہ کی راہ میں خوب خرچ کرتے، بادشاہ کے مال و تحفے سے دور بھاگتے تھے اور جب ان کے سامنے کسی مسئلہ پر حدیث صحیح بیان کر دی جاتی، وہ اس کا اتباع کرتے، درجہ وہ قیاس و اجتہاد خوب فرماتے۔ (تبیین الصیغہ اردو ص ۲۷)

نضر بن شعیب کہتے تھے کہ لوگ فقہ کے معاملہ میں خواب غفلت میں تھے یہاں تک کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے ان کو بیدار کیا اور فقہ کو خوب واضح، نکھار کر بیان فرمایا۔ (تبیین الصیغہ اردو ص ۲۷)

ابن مبارک علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ سے بڑھ کر فقہ میں گفتگو کرتے کسی کو نہیں دیکھا (تبیین ص ۲۷) مگر علیہ الرحمۃ کہتے تھے کہ میں امام ابوحنیفہ سے بہترین کسی شخص کو نہیں جانتا جو فقہ میں عمدہ گفتگو کرے اور اس کا اجتہاد وسیع ہو، از روئے فقہ، حدیث کی تشریح کوتاہ ہو، ان کی معرفت سب سے عمدہ تھی، امام صاحب کی مانند کسی کو زیادہ مہربان نہ دیکھا جو اللہ تعالیٰ کے دین میں شک کا کچھ حصہ بھی رہنے دے۔ (تبیین ص ۲۸)

ابوداؤد کہتے تھے کہ امام ابوحنیفہ کے بارے میں کوئی بدگویی نہیں کر سکتا بجز ان دو شخصوں کے، یا تو وہ ان کے علم سے حسد کہہ نیوالا ہوگا یا وہ ان کے علم سے جاہل و نادان ہوگا اور ان کے تجربہ علمی سے نادان ہوگا۔ (ایضاً ۶)

امام ادنامی اور عمری فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ مشکل سے مشکل مسائل کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے (ایضاً ص ۳) تاریخ بخارا میں بروایت غنجا را از علی بن حاصم ہے کہ انہوں نے کہا اگر روئے زمین کی نصف آبادی کی عقلوں کو امام ابوحنیفہ کی عقل سے وزن کیا جائے تو یقیناً ان کی عقل غالب، وزن دار ہوگی۔ (ایضاً ص ۳۳)

ابوالقاسم غسان بن محمد بن عبداللہ بن سالم تسمی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی منقبت میں لکھتے ہیں :-

وضع القیاس ابوحنیفۃ عدل فناف باوضع حجت و قیاس
والناس یتبعون فیہا قولہ لسا استبان ضیاءہ للناس !
اعندی الامام اباحنیفۃ اذا اتقی من عالم بالشروع والمقیاس !
سبق الائمة فالجميع عیالہ فیما تحراء بحسن قیاس

(تبیین المعیضہ ترجمہ دروازہ رسیدہ نام معین الدین ص ۴۱، ۴۲)

ترجمہ: یعنی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے قیاس و اجتہاد کے تمام دروازے فتح کر کے خوب واضح حجت و قیاس کے ساتھ دیا ہے اور لوگ آپ کے قول کی پیروی کرتے ہیں کیونکہ اس کی ضیاء لوگوں پر خوب روشن ہو چکی ہے، ہر عالم دین اور صاحب عقل و فراست، ملاقات کرتے ہی امام ابوحنیفہ پر فدا ہو جاتا ہے، بعد دوائے تمام ائمہ آپ ہی کے عیال ہیں جس مسئلہ میں بھی اجتہاد کیا، خوب کیا۔

الفقه من ان اردت تفقہا والوجود والمعروف للمنتاب
واذا ذكرت اباحنیفۃ فیہم خضعت لہ فی الرائی کل رقاب

ترجمہ: یعنی ہمارے فقیہ کو اگر تم سمجھنے کی کوشش کرو گے تو ہر صاحب عقل و فراست و شکی ہی پائے گا اور جب تم ان میں امام ابوحنیفہ کا ذکر کرو گے تو آپ کے اجتہاد پر سب کی گردنیں جھک جائیں گی۔ (ایضاً ص ۴۱)

ابوالمؤید موثق بن احمد مکی فرماتے ہیں :-

هذا مذهب النعمان خیر المذاهب كذا القمى الوضاع خیر الكواكب
تفقه فی خیر القرون مع التقی فمذهب لا مثلك خیر المذاهب

ترجمہ: یہ نعمان بن ثابت کا مذہب بہترین ہے، جس طرح چاند خوب روشن ہے اور ستاروں سے خوب بہتر ہے، خیر القرون میں تقویٰ کے ساتھ فقہ مرتب ہوا تو ان کا مذہب بلاشبہ بہترین مذہب ہے۔

سند امام ابوحنیفہ کے جمع کرنے والوں میں سے ایک صاحب نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں یہ صفت منفرد خاص ہے، یہ آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم شریعت کو مدوں کیا اور ابواب میں تقسیم کیا، پھر اس کی پیروی امام مالک بن انس نے "موطا" کی ترتیب میں فرمائی، امام صاحب سے پہلے کسی نے ایسا نہ کیا۔ (تبیین المعیضہ ص ۴۲، ۴۳)

نیز امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالک سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے؟ انہوں نے فرمایا

ہاں دیکھا ہے، وہ ایسے شخص تھے کہ اگر تہجد سے اس سترن کے سونا ثابت کرنے کے دلائل پیش کریں تو:

لقام بحجت (غلیبہ ۳۸ ص ۲۳۸، الکامل ۶۲۵) وہ ضرور اپنی حجت میں کامیاب رہیں۔

مؤرخ اسلام ابن خلدون یوں رقم طراز ہیں:

ما فقہ میں ان کا مقام تاج بند ہے کہ کوئی دوسرا ان کا نظیر نہیں ہو سکتا اور ان کے ہم عصر علما نے ان کی اس فضیلت کا اقرار کیا ہے خصوصاً امام مالک اور امام شافعیؒ (مقدم ابن خلدون)

امام حافظ الدین کردری امام شافعیؒ سے اپنی سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں:

مارأیت افقہ من (مناقب کردری) میں ابوحنیفہ سے بڑھ کر کسی کو فقیہ نہیں پایا۔

ابو حامی ثعلبی سے سوال کیا گیا کہ سفیان بڑے فقیہ ہیں یا ابوحنیفہ؟ تو انہوں نے فرمایا:

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے سوا اگر داور غلام بھی فقہ میں سفیان سے بڑھ کر ہیں؟ (بغدادی)

عبد اللہ بن مقرئ فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی نوجوان ابوحنیفہ سے بڑھ کر فقیہ نہیں دیکھا۔ شیخ الاسلام زید بن ہارون سے پوچھا گیا کہ

سفیان زیادہ فقیہ ہیں یا ابوحنیفہ؟ تو انہوں نے فرمایا ابوحنیفہ زیادہ فقیہ ہیں۔ (بغدادی)

یحییٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں:

لا نکذب والله ما سمعنا احسن من اللہ کی قسم ہم جھوٹ نہیں بولتے، ہم نے امام ابوحنیفہ

مائی انج حنیفہ۔ کی رائے سے کوئی اعلیٰ رائے والا نہیں سنا۔

ابو مطیع الحکم بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی صاحب حدیث امام سفیان ثوری سے بڑھ کر فقیہ نہیں دیکھا مگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

ان سے بڑھ کر فقیہ ہیں۔ ابوسلم ہستلی نے فرمایا اگر تم فقہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو امام ابوحنیفہ کی کتابوں کو ضرور دیکھو کیونکہ میں نے فقہاء میں

سے کسی ایک کو بھی ایسا نہیں پایا جو ان کے قول کو دیکھنا ناپسند کرتا ہو۔ (تاریخ بغدادی)

امام زید بن ہارون سے پوچھا گیا کہ آدمی فتوے کب دے سکتا ہے؟ فرمایا جب امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی طرح اور ان کی مثل

فقیہ ہو جائے، میں نے ابوحنیفہ سے بڑھ کر کسی کو فقیہ نہیں دیکھا اور نہ ہی متودع دیکھا ہے۔ (مناقب موفق و کردری) نیز فرمایا کہ

میں نے ایک ہزار استاد سے علم سیکھا اور حاصل کیا لیکن اللہ کی قسم میں نے ان سب میں ابوحنیفہ سے بڑھ کر صاحب درجہ اور اپنی زبان

کی حفاظت کرنے والا کسی کو نہیں پایا۔ (مناقب موفق)

علامہ ترمذی الدین سبکی شافعی فرماتے ہیں:

وفقہ ابی حنیفہ دقیق لطیفات الشافعیۃ ابوحنیفہ کی فقہ گری اور باریک ہے۔

سلہ امام شافعی ہم عمر نہیں ابوسلمہ، حاکم کے شاگرد و شیواہ محمد کے ذریعہ امام اعظم کے علوم و معارف سے مستفیض ہوئے۔

امام عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں :

وتعلمت الفقہ الذی عندی من میں نے جو علم فقہ حاصل کیا وہ تو ابو حنیفہ ہی سے حاصل
ابو حنیفہ (بندادی، موفق تبیین)

عبداللہ بن داؤد فرماتے ہیں : جب تم فقہ کی بات کیاں حاصل کرنا چاہو تو ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے حاصل کرو۔
حضرت تاج الدین علی بن ابی طالب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ :

ان وضع ثلاثۃ الاثنت وثمانین الف مسألة امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے تراسی ہزار مسائل طے فرمائے
منہا ثمانیۃ وثلاثون الف العبادة جن میں سے اڑتیس ہزار عبادت اور باقی معاملات کے
والباقی فی المعاملات (ذیل الجواہر ج ۲) بارے میں تھے۔

لیث بن سعد نے کہا کہ میں امام ابو حنیفہ کا ذکر سکر مشاق ملاقات ہوا۔ ایک سال مکہ منظر میں تھا کہ ایک شخص کے گرد لوگوں کا جمع دیکھا
ایک شخص نے کہا اے امام ابو حنیفہ ! تو میں سمجھا کہ وہ آپ میں جن کا مجھ کو اشتیاق تھا۔ اس شخص نے عرض کیا میں مالدار شخص ہوں میرا ایک
لڑکا ہے میں اس کی شادی کرتا ہوں جس پر کافی خرچ ہو رہا ہے لیکن وہ چند یوم کے بعد بیوی کو طلاق دے دیتا ہے اور مال میرا ضائع ہو جاتا ہے
اس بارے میں مجھے کوئی مفید ترکیب بتائیے۔ آپ نے فرمایا اسے لونڈیوں کے بازار میں لے جاؤ، جسے وہ پسند کرے خرید لو پھر اس کے
ساتھ اس کی شادی کر دو، اگر وہ طلاق بھی دے دے تو لونڈی تمہاری ملکیت میں رہے گی اور آزاد کرنے کا اسے حق نہیں ہوگا !
لیث بن سعد فرماتے ہیں کہ اس جواب پر میں اتنا متعجب ہوا جتنا فوری جواب پر ہوا۔

ایک شخص نے پوچھا میں نے قسم کھائی ہے کہ میں اپنی بیوی سے کلام نہ کروں گا جب تک وہ پہلے مجھ سے کلام نہ کرے گی، اس پر
اس نے بھی قسم کھائی کہ وہ مجھ سے نہ بولے گی جب تک میں اس سے بات نہ کروں۔ امام صاحب نے فرمایا تم میں سے کوئی بھی عاقل
نہیں۔ دوسرے علماء نے کہا غلط فتوے دیا گیا ہے۔ آپ سے اس سلسلہ میں بحث کرنا چاہی تو آپ نے فرمایا جب اس شخص نے قسم
کھائی تو اس کے فوراً بعد اس کی بیوی نے اسے مخاطب کر کے بات کی اور قسم کھائی لہذا اس کی قسم ختم ہو گئی اور پھر جب اس نے اس کے
ساتھ بات چیت کی تو عورت کی قسم ختم ہو گئی ! تو انہوں نے کہا آپ کے لئے ایسے علم کھوئے جاتے ہیں جن سے ہم غافل ہیں۔

ایک شخص کسی جگہ اپنا مال دفن کرنے کے بعد بھول گیا، گوشتیں بسیار کے باوجود یاد نہ کر سکا۔ حضرت امام کی خدمت میں حاضر
ہو کر عرض کی کہ کوئی حل نکالئے۔ آپ نے فرمایا یہ کوئی مسئلہ تو ہے نہیں، وہ اصرار کرنے لگا تو فرمایا، اچھا آج تمام مات نفل پر بھروسہ اس نے

ایسا ہی کیا۔ بھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ اسے اپنا دینہ یاد آگیا، صبح حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہو کر ماجرا بیان کیا۔ آپ نے فرمایا مجھے معلوم تھا کہ شیطان تجھے رات بھر ناز میں مصروف رہتا نہیں دیکھ سکیگا، لیکن افسوس کہ تم نے بعد میں نماز منقطع کر دی حالانکہ اس کے بعد تو تمہیں بطور شکراۃ نوافل ادا کرنے چاہئے تھے۔

حضرت امام کا استخراج مسائل کا طریقہ غلیظ ابو جعفر المنصور عباسی نے حضرت امام کو ایک خط لکھا کہ مجھے اصرار علی سب سے کہ آپ قیاس کو حدیث پر مقدم رکھتے ہیں، اس کے جواب میں حضرت امام ابو جعفر رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا کہ :-

یا امیر المؤمنین انما اعمل اولاً بکتاب اللہ
ثم بسنة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم
باقضية ابی بکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم
ثم باقضية بقية الصحابة ثم اقیس بعد ذلك
اذا اختلفوا (المیزان اردو نمبر ۴، میرۃ امام ابو حنیفہ ص ۱۲)
تبیین بصیغہ اردو ص ۲۹

اسے امیر المؤمنین میں اولاً کتاب اللہ پر عمل کرتا ہوں۔
پھر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر، پھر حضرات
ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم کے فیصلوں پر، پھر
باقی صحابہ کرام کے فیصلوں پر، پھر اس کے بعد مصلحتاً
ان میں اختلاف پاتا ہوں تو قیاس کرتا ہوں۔

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں:

”میں کتاب اللہ کو دیکھتا ہوں، اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہیں پاتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو لیتا ہوں۔
اگر سنت میں نہیں پاتا تو قول صحابہ کو لیتا ہوں، ان میں سے جس کا قول چاہوں لوں، اور اس کا قول چھوڑ کر غیر کا قول نہیں
لیتا لیکن جب نوبت ابراہیم دشمنی و ابن سیرین و عطاء و عسیم الرحمن تک پہنچ جاتی ہے تو وہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اجتہاد کیا،
پس میں اجتہاد کرتا ہوں جس طرح انہوں نے اجتہاد کیا“ (اقوال صبیحہ ص ۱۱۲)

ابو طیب کہتے ہیں کہ میں ایک روز کوفہ کی جامع مسجد میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا پس سفیان ثوری، مقاتل بن حیان، حماد بن سلمہ اور جعفر صادق رضی اللہ عنہم و غیرہ فقہاء آپ کے پاس آئے اور وہ امام ابو حنیفہ سے کلام کرنے لگے۔ انہوں نے کہا ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ تم دین میں قیاس زیادہ کرتے ہو۔ میں اس سے توجہ نہ دیا۔ جب کہ چونکہ پہلے جس نے قیاس کیا وہ ابیس تھا پس امام صاحب نے حبر کے دن کی صبح سے نواں کسان کے ساتھ مناظرہ کیا اور ان پر اپنا مذہب پیش کیا اور فرمایا میں قرآن پر عمل کرنے کو مقدم کرتا ہوں۔

حدیث پر، پھر صحابہ کے فیصلوں پر متفق علیہ کو مختلف فیہ پر مقدم کر کے، پھر اس کے بعد قیاس کرتا ہوں، اس پر سب کے سب اٹھ کھڑے ہوئے اور امام صاحب کے زانو اور ہاتھ کو ہوسہ دیکر کہنے لگے آپ سید العما ہیں، بے خبری میں ہم سے جو پیلٹاپ کے حق میں جو کوئی وقوع میں آئی، آپ ہمیں معاف فرمائیں۔ امام صاحب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ ہمیں اور تمہیں سب کو معاف کر دے۔ (کتاب میزان امام عبد الوہاب شمرانی بحوالہ اقوال صحیحہ ص ۹)

نیم بن حماد سے مروی ہے انہوں نے فرمایا میں محمد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سنا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث مل جائے تو سر آنکھوں پر اور جب کسی صحابی کا قول ملتا ہے تو ہم اسے اختیار کر لیتے ہیں اور ان کے قول سے باہر نہیں جلتے البتہ جب کسی تابعی کی بات پہنچتی ہے تو ہم مزاحمت کرتے ہیں۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوب نمبر ۵۵ میں فرماتے ہیں :-

”امام ابو حنیفہ در تقلید سنت از ہمہ پیش قدم است و احادیث مرسل را در رنگ احادیث مسند شایان متابعت می داند و بر رأی خود مقدم می دارد و ہم چنین قول صحابہ را بواسطہ شرف صحبت خیر البشر علیہم الصلوٰۃ والسلام و التسلیات بر رأی خود مقدم دارد و دیگران نہ چنین اند“ (اقوال صحیحہ ص ۳۱۱)

ترجمہ : امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ حدیث کی تقلید میں سب سے پیش زد ہیں، آپ مرسل احادیث کو مسند کی طرح قابل اتباع خیال کرتے ہیں اور انہیں اپنی رائے پر مقدم رکھتے ہیں، اسی طرح قول صحابہ کو اپنی رائے پر مقدم رکھتے ہیں کیونکہ ان کو پیغمبر خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کا شرف حاصل ہے، اور دیگر حضرات اس طرح نہیں کرتے۔

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے خود فرمایا :-

”ہمارا قیاس امر الہی کا اتباع ہے کیونکہ ہم اس کو اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یا اللہ صحابہ تابعین میں سے کسی کے قول کی طرف راجع کہتے ہیں پس ہم اتباع کے گرد پھرتے ہیں۔“ (الخیزت الحسان)

حضرت امام رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ :

”ہم پہلے کتاب اللہ پر عمل کرتے ہیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر، پھر اس کے بعد ان احادیث پر جو حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضوان اللہ علیہم سے مروی ہیں۔“ (امام ابو حنیفہ ص ۴۵۰)

ابن جریر علیہ الرحمۃ، طاعلی قاری علیہ رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

”اگر مسئلہ میں صحیح حدیث ہوتی تو آپ (امام ابوحنیفہ) اس کی اتباع کرتے اور اگر حضرات صحابہ اور تابعین سے اس کا حکم ملتا تو ان کی پیروی کرتے ورنہ قیاس کرتے اور عدوہ قیاس کرتے۔“ (الخیرات الحسان، ذیل الجواهر) مولانا، مبارک پوری نے مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص ۱۲ پر اس کا ذکر کیا ہے۔

مذکورہ بالا جملہ جوابات سے یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی ہے کہ حضرت امام رضی اللہ عنہ جلد مسائل شرعیہ کو حل کرنے کے لئے بالترتیب قرآن، سنت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فقہاء و اقوال حضرات خلفاء راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مدد لیا کرتے تھے اگر ان میں مسئلہ حل کے تو تابعین کے اقوال کی طرف متوجہ ہوتے ان میں سے جو بہتر سمجھتے، لے لیتے ورنہ اجتہاد ذاتی سے فتوے دیتے تھے اور یہی محتاط ترین طریقہ ہو سکتا ہے۔

حضرت امام کاویع و تقویٰ | حبان بن موسیٰ سے روایت کرتے ہوئے غلیب بغدادی لکھتے ہیں کہ انہوں نے عبد اللہ بن مبارک کو فرماتے سنا کہ جب میں کوفہ میں آیا تو میں نے لوگوں میں سب سے متورع و پارسا شخص کے بارے

پوچھا تو انہوں نے امام ابوحنیفہ کا نام لیا۔ اور غلیب عامر بن آدم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ انہوں نے فرمایا میں نے امام ابوحنیفہ سے زیادہ متورع کسی کو نہیں دیکھا۔ (تبیین الصغیر اردو)

غلیف منعم نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو دس ہزار درہم پیش کش کی لیکن انہوں نے قبول نہیں کی۔ (ایضاً)

حضرت عبد اللہ بن مسعود کے پڑپوتے قاسم بن معن کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ بہت نیک، پارسا اور سخی تھے۔

یزید بن ہارون (متوفی ۱۷۵ھ) جو امام بخاری علیہ الرحمۃ کے کبار شیوخ سے ہیں اور اصحاب صحاح ستہ کے استاد ہیں، فرماتے

ہیں کہ میں نے بہت لوگوں سے ملاقاتیں کی ہیں لیکن کسی کو بھی امام ابوحنیفہ سے زیادہ عاقل، فضل اور متورع نہیں پایا۔ ابو عبد اللہ

دیکھ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ عظیم الامانت تھے، ان کے قلب مبارک میں اللہ تعالیٰ

کی خلعت و جلالت اور اس کی کبریائی بھر پور تھی، وہ ہر شے پر رضا، النہی کو غالب کہتے تھے، اگر اللہ کی راہ میں ان کو تنواروں کی باڑ

پر اٹھایا جاتا تو بھی گوارا کر لیتے، اللہ تعالیٰ کی ان پر رحمت ہو اور حق تعالیٰ اور اس کے بندے ان سے راضی ہوں، بلاشبہ وہ

ابرار میں سے تھے۔ (تبیین الصغیر مترجم سید غلام معین الدین ص ۱۲)

ابو الجویریہ سے مروی ہے کہ انہوں نے متعدد بزرگوں کے نام گنتے کے بعد فرمایا میں ان کی صحبتوں میں رہا ہوں اور امام ابوحنیفہ

رضی اللہ عنہ کی محبت میں بھی رہا ہوں مگر ان میں سے کسی کو حضرت امام سے زیادہ حسن طریق پر رات گزارنے والا نہ پایا، بلاشبہ میں

حضرت امام کی نسبت میں چھ ماہ رہا لیکن کبھی کسی پیلو پر آرام نہ کرتے دیکھا۔ (ایضاً ص ۱۳)

”چنانچہ شریعت شمع دین و دولت نعمان بن ثابت حقائق عمان، حواہر معانی و دقائق، عارف عالم، صوفی امام
جہاں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کو فی رحمۃ اللہ علیہ جن کی صفت تمام زبانوں نے کی اور جو تمام ملتوں میں مقبول ہوئے،
ان کی تعریف بھلا کون کرے، آپ ریاضت و مجاہدہ غلوت میں کمال کو پہنچے ہوئے تھے اور اصول طریقت و
فروع شریعت میں آپ کا درجہ نہایت رفیع تھا اور آپ کی نظر نہایت نافذ تھی۔ آپ نے بہت سے صحابہ اور مشائخ
کو دیکھا تھا۔۔۔ جب آپ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ مبارک کی زیارت کو آئے تو کہا ”السلام

علیکم یا سید المرسلین!“ جواب لا ”ولیکم السلام یا امام المسلمین!“ (ترجمہ کشف المحجوب از علی غنایت اللہ ص ۱۱۱)

نقل ہے کہ ایک شخص آپ کا مقروض تھا، اسی کے محلہ میں ایک شخص کی وفات کے سلسلہ میں گئے، تمازت آفتاب اور محل
پر تھی اور وہاں اسی مقروض کے مکان کی دیوار علاوہ کوئی اور سایہ نہ تھا، آپ دھوپ میں کھڑے رہے، لوگوں نے کہا کہ دیوار کے سایے
میں آجائیے! آپ نے فرمایا کہ اس مکان کے مالک پر میرا قرض ہے لہذا میں اس کی دیوار کے سایہ سے بھی فائدہ نہیں اٹھا چاہتا کیونکہ
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محل قرض جربہ النعم فہو ربی، میں اگر اس سے فائدہ حاصل کروں تو رب بڑا
ہوسکتا ہے۔ (کتاب مذکور باختصار)

نقل ہے کہ ایک روز آپ بازار میں جا رہے تھے کہ آپ کے کپڑے پر معمولی مقدار مٹی وغیرہ لگ گئی۔ آپ نے اسے دریا پر جا کر
دھو ڈالا، لوگوں نے عرض کیا کہ آپ نے نہاست کی ایک معین مقدار کو جائز رکھا ہے تو پھر اس قدر مٹی کو کیوں دھوتے ہیں؟ آپ نے
فرمایا وہ فتوے ہے اور یہ تقویٰ ہے۔ (کتاب مذکور باختصار)

تامن ابن خلکان شافعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳۸۵ھ) فرماتے ہیں کہ امام حنبل کے مناقب و فضائل کثرت سے ہیں:

لا شئ خف دینہ ولا فی ورعہ و تحفظہ ان کے دین، پرہیزگاری اور تحفظ میں شک نہیں ہوسکتا۔

(اقوال صحیحہ ص ۵۵ بحوالہ دنیات الاحیاء)

علامہ ابن مایہ بن سنی فرماتے ہیں:

واللہ ما رأیت افضل ولا اوسع ولا افقہ لہ کی قسم میں نے آپ (حضرت امام ابوحنیفہ) سے بڑھ کر کسی کو

منہ (اقوال صحیحہ ص ۴۸)

فاضل، پرہیزگار اور فقیہ نہ دیکھا۔

ایک مرتبہ آپ نے کچھ مسلمان تجارت فروخت کرنے کے لئے حفص بن عبد الرحمن کو بھیجا اور ایک تھان کے بارے میں بتلایا کہ اس
میں یہ نقص ہے تاکہ کو بتلادینا، لیکن ان کو بتلانا یاد نہ رہا اور گاہک کے بارے میں بھی یاد نہ رہا کہ کون تھا، آپ نے اس شبہ کے باعث

مال کی تمام رقم مبدقہ کر دی۔ (تبیین المعنیار دوم ص ۲۲)

طبری بذیل وقائع ۱۰۴۹ھ لکھتا ہے کہ اس کی توثیق یا قوت حموی کے بیان سے بھی ہوتی ہے۔ (معجم البلدان ج ۴)

امیر المومنین منصوبہ کرنے حکم دیا کہ کاریگروں اور مستروں کو شام، موصل، جبال، کوفہ، واسطہ اور بصرہ سے جمع کیا جائے، چنانچہ یہ لوگ حاضر کر دئے گئے۔ پھر ایسے لوگوں کو متعین کر لیا حکم دیا جو اپنی فضیلت، عدالت، دین کی سمجھ، امانت اور فن تعمیر میں مہارت رکھتے ہوں، چنانچہ جو حضرات لائے گئے ان میں حجاج بن ارطط اور ابو حنیفہ نعمان بن ثابت بھی تھے۔ پھر آپ نے شہر بغداد کی خانہ بیل ڈالی، بنیادیں کھودنے، اینٹیں بنانے، چونا پکانے کا حکم دیا اور یہ کام شروع کر دیا گیا۔ پہلے پہل اس کام کی ابتداء ۱۰۵۰ھ میں ہوئی۔ (سیرت امام اعظم ابو حنیفہؒ) غیر مقدمہ مولوی محمد صادق سیالکوٹی لکھتے ہیں:-

”آپ (امام ابو حنیفہؒ) بڑے عابد، زاهد، خدا ترس، متقی، پرہیزگار تھے، دل ہر وقت خوفِ الہی سے بھرپور رہتا تھا اللہ کے حضور تضرع کرتے رہتے تھے، بہت کم بولتے تھے، بڑے سیمِ اطیع، بلند اخلاق، پسندیدہ طبیعت، منکسر المزاج، ہنسار، بردبار، عالمِ ہامل اور فرشتہ خصلت انسان تھے، تقویٰ اور خوفِ خدا آپ کی ذات میں کوٹ کوٹ کر تھا، دیانت آپ کی ستم تھی۔ (سبیل الرسول ص ۳۲۲)

سیدنا حسین صاحب (الہدٰی کے امام اور شیخ النکل) کے حالات میں مرقوم ہے کہ آپ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا کرتے تھے، آپ کا جہتہ، متبع سنت، متقی، پرہیزگار ہونا ہی آپ کی فضیلت کے لئے کافی ہے اور آیت ”ان اکرم عند اللہ اتقاکم“ کی بشارت آپ کے لئے خود قرآن کریم میں موجود ہے۔ (الحیات بعد المات ص ۵۹۳)

نواب صدیق حسن خان بھوپالی لکھتے ہیں:-

”امام اعظم ابو حنیفہ کو فی دسے چنانکہ در علم دین منصبِ امامت دارد چنانکہ در زہد و عبادت امام ساکن است“ (تقصیر جہود الاحرار من تذکار جنود الابار ص ۹۳)

یعنی امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ، کو فی علم دین میں جس طرح منصبِ امامت رکھتے ہیں اسی طرح زہد و عبادت میں ساکن کے امام ہیں۔

مولانا میر محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی، حافظ عبدالمنان صاحب الہدٰی و ذریعہ بادی کے حالات میں لکھتے ہیں کہ حافظ صاحب ائمہ دین کا بہت ادب کرتے تھے چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص ائمہ دین خصوصاً امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی بے ادبی کرتا ہے، اس کا خاتمہ چھانٹیں ہوتا۔ (مقام ابو حنیفہ ص ۱۴۸ بحوالہ تاریخ الہدٰی ص ۱۲۲)

مولانا محمد ابراہیم صاحب الہدٰی سیالکوٹی کو حضرت امام سے کچھ بعقیدگی سی پیدا ہو گئی تھی، اس سلسلہ میں لکھتے ہیں جب میں نے اس مسئلہ کے لئے کتب متعلقہ الماری سے نکالیں اور حضرت امام صاحب کے متعلق تحقیقات شروع کی تو مختلف کتب کی

صدق گردانی سے میرے دل میں کچھ غبار سا اٹ گیا جس کا اثر یہ دینی طور پر یہ ہوا کہ دن دوپہر کے وقت جب سورج پوری طرح روشن تھا، یکایک میرے سامنے گھپ اندھیرا چھا گیا ”گو یا ظلمتُ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ“ کا نظارہ ہو گیا۔ معاف خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ یہ حضرت امام صاحب سے بذلتی کا نتیجہ ہے، اس سے استغفار کرو۔ میں نے کلمات استغفار کو دہرانا شروع کیا، وہ اندھیرے فوراً کا فوراً ٹھکے اور ان کی بجائے ایسا نور چکا کہ اس نے دوپہر کی روشنی کو مات کر دیا۔ اس وقت سے میری حضرت امام صاحبؒ حسن عقیدت اور زیادہ بڑھ گئی اور میں ان شخصوں سے جن کو حضرت امام صاحبؒ سے حسن عقیدت نہیں ہے، کہا کرتا ہوں کہ میری اور تمہاری مثال ہے کہ حق تعالیٰ نے منکرین صابغہ قدسیہ حضرت علیؑ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے فرماتا ہے افتخارونہ علیٰ مایسویٰ میں نے جو کچھ بیداری اور ہوشیاری میں دیکھ لیا اس میں مجھ سے جھگڑا کرنا بے سود ہے۔ (تاریخ اہل حدیث ص ۱۷ بحوالہ مقام ابوحنیفہ ص ۱۴۹)

مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی (الجمیٹ) حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تعریف میں یوں رقمطراز ہیں :-
 (امامنا و سیدنا ابوحنیفۃ النعمان ہمارے امام اور ہمارے سردار ابوحنیفہ نعمان رضی اللہ عنہ
 افاض اللہ علیہ شایب العفو والغفران۔ اللہ تعالیٰ ان پر عفو و مغفرت کی موسلا دھار بارش
 (مبارک الحق ص ۱) نازل فرمائے۔

پھر لگے لگتے ہیں :-

”ان کا مجتہد ہونا اور متبع سنت اور متقی و پرہیزگار ہونا کافی ہے ان کے فضائل میں، اور آیہ کریمہ ”ان اکرم عند اللہ اتقاکم“ زینت بخش مراتب ان کے لئے ہے۔“ (مقام ابوحنیفہ بحوالہ مبارک الحق ص ۱۷ تاریخ الجمیٹ ص ۱۷)

ادید فرماتے ہیں کہ امام اعظم امام ابرہہ مروارین اہل کشف و شادہ ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱، ص ۲۴۰)

امام شافعی شافعی اپنے پروردگار حضرت سید علی غوام شافعی سے مادی کی امام ابوحنیفہ کے مدارک متنے دقیق ہیں کہ اکابر ادبیا کشف کے سو کسی کے علم کی رسائی وہاں تک معلوم نہیں ہوتی۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱، ص ۲۴۰)

امام اہل مشاہدہ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے حکم فرمایا کہ ماہر متعلیٰ نجاست فلیظہر کہ وہ اسے ان گندگیوں سے لہڑا ہوا دیکھتے تھے تو انہیں اہل حکم کے سوا کیا گنجائش ہوتی، آدمی آنکھوں دیکھی بات کیسے دکرے، امام عبد الوہاب قدس سرہ کہ اکابر ملائے شافعیہ سے ہیں میزان الشریعہ اکبر میں فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے سردار حضرت علی غوام رضی اللہ عنہ کو کہ وہ بھی شافعی ہیں، فرماتے سنا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مدارک باریک ہیں، قریب ہے کہ ان پر مطلع نہ ہوں مگر اکابر ادبیا اہل مشاہدہ۔۔۔۔۔ امام صاحب لوگوں کا آب و خود دیکھتے، بعینہ ان گناہوں کو پہچانتے جو محل کر پانی میں گرے اور خدا ہر اہل حق نے یہ دھوکہ گناہ کبیرہ کا ہے یا منیو کا۔۔۔۔۔ اور فرمایا ہم کو روایت پہنچی کہ وہ جامع مسجد کوذ کے حوض پر تشریف لے گئے۔ ایک جوان دھوکہ دیا تھا اور اس کا پانی جو ٹپکا امام صاحب نے اس پر نظر ڈالی، فرمایا، بیٹے، ماں باپ

کما یاد دینے سے توبہ کر، اس نے توبہ کی۔ ایک شخص کاغسار دیکھ کر فرمایا، بھائی زنا سے توبہ کر، اس نے کہا میں نے توبہ کی۔۔۔۔۔ ایک اور کاغسار دیکھ کر فرمایا شراب پینے اور مزامیر کھینے سے توبہ کر، اس نے کہا میں تائب ہوا۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے مقلدوں پر رحمت فرمائے، انہوں نے چھوٹے چھوٹے جھوٹے جہاد سے طہارت کو منع فرمایا۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۱، ص ۲۳۵)

حضرت داماد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

۵ آپ (امام ابوحنیفہ) کی پارسائی میں بہت سے طریقے ہیں اور آپ کے مناقب بے شمار ہیں، یہ کتاب ان کی متعل نہیں ہو سکتی، اور میں جو علی بن عثمان جلابی کا ہوں، ملک شام میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ مؤذن کے درجن پر سویا ہوا تھا میں نے اپنے آپ کو خواب میں مکہ منظر میں دیکھا۔ دیکھتا ہوں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنی شیبہ کے دروازہ کے اندر تشریف لائے اور ایک بوڑھے کو مثل لڑکے کے بغل میں دبائے ہوئے قدم نیچے فرما رہے ہیں، میں محبت کی رو سے دوڑ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے پاؤں کو بوسہ دیا۔ میں تعجب میں تھا کہ وہ بوڑھا کون ہے، تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معجزانہ طاقت سے میرے باطن اور فکر پر اطلاع پائی۔ آپ نے فرمایا یہ تیرے امام ہیں اور تیری ولایت کے ہیں یعنی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ، اور مجھ کو اس خواب سے بڑی امید ہوئی اور اپنے شہر کے لوگوں پر بھی بڑی امید ہوئی۔۔۔۔۔ (پھر آگے لکھتے ہیں) جیسے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے غطا صادر نہیں ہو سکتی دیکھو ہی ان سے غطا صادر نہیں ہو سکتی۔ (کشف المحجوب اردو ج ۱ ص ۱۱۹)

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جا رہا تھا کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا یہ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں جو بات کو نہیں سونے، اس پر امام صاحب نے فرمایا خدا کی قسم لوگ میری نسبت وہ بات کہیں جو میں نے نہیں کی، پس آپ تمام رات نماز و دعا، تضرع میں گزارتے۔ (اقوال صحیحہ، علامہ نور بخش توکل علیہ الرحمۃ ص ۱۵۸)

حضرت امام رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منصور سال امداد دینا چاہتا تھا لیکن آپ انکار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں :-

۶ امیر المؤمنین نے خود اپنے ذاتی مال سے کبھی کوئی چیز مجھے کبھی عطا نہیں فرمائی مجھے میں نے واپس کیا ہو، مگر ہوتا یہ ہے کہ اہل خانہ کے بیت المال سے مجھے دیتے ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ بیت المال سے مجھے لینے کا کوئی حق حاصل نہیں مسلمانوں کی طرف سے میدان جنگ میں اگر رطائی کرتا تو سمجھتا کہ مجھے فوجیوں کو بیت المال پر حق ہے مجھے بھی اپنا حق ملا ہے، اسی طرح فوجیوں کے بل بچوں اہل عیال کو ملتا ہے سو میں وہ بھی نہیں۔ اگر میرا شمار مسلمانوں کے ہمارا اور مغلس لوگوں میں ہوتا تو فقراء کی مدد سے لینے کا حق مجھے ہوتا، لیکن بھلا اللہ میں محتاج و فقیر نہیں ہوں۔ (مناقب موفی ج ۱)

آپ کے کارندہ نے ایک دفعہ ایک کپڑا جس کی قیمت چار سو درہم تھی، ایک ہزار درہم میں فروخت کر دیا۔ آپ کو معلوم ہو گیا تو خریدار کے پیچھے مدینہ منورہ جا کر چھ سو درہم واپس کئے۔ (ایضاً ج ۱)

ایک دفعہ آپ کے ملازم نے مال تجارت میں تیس ہزار روپیہ بیع کیا یا مگر حضرت امام رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس میں کچھ غلط تھا ، آپ نے تمام رقم صدقہ کر دی۔ (ایضاً)

ایک مرتبہ لوٹ مار کی بکریاں کو ذرا گئیں اور کوڑہ کی بکریوں میں ان کا اختلاط ہو گیا تو آپ نے بکری کی عمر کے برابر یعنی قریباً سات سال تک کوڑہ کی بکریوں کا گوشت کھانا ترک دیا۔ (ایضاً)

زہد و اتقا اور خشیت الہی کی ان سے بہتر مثال کوئی پیش کر سکتا ہے ؛ حضرت امام رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت پانچ کروڑ کی امانتیں آپ کے گھر موجود تھیں۔ (ایضاً)

حافظ محمد بن ابراہیم علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کی فضیلت ، عدالت ، تقویٰ ، امانت تو اتر کے ساتھ ثابت ہے۔ (الروض الباقی ج ۱)

مذہب حنفی اور اس کی مقبولیت | ابن خردادبہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو القاسم علی بن حسین بن عبد اللہ شافعی سے سنا کہ وہ فرماتے ہیں ، میں نے ابو القاسم بن برہان نحوی کو کہتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن کو فہم و

فراست سے نوازا ہے وہ مذہب کے اعتبار سے ابوحنیفہ ہیں۔ (تبیض العیض ص ۳۳)

حضرت ابو یوسف یعقوب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے لئے یہ اشعار موزون فرمائے :

حسب من الخیرات ما اعدت یوم القیمة فی رضی الرحمن

دین النبی محمد خیر الوری شواہت قادی مذہب النعمان

ترجمہ : اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے قیامت کے دن میرے اعلیٰ نامہ میں یہ نیکی کافی ہوگی کہ میں سید عالم خیر الوریؐ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر ہوں اور امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مذہب پر میرا ایمان ہے۔ (ایضاً)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں :

”۔۔۔۔۔ ایسی مناسبت کیونکہ جو امام اعظم رضی اللہ عنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے رکھتے ہیں جو کچھ کہ حضرت خواجہ محمد باہر سار رحمۃ اللہ

علیہ نے اپنی کتاب فصول سستہ میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے کے بعد حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے

مذہب پر عمل کریں گے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اجتہاد امام اعظم کے اجتہاد کے موافق ہوگا نہ کہ وہ تقلید کریں گے کیونکہ حضرت

عیسیٰ علیہ السلام کی شان اس سے بہت بلند ہے کہ وہ علمائے امت میں سے کسی کی تقلید کریں ، تکلف اور تعصب کی تلاوت کے

بغیر یہ کہا جاسکتا ہے کہ کشتی نگاہ میں حنفی مذہب کی نورانیت بڑے دریا کی مانند دکھائی دیتی ہے اور دوسرے مذاہب جو ضلالت اور

تالیوں کی صورت میں دکھائی دیتے ہیں اور ظاہری طور پر یہ بات دکھائی دیتی ہے کہ اہل اسلام کی بڑی اکثریت امام اعظم کی پیروی

کرتی ہے۔ ان سب سے اللہ راہی ہو۔“ (مکتوبات امام ربانی دفتر دوم حصہ ہفتم مکتوب نمبر ۵۵ ، ترجمار دو)

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نوفل بن حیان نے وفات پائی تو میں نے خواب دیکھا کہ قیامت برپا ہے تمام مخلوق حسابگاہ میں کھڑی ہے میں نے پیڑ علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ حوض کے کنارے کھڑے ہیں، ایک سفید بالوں والے خوبصورت بوڑھے کو دیکھا کہ وہ حضور علیہ السلام کے رخساروں پر منہ رکھے ہوئے ہے اور آپ کے سامنے میں نے نوفل بن حیان رضی اللہ عنہ کو دیکھا جب اس نے مجھے دیکھا تو میرے پاس آیا اور سلام کیا میں نے کہا مجھے پانی پلاؤ۔ نوفل نے کہا میں پیڑ علیہ السلام کی اجازت سے لوں۔ حضور علیہ السلام نے اسے اشارہ کیا کہ پانی پلاؤ، اس نے مجھے پانی پلایا اور میرے سامنے والوں کو بھی دیا، سب نے پی لیا لیکن اس پیالے کا پانی ویسے کا دیا ہی رہا، اس میں سے کچھ کم نہ ہوا۔ میں نے پوچھا اے نوفل! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے داینی طرف کون ہے جو بوڑھے آدمی میں تو اس نے کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور آپ کے بائیں پہلو پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ (کشف المحجوب، ترجمہ اردو، ص ۱۱۱)

ابو مالک اشجری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قرایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم لوگ گمراہی کی بات پر متفق نہ ہو گے (ابوداؤد)۔۔۔ ملاحظہ کریں کہ اللہ عزوجل نے مذہب حنفی کو اتنی وسعت دی کہ ہر زمانہ میں کھر پڑھنے والوں میں سب سے زیادہ تعداد حنفی مقلدوں ہی کی رہی اور ہمیشہ ہمیشہ عام خواص، علماء، مشائخ، ادیب، کرام، صوفیاء، عظام و محدثین یکے بعد دیگرے حضرت سے اپنی نسبت باعث فخر تصور کی، آج بھی دنیا بھر کے سرکردہ مسلمانوں میں سے قریباً پچاس لاکھ کروڑ مسلمان حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مقلد ہیں اور دنیا کے ہر ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔

آخر شافعیہ فرماتے ہیں کہ مذہب امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مدارک ایسے دقین ہیں جن کو اکابر اولیاء ہی پہنچاتے ہیں۔ (فتاویٰ حنفیہ ج ۱ ص ۴۵)

حضرت امام شعرانی فرماتے ہیں :

”امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب سب مذہبوں سے پہلے جمع کیا گیا اور سب سے خیر ختم ہو گا جیسا کہ بعض اہل کشف نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے امام صاحب کو اپنے دین اور بندوں کے لئے امام پسند فرمایا آپ کے مقلدین ہر زمانہ میں بڑھتے رہے ہیں اور قیامت تک بڑھتے رہیں گے۔“ (اقوال صحیحہ ص ۲۹۲)

طاعی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاة شرح مشکوٰۃ جزء اول میں فرماتے ہیں :-

”امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مقلدین دیگر تمام ائمہ کے مقلدین سے زیادہ ہیں جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع باقی انبیاء کے اتباع سے زیادہ ہیں اور ایک روایت میں آیا ہے کہ وہ اہل جنت کی دو تہائی ہوں گے اور حنفیہ بھی تمام مومنین کی دو تہائی ہیں، واللہ اعلم۔“ (اقوال صحیحہ ص ۲۹۳)

علامہ سید محمد تقی رحمۃ اللہ علیہ عقود الجواہر النبیۃ جزء اول میں فرماتے ہیں :-

”امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب قیامت کے دن تک باقی رہے جیسے جیسے یہ مذہب پرانا ہوتا جاتا ہے اس کی برکت اور نور بڑھتا جاتا ہے۔“ (اقوال صحیحہ ص ۲۹۳)

حضرت شاد دل اللہ صاحب دہلوی فرماتے ہیں :

عرفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان فی اللہ
الحنفی طریقۃ انیقۃ ہی اوفق الطرق بالسنتہ
المعروفۃ التی جمعت ونقحت فی زمن البخاری
واصحابہ ۔ (فیوض الحرمین)
مجھے خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ مذہب حنفی
میں ایسا طریقہ ہے کہ وہ زیادہ موافق ہے سنت نبوی
مشکوہ کے جو جمع اور صاف کی گئی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ
اور ان کے زمانہ میں۔

مطلب یہ ہوا کہ حنفی مذہب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔

سماوات و اخلاق کریمانہ | حضرت امام عظیم رضی اللہ عنہ کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اپنے اپنی ذاتی آمدنی کا زیادہ تر صرف
تعلیم کی اشاعت پر کیا، طلباء میں سے جہاں کہیں جو ہر قابل نظر یا اسے نیکو سادگی سے بے فکر کرد یا بیانی

ان کے ذاتی اخراجات ہی نہیں بلکہ ان کے خاندان تک کی کفالت خود فرمائی۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ایسی ہی خوش بہنوں میں سے تھے
علامہ قطیب اور صدر الاثر اپنی سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں کہ حضرت امام اپنی ذاتی آمدنی سے :

فیشتی بہا حواجر الاشیاء من المحدثین
واقواتہم وکسوفہم وحمیمہ حواجرہم
شیخ محمد ثمین کی ضروریات پوری کرتے تھے، ان کی
خوراک لباس اور تمام ضروریات کی چیزیں ان کو خرید کر
دیتے تھے۔

اور امام احمد رالاثر روایت کرتے ہیں :

وما کان یسدع احد من المحدثین
الابوہ بن داود (مناقب موفق ج ۱)
(امام ابو حنیفہ) محدثین میں سے کسی ایک کو بھی ایسا نہ چھوڑتے
تھے جس کے ساتھ وسیع چہان پر عطیہ اور حسن سلوک سے
نہ پیش آتے ہوں۔

ان حوالہ جات سے جہاں آپ کی فیاضی ظاہر ہو رہی ہے، وہاں یہ بھی چہ چلتا ہے کہ آپ کو حدیث سے محدثوں سے کتنی محبت تھی۔ آپ
نہایت رحمدل، دیانت دار، عبادت گزار، غیبت سے پرہیز کرنے والے، ناروا الفاظ سے زبان روکنے والے اور متحمل مزاج تھے، پوری زندگی
بھر کسی پر غصہ نہیں کی۔ ہمدگوں کی تعلیم و تکریم کا یہ عالم کہ زندگی بھر اپنے استاد حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ کے مکان کی طرف بھی پاؤں نہیں کئے،
سماوات و فیاضی کا یہ عالم کہ اپنے غنے والوں میں سے کسی کو کبھی فقر میں مبتلا نہیں ہونے دیا، اپنی آمدنی کا اکثر حصہ لوگوں کی ضروریات پوری کرنے
پر ہی صرف کرتے تھے۔ قرضہ اداں کا قرض معاف فرما دیتے، مقروضوں کے قرض خود ادا فرما دیتے۔

آپ کے لئے حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ نے سوۃ فاتحہ ختم کی تو ان کے استاد کو پانسو درہم اور بردایتے ایک ہزار درہم عطا فرمائے اور فرمایا :

یہ عظمت قرآن شریف کا اظہار ہے اور میرے پاس اس وقت اتنی رقم ہی تھی ورنہ اس سے بھی زیادہ دیر پیش کرتا۔۔۔۔۔ ابواہم بن ہبیرہ چار ہزار درہم سے زیادہ قرض تھا۔ ان کے عزیزوں نے چندہ اکٹھا کر کے قرض اٹا لیا۔ آپ کو علم ہوا تو تمام قرضہ خود اتار دیا اور کہا لوگوں سے

جو کچھ لیا ہے واپس کر دو۔ اگر کوئی شخص کوئی تحفہ پیش کرتا تو اس سے کسی گنا زیادہ اس کو دے چھوڑتے اور فرماتے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو شخص تمہارے ساتھ بھلائی کرے اس کی مکافات کرو اور اگر مکافات کے لئے کچھ نہ پاؤ تو اس کی تعریف و توصیف ہی کرو اور فرماتے یہ حدیث بھی بتاؤ ہے

وصال بعد امیر المؤمنین منہو، بغداد میں نماز پڑھتے ہوئے بحالت سبہ آپ کا انتقال ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر ستر سال تھی۔ آپ کی وفات ۳۵ھ میں (برداشت ۴۴ شعبان) ہوئی۔ قاضی شمس حسن بن عمار نے آپ کو غسل دیا، نہلاتے

جلتے اور کتے اللہ تم سب سے بڑے فقیر، بڑے عابد، بڑے زاہد تھے۔ تم میں تمام خوبیاں جمع تھیں، تم نے اپنے جانشینوں کو مایوس کر دیا کہ وہ تمہارے مرتبے کو پہنچیں، ملا مر ابن حجر مکی نے روایت کی ہے کہ ارشاد فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عالم کی رونق ۳۵ھ میں اٹھ جلے گی۔ امام شمس الدین کروری نے فرمایا کہ اس حدیث سے مراد امام اعظم رضی اللہ عنہ ہیں کہ ان کا وصال ۳۵ھ میں ہوا۔

(جواہر البیان ترجمہ الخیرات الحسان ص ۳۲)

نماز جنازہ میں پہلی مرتبہ پچاس ہزار افراد نے شرکت کی لیکن لوگوں کی آمد کا سلسلہ جاری۔ حتیٰ کہ چھ مرتبہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔ آخری مرتبہ نماز جنازہ حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ، آپ کے فرزند نے پڑھی۔ خلیفہ منہو نے قبر پر کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھی۔

(امام ابو حنیفہ، از ابو زہرہ ص ۹۱)

مؤرخ خلیفہ کہتے ہیں کہ دفن کے بعد بھی بیس دن تک لوگ ان کی نماز جنازہ پڑھتے رہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خاص و عوام میں آپ کی کتنی مقبولیت تھی۔

خیزمان کے مقبرہ میں جو عباسی خاندان کے خلفاء کے لئے مخصوص تھا اس میں آپ کو دفن کیا گیا خیزمان ہارون رشید عباسی کی والدہ کا نام تھا جن کے نام سے قبرستان منسوب ہوا۔

آپ کی وفات کے بارے میں مناقب النعمان ج ۲ میں اس طرح رقم ہے :

”امیر المؤمنین ابو جعفر نے امام ابو حنیفہ کو کوفے سے بغداد بلایا تھا اور اپنے ہی پاس انہیں ٹھہرایا تھا، کئی مرتبہ

انہیں قاضی بنانا چاہا مگر وہ نرمی اور ادب کے ساتھ قسم قسم کے جیلوں سے ملتے رہے تا آنکہ انہیں معاف رکھا

گیا مگر مکہ دیا کہ بارگاہ میں حاضر رہیں تاکہ مختلف شہروں سے جو عملی مسائل اور معاملات آئیں ان پر نگاہ ڈالیں اور

مناسب احکام صادر کریں چنانچہ انہی کی خدمت میں وہ مستقل طور پر بغداد میں رہے، آپ انہیں کوفہ واپس جانے

کی اجازت نہیں دیتے تھے تا آنکہ وہیں انہوں نے (امام ابو حنیفہ) نے وفات پائی۔ (سیرۃ امام اعظم ابو حنیفہ ص ۱۲۱)

طبری کی ایک روایت کے مطابق منعمو نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو قضاء اور نظام کی دادرسی کی خدمت پیش کی مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اس پر منعمو نے قسم کھائی کہ انہیں اس وقت تک نہیں چھوڑیں گے جب تک وہ کوئی خدمت انجام نہ دیں امام ابوحنیفہ نے جب یہ خبر سنی تو انہوں نے ایک چھڑی منگوائی اور جس شخص نے انہیں بنائی تھیں اس کی انہیں گنیں، ابوحنیفہ نے اپنے شخص سے یہ منعمو نے چھڑی ت انہیں گنیں (یہ چھڑی ایک معیاری گز تھا جس سے پیمائش کر کے اینٹوں کی تعداد معلوم کی جاتی تھی) امام کی ایجاد تھی، اس طرح انہوں نے ابوحنیفہ کی قسم پوری کر دی، پھر وہ بیمار پڑ گئے اور بغداد میں وفات پائی۔ (سیرۃ امام ابوحنیفہ ص ۱۲۷)

مروج المسند تا بیعت مسعودی میں ہے :

”مشہد ہیں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ۔۔۔۔۔ انہوں نے بعد الموت وینداو۔۔۔ وفات پائی نماز پڑھتے

ہوئے مسجد کی حالت میں ان کا انتقال ہوا اور وہ اس وقت شہر برکس کے تھے (اصحاح)

ابن قتیبہ توفی مشہد نے المصارف میں زیر عنوان ”ابوحنیفہ صاحب الراۃ“ یوں لکھا ہے :

”آپ کی وفات بغداد میں ہوئی، رجب ۱۵۰ھ، اس وقت آپ کی عمر ستر برس تھی اور مقابضہ زبان میں دفن کیے گئے“ (ایضاً)

آپ کی وفات پر خواص و عوام نے نہایت رنج و غم کا اظہار کیا۔ محدث ابن جریر نے کہا کہ سب سے بڑا عالم جاتا رہا شعبہ بن الحجاج جو آپ کے شیوخ میں سے تھے فرمایا کہ کوفہ میں اندھیرا چھا گیا، عبداللہ بن مبارک نے قبر پر کھڑے ہو کر کہا اے ابوحنیفہ اللہ آپ پر رحم کرے اور ہم پر رحم کرے تو اپنا جانشین چھوڑ گئے، افسوس کہ تم نے تمام دنیا میں کسی کو اپنا جانشین نہ چھوڑا۔

مشہد ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ، آپ کا مزار آج تک بوسہ گاہ خلافت ہے سلطان الپ ارسلان سلجوقی نے مشہد میں آپ کی قبر پر ایک قباور قریب ہی مدرسہ تعمیر کرایا۔ بغداد میں یہ سب سے بڑا پسماندہ مدرسہ تھا۔ ابن بطوطہ اپنے سفر نامہ میں لکھتا ہے کہ تمام بغداد میں مشہد ابوحنیفہ کے سوا کوئی زائر یہ موجود نہیں جہاں سے مسافروں کو کھانا ملتا ہو۔

آج تک علماء و مشائخ و سلاطین اس مزار سے فیض حاصل کر رہے ہیں اور نذرین پیش کرتے ہیں سلطان ناصر الدین شاہ ایران اپنے حالات سفر میں لکھتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ کے مزار پر فاتحہ پڑھی اور نذر چڑھائی حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں روزانہ حضرت امام کے مزار پر حاضری دیتا ہوں اور جب کوئی حاجت ہوتی ہے تو آپ کے وسیع سے دعا مانگتا ہوں تو حاجت پوری ہو جاتی ہے، بلکہ آپ کا فرمان ہے کہ حضرت امام کا مزار قضاے حاجات کے لئے تریاق ہے احتراماً امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے مزار پر طریق حنفی کے مطابق نماز ادا فرماتے تھے۔

خطیب بغدادی اپنی مسند میں محمود سے روایت کرتے ہیں (جو اہل مال میں شمار ہوتے تھے) کہ میں نے محمد بن الحسن کو خواب میں دیکھا میں نے پوچھا آپ پر کیا گزری؟ فرمانے لگے اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا کہ میں نے تجھے علم کا ظرف اس لئے تو نہیں بنایا تھا

جناب سید شرافت نوشاہی سجادہ نشین حضرت حاجی محمد گنج بخش ماہر پال شریف

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کو فی اللہ

یہ مضمون دراصل حضرت سید شریف احمد شرافت نوشاہی مدظلہ سجادہ نشین حضرت حاجی محمد نوش گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی مختصر مکتبہ جامع تصنیف ہے جس کا نام القول المعظم فی مناقب الامام الاعظم ہے وادارہ آپ کا سپاس گزار ہے کہ آپ نے اسے من و عن چھاپنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ آپ ملک کے مایہ ناز ادیب محقق، مؤرخ، نقاد اور صاحب حال بزرگ ہیں۔

آپ امام الامہ، ائمہ اربعہ مجتہدین میں سے پہلے امام تھے۔ آپ کے علمی کمالات اور فقہی درجات کا کوئی شمار نہیں۔ حضرت مولانا ابوالجہد شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تحصیل التعرف فی معرفۃ الفقہ والتصوف میں حضرت امام اعظم کے احوال اور فضائل و مناقب میں بہت کچھ لکھا ہے۔

حضرت سیدنا امام ابو حنیفہ کے مناقب عالیہ اس قدر زیادہ ہیں کہ دوسرے ائمہ کے مناقب آپ کے مقابلہ میں عشر عشر کی حیثیت نہیں رکھتے، ان میں سے کچھ مناقب شیخ شہاب الدین احمد بن الجمری نے جو اپنے زمانہ کے اکابر علمائے شافعیہ میں سے تھے، ایک کتاب میں جمع کئے ہیں جس کا نام الخیرات الحسان فی مناقب النعمان رکھا ہے ہم اس میں سے کچھ نقل کرتے ہیں نیز صاحب مسند امام اعظم نے جو طبقات الحنفیہ سے ذکر کیا ہے اس سے بھی اقتباس پیش کرتے ہیں اور جامع الاصول کے حوالے سے آغاز تحریر کرتے ہیں۔

آپ ابو حنیفہ، ثابت کے بیٹے ہیں۔ ابن زوطی بن ماہ، امام فقیہ کوئی تیم اللہ بن ثعلبہ کے غلام ہیں۔ آپ کا دادا زوطی بل کابل سے تھا، بعض نے بل بابل اور بعض نے بل انبار سے بتایا ہے۔ بنی تیم اللہ بن ثعلبہ کا غلام تھا، آزاد کیا گیا، اس کے بعد اس کا بیٹا ثابت اسلام میں پیدا ہوا اور اسمعیل بن حماد بن امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ ہم اولاد فارس میں سے ہیں اور آزاد ہیں، خدا کی قسم ہم پر کبھی غلامی واقع نہیں ہوئی، اور آپ کا نسب اس طرح بیان کرتے تھے: نعمان بن ثابت بن طاؤس بن ہرمز بن النضر بن عادل، اور صاحب طبقات نے آپ کا نسب سلاطین مجسم ہرام، اسفندیار، دارا،

اور منوچہر سے ملا ہوا ہے۔ آپ کے دادا آپ کے والد کو حضرت علی کی خدمت میں لے گئے، انہوں نے برکت کی دعا دی۔

آپ سندھ مجری میں پیدا ہوئے۔ صاحب جامع الاصول نے لکھا ہے کہ آپ درمیانہ قد، درازی مائی تھے۔ گندم گوں، روشن چہرہ، سب لوگوں سے خوبصورت، خوش کلام اور فصیح اللسان تھے۔ خدا کی نعمتوں سے معمور، بڑے سخی اور اپنے اقران سے نہایت خوش خلق۔ آپ عالم، زاہد، عابد، متورع، پرہیزگار، علوم شریعت میں برگزیدہ امام تھے۔ آپ کے مناقب و فضائل بے شمار ہیں۔ آپ کسب کر کے روزی کماتے تھے، رزق حلال پیدا کرتے تھے اور اپنے استادوں کی جماعت پر صرت کرتے تھے اور لوگوں کے تحفے تحائف قبول نہیں کرتے تھے اور جب کبھی اپنے اہل و عیال کے لئے کوئی چیز خریدتے تو اپنے اساتذہ علماء کو بھی بھیجتے، اور جب نیا لباس پہنتے تو بھی اس کی مثل استادوں کو پہنچاتے۔ جب کوئی میوہ یا کھجوریں یا کوئی چیز اپنے یا اپنے عیال کے لئے لیتے تو جب تک شیوخ علماء کو بھی ویسی ہی چیزیں نہ دے لیتے، خود استعمال نہ کرتے۔ آپ کلام نہیں کرتے تھے مگر جواب، بے مقصد باتوں میں کبھی غور و غوض نہ کرتے۔ آپ لباس عمدہ پہنتے، خوشبو کا بہت استعمال کرتے۔

آپ کے زہد و کرم اور سخاوت کے متعلق شفیق بن ابراہیم طنجی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام ابو حنیفہ کسی بیمار کی عیادت کو جا رہے تھے، میں بھی ساتھ تھا۔ ایک شخص نے دور سے آپ کو دیکھ لیا اور شرمندگی کے مارے راستہ چھوڑ دیا۔ جب آپ نے اس کو دیکھا تو ہلکا کر پوچھا کہ تو راستہ سے الگ کیوں ہو گیا؟ اس نے کہا کہ میں نے آپ کا دس ہزار درہم دینا ہے، بہت زیادہ مدت گزر چکی ہے کہ میں ادا نہیں کر سکا۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ! یاد تک بات پہنچ چکی ہے، جا میں نے سارا قرضہ تمہیں بخش دیا اور جو کچھ مجھ کو دیکھ کر تیرے دل میں بات آئی اسے معاف کر دینا، اس وقت میں نے جان لیا کہ آپ حقیقی زاہد ہیں۔

آپ نے کپڑا فروخت کرنے کے لئے ایک دکیل کو بھیجا، ان میں ایک کپڑا ادا غدار تھا۔ آپ نے اس کو فرمایا کہ نیچے کے وقت خریدار کو اس کا عیب بتا دینا۔ وہ سارا مال فروخت کر آیا اور اس کو وہ عیب بتانا بھول گیا۔ جب آپ کو پتہ چلا تو آپ نے اس کپڑے کی ساری قیمت جو تیس ہزار درہم تھی، راہ خدا میں صدقہ کر دی۔

آپ نے چالیس سال تک عشاء کے دنوں سے فجر کی نماز پڑھی اور تیس سال تک متواتر روزے رکھے۔ آپ عام طور پر رات کو ایک رکعت میں پورا قرآن ختم کیا کرتے تھے۔ جس جگہ پر آپ نے وفات پائی اس جگہ پر آپ نے زندگی میں سات ہزار قرآن ختم کیا تھا۔ آپ رمضان شریف کے مہینے میں روزانہ ایک قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے۔

عید کے روز دو ٹم کرتے اور ہر سال حج کیا کرتے یہاں تک کہ بچپن حج کئے جس وقت آپ نے اپنے بیٹے حماد کو استاد کے پاس پڑھنے کے لئے بٹھایا، استاد اس کو لفظ الحمد للہ پڑھایا تو آپ نے استاد کو پانچ سو درہم بھیجے۔

بعض اہل مناقب نے لکھا ہے کہ جب آپ نے حج کیا تو کعبہ شریف کے اندر نماز ادا کی، ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر نصف قرآن پڑھا، باقی نصف قرآن دوسرے پاؤں پر کھڑے ہو کر پڑھا اور اس طرح ختم کیا اور عرض کیا اے میرے پروردگار! میں نے اپنی استعداد کے مطابق تجھے پہچانا اور تیری عبادت کا حق مجھ سے ادا نہیں ہو سکا، اسی وقت کعبہ شریف کے ایک گوشے سے آواز آئی "تو نے اچھی پہچان کی اور خالص عبادت کی، ہم نے تجھ کو اور قیامت تک جو شخص تیرے مذہب پر ہوگا، سب کو بخش دیا۔"

بعض اہل مناقب نے ذکر کیا ہے کہ آپ اس قدر روتے تھے کہ آپ کا رونا سن کر آپ کے ہمسائے جسم کھاتے تھے اور سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ جب آپ مکہ شریف میں گئے تو آپ کے وقت میں کوئی آدمی ایسا نہ تھا جو آپ سے زیادہ نماز پڑھتا ہو۔ آپ نماز میں کثرت قیام کی وجہ سے دُند (میخ) مشہور ہو گئے تھے، کہتے ہیں امام ابوحنیفہ کا ایک ہمسایہ تھا اس کی ایک لڑکی جب کبھی رات کو باہر نکلتی تو آپ کو قیام نوافل میں دیکھ کر سمجھتی کہ یہ کوئی درخت کھڑا ہے۔ جب آپ کی وفات ہو گئی تو اس نے اپنے والد سے پوچھا کہ امام ابوحنیفہ کے گھر میں ایک درخت تھا وہ کہاں گیا؟ وہ شخص رو پڑا اور کہا بیٹی! وہ درخت کاٹا گیا ہے (یعنی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفات پا گئے ہیں)۔

حضرت عبداللہ بن مبارک سے روایت ہے کہ ایک روز آپ حجرہ میں تھے اور بھی بہت لوگ موجود تھے۔ وہاں ایک سانپ آگیا، سب لوگ بھاگ گئے، آپ اپنی جگہ پر بیٹھے رہے، آپ کی استقامت میں کوئی فرق نہ آیا، آپ جڑے صابر، از حد علیم الطبع، لوگوں کے ایذا دینے پر صبر کرتے اور اس کو برداشت کرتے تھے۔

یزید بن اردون کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ سے زیادہ علیم الطبع کسی شخص کو نہیں دیکھا۔ جب کبھی سنتے کہ فلاں شخص نے آپ کو برائی سے یاد کیا ہے تو آپ اس کے ساتھ نرمی سے پیش آتے اور فرماتے اے بھائی! اللہ تعالیٰ تجھ کو بخش دے، بیشک میں نے اللہ تعالیٰ کو وکیل کیا ہے وہ اس کے خلاف جانتا ہے جو تو نے بات کہی ہے۔ عبدالرزاق بن حمام کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ سے زیادہ علم والا کسی کو نہیں دیکھا۔ ایک مرتبہ ہم مسجد خیف میں تھے۔ ایک شخص چہرہ چمپا سے بونے آیا اور آپ کو گالیاں دینے لگا، کافر اور زندقہ تھا۔ آپ کے احباب اس کو

مارنے کے لئے اٹھے مگر آپ نے منع کر دیا اور اس کو کہا، چلا جا میں نے تجھے معاف کر دیا۔ دیکھ کتے ہیں کہ ابو حنیفہ بڑے امانت دار اور متحمل مزاج تھے، اللہ کے راستے میں آپ پر تلوا رہی بھی اٹھتیں تو آپ برداشت کرتے۔ آپ کے زمانہ میں ایک بکری چوری ہو گئی۔ آپ نے پوچھا کہ بکری کی عمر کتنی ہوتی ہے؟ لوگوں نے کہا چار سال، آپ نے اتنی مدت تک گوشت کھانا چھوڑ دیا (کشت یہ کہیں وہی بکری نہ ذبح ہوئی ہو)

کتاب ربیع الا برار میں ہے کہ ایک مرتبہ جنگل والوں کی کوئی بکری کو ذبح کر لیوں میں مل گئی۔ آپ کو معلوم ہوا تو آپ نے سات سال تک گوشت کھانا ترک کر دیا۔

ابراہیم بن سعید جو ہری بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں امیر المومنین ہارون الرشید کے پاس تھا، قاضی ابو یوسف وہاں آگئے۔ غلیفہ نے کہا اے ابو یوسف ہمارے پاس ابو حنیفہ کے کچھ اوصاف بیان کرو۔ ابو یوسف نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے مَا يَلْفُظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ یعنی انسان جو بات کہتا ہے اس کے پاس محافظ تیار بیٹھا ہوتا ہے، اور وہ ہر بات کرنے والے کی زبان کے پاس ہے (مطلب کہ میں جھوٹ نہیں بولتا سچ کہتا ہوں کہ) میرا علم امام ابو حنیفہ کے متعلق یہ ہے کہ آپ محرمات الہیہ سے بہت زیادہ بچنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے دین میں کلام کرنے میں شدید الورع تھے کہ کوئی ایسا کلام منہ سے نہ نکلے جس کا مجھے علم نہ ہو۔ اللہ کریم کی اطاعت کو دوست رکھتے تھے، دنیا داروں کی صحبت سے پرہیز کرتے تھے، کسی اٹلی یا ادنیٰ چیز پر غرہ کرتے تھے، آپ کی خاموشی طویل ہوتی تھی۔ اپنے وسیع علم میں دائم الفکر تھے، بیہودہ گو نہ تھے، اگر کوئی مسئلہ آپ سے پوچھا جاتا، اگر آپ کو اس کا علم ہوتا تو آپ اس کا جواب دیتے ورنہ چپ رہتے، اپنے نفس اور دین کو بچاتے والے، علم اور مال کو خرچ کرنے والے اور لوگوں کے مال سے مستغنی تھے، طمع کی طرف کبھی میل نہ کرتے کسی کی غیبت کرنے سے دور رہتے، جس کا ذکر کرتے بھنائی سے کرتے۔

ہارون الرشید نے کہا کہ یہ تو سب صالحین کے اخلاق ہیں۔ پھر کاتب کو کہا کہ یہ سب صفات لکھ لو اور میرے بیٹے کو پہنچاؤ کہ وہ ان کو دیکھے۔ پھر اپنے بیٹے کو کہا کہ اے فرزند یہ یاد کر لو جب تک کہ میں تجھ سے پوچھوں۔ معانی بن عمران موصی کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ میں کس خصلتیں ایسی ہیں کہ ان میں سے اگر کسی انسان میں ایک صفت بھی ہو تو وہ اپنے قبیلہ کا سردار اور اپنی قوم کا رئیس ہوتا ہے یعنی ورع، صدق، سخاوت، فقہ، لوگوں کی مدارات، سچی مروت، جو بات سنے قبول کرے، زیادہ چُپ، بات کرنے میں خشکی، دوست ہو یا دشمن اس کی مدد کرنا۔

ایک شخص سفیان ثوری کے پاس آیا اور کہا کہ میں ابو حنیفہ کے پاس سے آیا ہوں تو انہوں نے کہا کہ اہل زمین میں سے جو شخص سب سے زیادہ عابد ہے تو اس کے پاس سے آیا ہے۔ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ علم، ورع، زہد اور ایثار میں ایسے مقام پر ہیں کہ اس پر کوئی پہنچ نہیں سکتا۔ ابن عیینہ نے کہا ہے کہ میری آنکھوں نے امام ابو حنیفہ جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کے مناقب زہد، عبادت، ورع، تقویٰ اور حسن اخلاق و صفات میں بہت زیادہ اور پسندیدہ ہیں لیکن ہم یہاں آپ کے علم فقہ و حدیث کے متعلق کچھ چیزیں بیان کرتے ہیں۔ آپ کے زمانہ کے ائمہ اور متأخرین آپ کی مدح کرتے ہیں اور آپ کے علو شان اور بلند مرتبہ کا اقرار کرتے ہیں۔

امام شافعی نے امام ابو حنیفہ کے متعلق امام مالک سے پوچھا کہ وہ کیسے تھے؟ امام مالک نے کہا کہ میں نے ایسے شخص کو دیکھا ہے کہ اگر وہ ستون کو کہہ دے کہ یہ سونے کا ہے تو دلائل سے اس کو ثابت کر دے۔ امام مالک نے یہاں آپ کی تیزی فہم اور علمی ذہانت کو بہت بڑھ چڑھ کر بیان کیا ہے۔

یحییٰ بن معاذ ثانی حکایت کی گئی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور پوچھا یا رسول اللہ میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟ حضور نے فرمایا ابو حنیفہ کے علم کے پاس۔ عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ کوئی شخص امام ابو حنیفہ سے زیادہ اس بات کا مستحق نہیں کہ اس کی افتداری کی جائے کیونکہ آپ امام، تقی، نقی، متورع، عالم اور فقیہ تھے۔ آپ نے علم کے رموز کا ایسا انکشاف کیا کہ کوئی شخص ایسا نہیں کر سکتا عبداللہ بن مبارک نے کہا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ابو حنیفہ اور سفیان کے ساتھ میری مدد نہ کرتا تو میں دوسرے لوگوں یعنی عوام الناس کی طرح ہوتا۔ نیز کہتے ہیں کہ اگر میں نے ابو حنیفہ کو نہ دیکھا ہوتا تو میں فلاہین میں سے ہوتا جو بیسویں کی بیع کرتے ہیں اور اگر ابو حنیفہ نہ ہوتے تو میں اہل بدعت سے ہو گیا ہوتا۔ جب کوئی مسند عبداللہ بن مبارک سے پوچھا جاتا تو کہتے کہ عبداللہ بن مسعود نے اس طرح فرمایا ہے اور ابو حنیفہ نے اس طرح، لوگوں نے کہا کہ کیا تم ابو حنیفہ کو ابن مسعود کے ساتھ قرین بناتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ اگر تم ابو حنیفہ کو دیکھتے تو ایک بہت بڑے شخص کو دیکھتے۔

امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ علم اور پرہیزگاری اور دنیا سے زہد اور آخرت کی رغبت میں ایسے مقام پر ہیں، جس پر کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ آپ کو منصور نے قضا دینی چاہی، آپ نے انکار کیا اس نے آپ کو کوڑے لگوائے پھر بھی آپ نے قضا قبول نہ کی۔ مسکی بن ابراہیم کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم تھے۔ معمر کہتے ہیں کہ میں نے ابو حنیفہ سے زیادہ کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو فقہ میں بہتر کلام کرتا ہو اور قیاس میں صائب ہو۔

اور حدیث کی شرح کرنے میں سب سے اچھی معرفت رکھتا ہو۔

سیمان کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ عجائب میں سے عجب تھے۔ خلف بن ایوب کہتے ہیں کہ علم خدا تعالیٰ کی طرف سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آیا ان سے صحابہ کی طرف آیا۔ ان سے تابعین تک آیا، ان سے ابوحنیفہ اور اس کے اصحاب کی طرف آگیا۔ میری اس بات سے خواہ کوئی راہی رہے یا ناراض رہے۔

سفیان ثوری کہتے ہیں کہ ہم لوگ ابوحنیفہ کے سامنے ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے باز کے سامنے چڑیاں، بکے ابوحنیفہ سید العلماء یعنی عالموں کے سردار ہیں۔ اور سفیان کہتے ہیں کہ آپ تمام اہل زمین سے زیادہ فقیہ ہیں جعفر بن ربيع کہتے ہیں کہ میں پانچ سال تک ابوحنیفہ کے پاس رہا، میں نے آپ سے زیادہ چپ رکھنے والا کسی کو نہیں دیکھا مگر جب کوئی مسئلہ پوچھتا تو آپ سیلاب کی طرح چلتے۔ اور کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ سب لوگوں سے زیادہ فقیہ ہیں میں نے فقہ میں آپ کی مثل نہیں دیکھا۔

ابن معین کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن القطان سے سنا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر جھوٹ نہیں بولتے۔ ہم نے ابوحنیفہ کی رائے سے زیادہ اچھی کوئی نہیں سنی اور بے شک ہم نے آپ کے اکثر اقوال لئے ہیں۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ سب لوگ فقہ میں ابوحنیفہ کے عیال ہیں۔ یزید بن ہارون کہتے ہیں کہ میں نے کئی لوگوں کو دیکھا پس میں نے کسی کو ابوحنیفہ سے زیادہ عقل والا اور زیادہ افضل اور زیادہ پرہیزگار نہیں دیکھا۔ کہتے ہیں کہ ائمہ تابعین میں سے چار ہزار اساتذہ سے ابوحنیفہ نے تلمذ کیا۔ اور امام المحدثین ابوحنیفہ کبیر عمر کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ اصحاب ابوحنیفہ اور اصحاب شافعی کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ ہر ایک اپنے امام کو فضیلت دیتا تھا۔ ابو عبد اللہ بن حنفیہ کبیر نے کہا کہ امام شافعی کے اساتذہ کو شمار کر دو کہتے ہیں؟ جب شمار کئے تو اتنی ہوئے۔ پھر انہوں نے کہا کہ تم امام ابوحنیفہ کے شاغ کو شمار کرو، شمار کئے گئے تو وہ چار ہزار ہوئے حالانکہ صرف اکابر اساتذہ کو شمار کیا گیا تھا۔ اور دیگر جن لوگوں سے آپ نے علم حاصل کیا ہے وہ شمار نہیں ہو سکتے بعض نے کہا ہے کہ آپ کے دس ہزار اساتذہ ہیں ان میں سے پانچ سو ساٹھ مشائخ جو ائمہ مسلمین میں سے تھے، زیادہ مشہور ہیں۔

آپ کے شاگرد جو رتبہ اجتہاد تک پہنچے ہیں وہ چھتیس ہیں اور پھر دارالسلام، آپ کے اصحاب، کتابوں اور شاگردوں سے بھر گیا اور کہتے ہیں کہ آپ کے سب شاگردوں کی تعداد چار ہزار تھی جو سب مسلمانوں میں امام تھے امام صاحب کے سامنے کوئی مسئلہ پیش ہوتا تو آپ کو فہ کی مسجد میں بیٹھ جاتے۔ آپ کے ساتھ آپ کے ایک ہزار شاگرد بیٹھے جن میں سے چالیس وہ تھے جو سب سے اہل اور افضل تھے اور اجتہاد کی حد کو پہنچے ہوئے تھے۔ آپ اپنے

قریب ان کو بٹھاتے اور فرماتے تم میرے اکابر احباب سے ہو، اس مسئلہ میں میری مدد کرو، لوگوں نے مجھ کو دوزخ کا پل بنا دیا ہے پس میرے غیر کے لئے تو راحت ہے اور میری پشت پر بوجھ بنے۔ ایسا ہی جب کبھی کوئی واقعہ پیش آتا تو آپ اپنے اصحاب کے ساتھ مشورہ کرتے اور مناظرہ کرتے جو ان کو احادیث اور آثار سے علم ہوتا اس کو سنتے اور جو اپنے پاس دلائل ہوتے ان کو مناتے۔ ایک مہینہ یا اس سے زیادہ عرصہ تک مناظرے ہوتے رہتے یہاں تک کہ ایک قول مقرر ہو جاتا پس ابو یوسف اسے لکھ لیتے یہاں تک کہ اسی طریقہ پر تمام اصحاب کے مشورہ سے یہ فقہی اصول مقرر ہو گئے۔ آپ نے دوسرے اماموں کی طرح اکیلے ہی یہ اصول نہیں بنائے۔

عیون المسائل میں ہے کہ اگر امام ابو حنیفہ کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا تو قرآن پاک کے چالیس ختم کرتے اور وہ مشکل آپ پر آسان ہو جاتی۔ آپ سب سے پہلے شخص میں جنہوں نے علم شعر کو مدون کیا اور علم فقہ کو مرتب کیا جب آپ نے دیکھا کہ علم منتشر ہے، کہیں مخلوق اس کو ضائع نہ کر دے کیونکہ حدیث سے ثابت ہے کہ علماء کی موت سے علم اٹھ جاتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب بے علم جہلاء دارث ہوتے ہیں تو خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور لوگوں کو بھی گمراہ کرتے ہیں اس لئے آپ نے علم کو مدون کیا اور اس کو ابواب پر منقسم کیا۔ طہارت سے شروع کیا پھر نماز، زکوٰۃ، روزہ اور ساری عبادات اور معاملات کو باب وار لکھا اور موارد پر ختم کیا جیسا کہ فقہ حنفی کی کتابوں میں اسی طریقہ سے چلا آتا ہے۔ اس کے بعد علماء نے آپ کی اتباع کی اور کچھ کمی بیشی بھی کی اور الفاظ و عبارت میں ترمیم و ترمیم کی۔ کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کے مسائل کی تعداد پچاس ہزار تک پہنچتی ہے اور آپ کے اصحاب کی کتابیں اس پر دلالت کرتی ہیں۔

سب سے پہلے آپ ہی نے کتاب الفرائض مقرر کی اور آپ ہی نے احکام کا استنباط کیا۔ اور اجتماع کے قواعد اور اصول فقہ کو منضبط کیا۔ یہ سب کچھ آپ سے منقول و ماثور ہے۔ پھر آپ کے اصحاب نے اسے تحریر کیا اور ان کو قائم و مقرر کیا اور یہاں تک محنت کی کہ اس سے زیادہ ناممکن ہے۔ بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ کا ذکر توریت میں بھی آیا ہے۔ کعب احبار سے روایت ہے کہ توریت جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے اتاری تھی اس میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ایک نور ہوگا جس کی کنیت ابو حنیفہ ہوگی اور اس کا لقب سراج الامم ہوگا۔

شیخ عالم مارٹ باللہ خواجہ محمد پارسا نے اپنی تصانیف میں سے فصول ستہ میں نقل کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ کا مذہب وہ سب جن پر روح اللہ و کلمۃ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہونے کے بعد چالیس سال تک

عمل کریں گے اور آپ کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام جائیں گے

محقق حلال نے فرمایا ہے کہ ابو حنیفہ کے متعلق بروایت ابو ہریرہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے اور فرمایا ہے لو کان الایمان عند الثیاء لساہ رجل اور رجال من ابناء فارس رواہ الشیخان اگر ایمان ثریا کے پاس ہوگا تو ایک شخص یا کئی اشخاص، اولاد فارس میں سے اس کو لے آئیں گے۔ یہ حدیث ابو حنیفہ کی بشارت کے متعلق صحیح اور معتبر ہے اس میں آپ کی فضیلت تامہ بیان ہوئی ہے۔ اس حدیث کی صحت پر سب متفق ہیں۔

شیخ عبد الوہاب متقی فرماتے ہیں کہ امام عظیم ابو حنیفہ کو تقدم زمانی حاصل تھا۔ آپ کے اصحاب قدمائے تابعین اور تبع تابعین سے تھے جو علمائے اہل تقدی و دورع اور فہمائے معتبرین محققین میں سے تھے۔ دیگر ائمہ اہل مذاہب میں سے کسی کے اس قدر اصحاب نہ تھے۔ آپ کے شاگردان رشیدان مب سے بہت زیادہ تھے۔ وہ کافی عرصہ تک اجتہاد کرتے اور بحثیں کرتے رہتے تھے۔ تب مذہب کو مقرر کرتے تھے۔ ہمارا غالب یقین ہے کہ حق آپ کے ساتھ تھا۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی کہتے ہیں کہ میں نے شیخ متقی سے پوچھا۔ اسے میرے سردار یہ جو کچھ آپ نے فرمایا ہے بحث اور بیان کے طریقہ پر ہے یا کشف اور عیان کی وجہ سے؟ وہ چپ ہو گئے، پھر فرمایا، ہم نے ایسا ہی پایا ہے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ مذہب حنفی معقول اور منقول کا جامع ہے اور اہل بات یہ ہے کہ یہ عقلی دلائل اور قیاسات جو ہمارے اصحاب نے بعض احادیث کو بعض پر ترجیح دینے کے لئے وار د کئے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ جو حدیث قیاس کے مطابق ہو وہ اس حدیث سے جو قیاس کے خلاف ہو، بہت رائج ہے جیسا کہ علم اصول فقہ میں مقرر ہو چکا ہے، یہ قیاس نص کے مفاد میں نہیں ہوتا۔

امام ابو حنیفہ نے جن مشائخ سے حدیث سنی ہے ان کی تعداد تین سو کے قریب ہے جو ائمہ تابعین میں سے تھے اور جن لوگوں نے آپ سے حدیث سنی ہے وہ پانچ سو کی تعداد میں تھے، ہاں آپ کا اشتغال فقہ اور اجتہاد اور استنباط مسائل اور احکام میں حدیث کی درایت سے بہت زیادہ ہے۔ آپ پر اور آپ کے اصحاب پر فقہ غالب تھی اور فقہ میں اشتغال کو آپ نے عوام و خواص مسلمانوں پر شفقت کی وجہ سے زیادہ اہم اور زیادہ لائق دیکھا کیونکہ تبلیغ اور روایت ہر اس شخص کے لئے آسان ہے جو سماع و حفظ حدیث رکھتا ہو لیکن استنباط مسائل اور احادیث میں کلام کرنا اور ان میں تطبیق دینا اور نسخ و منسوخ کی پہچان کرنا، ہر ایک شخص کے لئے آسان نہیں اور نہ ہی ہر شخص اس کا اہل ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ امام ابو حنیفہ کا ردایت کہنے سے احتراز کرنا اس وجہ سے ہے کہ اکثر حدیثیں نقل بالمعنی کے طور پر مروی ہیں، آپ نے ادراہ احتیاط ان کو چھوڑا ہے کہ کہیں ایسے الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب نہ ہو جائیں جو آپ نے نہ فرمائے ہوں۔

حکایت کی گئی ہے کہ اعش نے ابو حنیفہ سے کچھ مسائل پوچھے، آپ نے احادیث سے جواب دے کر اس نے کہا اے فقہار کی جماعت! تم لوگ طبیب ہو اور ہم لوگ عطار ہیں حسن بن صالح کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ حدیث کے نسخ اور نسخہ میں بہت جستجو کیا کرتے تھے تاکہ نسخ اگر صحیح ثابت ہو جائے تو اس پر عمل کریں اور آپ اہل کوفہ میں سب سے زیادہ فقیہ تھے۔ ابو یوسف کہتے ہیں کہ میں نے کسی مسند میں آپ کی مخالفت نہیں کی مگر اس حالت میں کہ میں نے دیکھا ہے کہ آپ بھی آخر میں اس طرف گئے ہیں اور جب کبھی میں کسی حدیث کی طرف مائل ہوتا تو دیکھتا کہ آپ اس حدیث کو محمد سے زیادہ پرکھنے والے ہوتے۔ ابو یوسف کہتے ہیں کہ میں نے حدیث کی شرح کرنے میں ابو حنیفہ سے زیادہ عالم کوئی نہیں دیکھا۔ ابو حنیفہ کے حدیث پر اعتماد کرنے پر جو بات دلالت کرتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ مرسل اور ضعیف حدیثوں اور صحابی کے قول پر بھی عمل کرتے تھے اور ان کو قیاس پر مقدم رکھتے تھے۔ حسن بن صالح کہتے ہیں کہ جب نعمان کے نزدیک کوئی حدیث صحیح ثابت ہو جاتی تو پھر اس کے سوا کسی دوسری طرف رجوع نہ کرتے۔ ابن عبد البر کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے ابو حنیفہ سے ردایت کی ہے اور ان کو ثقہ کہا جاتا ہے وہ ان لوگوں سے بہت زیادہ ہیں جنہوں نے آپ کے متعلق کلام کیا۔ جن لوگوں نے اہل حدیث میں سے آپ کے متعلق کلام کیا ہے وہ آپ کی رائے اور قیاس میں زیادہ انہماک کی وجہ سے کیا ہے اور یہ بات کوئی عمل عیب نہیں بلکہ یہ آپ کی خلقت پر شفقت کے باعث ہے تاکہ ان کو آسانی پیدا ہو۔

شیخ عبدالحق کہتے ہیں ہمارے مشائخ فرماتے ہیں کہ جب شافعی نے بعض حدیثوں سے تمسک کیا ہے اور ابو حنیفہ نے ان سے تمسک نہیں کیا تو لوگوں نے گمان کیا کہ آپ کا نہ۔۔۔ احادیث کے خلاف ہے حالانکہ یہ احادیث جن پر آپ کا عمل ہے ان حدیثوں سے زیادہ صحیح اور زیادہ معتبر قوی ہیں جن سے شافعی نے تمسک کیا ہے اسی لئے ابو حنیفہ نے ان کو چھوڑ دیا۔ اس کے بعد شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے چند ایسی احادیث بیان کی ہیں جن سے امام شافعی تمسک کرتے ہیں اور ان کے بعد وہ حدیثیں بیان کی ہیں جن پر امام عظیم عمل کرتے ہیں اور وہ بہ نسبت پہلی حدیثوں کے از روئے سند زیادہ صحیح اور اقویٰ ہیں۔ اور ثابت کیا ہے کہ امام عظیم ابو حنیفہ کا مذہب صحیح احادیث پر مبنی سبطاً آپ کا مذہب حدیث کے مطابق ہونے پر یہ بھی دلیل ہے کہ آپ کا مذہب اکثر مسکون میں امام احمد بن حنبل کے

موافق ہے جیسا کہ کتاب الخزنی سے ثابت ہوتا ہے اور اس کی شرح سے جو مذکشی نے کی ہے، ظاہر ہوتا ہے۔ بعض اہل حدیث نے کہا ہے کہ امام احمد نے ایک سو پچیس مسئلوں میں امام ابو حنیفہ سے موافقت، اور امام شافعی سے مخالفت کی ہے۔ امام شافعی جب تک بغداد میں رہے تو امام ابو حنیفہ کے مذہب سے اختلاف کرتے رہے اور جب مصر میں چلے گئے تو بہت سارے مسئلوں سے رجوع کر لیا یعنی موافق ہو گئے۔

ابو حنیفہ تقلید صحابی کو واجب جانتے تھے اور اکثر اقسام حدیث کو قیاس پر مقدم رکھتے تھے بخلاف شافعی کے، اصول فقہ میں ثابت ہے کہ ابو حنیفہ کہتے تھے کہ صحابی کی تقلید واجب ہے اگرچہ ان سے قیاس اور اجتہاد سے ہو اور شافعی کہتے ہیں کہ صحابی بھی بندے ہیں اور ہم بھی بندے ہیں، اجتہاد میں ہم اور وہ برابر ہیں اور ایک مجتہد کو دوسرے مجتہد کی تقلید مناسب نہیں۔ امام ابو حنیفہ سے نقل کیا گیا ہے، وہ کہتے ہیں مجھے ان لوگوں پر تعجب آتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ میں اپنی رائے پر فتویٰ دیتا ہوں حالانکہ میں سوائے مروی اور ماثور کے فتوے نہیں دیتا۔ امام الحجۃ عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ میں نے ابو حنیفہ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ جو حدیث ہم کو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچے وہ ہمارے سر اور آنکھوں پر، اور جو آثار ہم کو صحابہ سے پہنچیں، ان کو ہم اختیار کرتے ہیں اور ان کے قول سے ہم باہر نہیں جاتے اور جب تابعین سے کوئی بات ہے تو وہ اور ہم برابر ہیں تحقیق حق میں ہم ان سے مزاحمت اور بحث کرتے ہیں۔

شیخ فضیل بن عیاض کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ کو جب کوئی حدیث پہنچتی تو آپ اس کا اتباع کرتے اور اگر صحابہ اور قدمائے تابعین سے بھی کوئی بات پہنچتی، اس کی بھی اقتدار کرتے، ورنہ اجتہاد کرتے اور رائے پر عمل کرتے اور جب کوئی مسئلہ پیش ہوتا تو تبع اپنے اصحاب کے کافی عرصہ تک اس میں بحثیں کرتے پھر جواب دیتے اور آپ کے اصحاب بہت بڑے ائمہ دین میں سے تھے اور اہل حدیث دفعہ ذہد اور ورع والے تھے۔ حافظ محمد بن حزم ظاہری کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ کے تمام اصحاب اس بات پر متفق ہیں کہ حدیث خواہ ضعیف الاسناد ہو، قیاس اور اجتہاد سے بہت مقدم اور ادلی ہے۔ آپ راہیل احادیث کو بھی قیاس پر مقدم رکھتے ہیں بخلاف شافعی کے کہ وہ حدیث کے کئی اقسام پر قیاس کو مقدم رکھتے ہیں۔

امام ابو حنیفہ کے اعلیٰ مناقب میں سے یہ بات بھی ہے کہ آپ نے چند صحابہ کرام کی زیارت کی اور ان سے حدیثیں سنیں اور اجتہاد کیا اور فتوے دیا۔ ان کے نام یہ ہیں، انس بن مالک بصرہ میں، عبداللہ بن ابی اوسے کوفہ میں، سہل بن سعدان مدینہ منورہ میں اور ابو الطفیل عامر بن داؤد مکرّمہ میں۔

آپ کے سال ولادت میں یہ صحابی موجود تھے :-

- ۱۔ انس بن مالک متوفی ۹۱ھ ، یاس۲۲ھ یا ۹۳ھ ، بصرہ
- ۲۔ محمد اللہ بن انیس البہمی م ۹۲ھ ، کوفہ
- ۳۔ واٹھ بن الاسقع م ۸۸ھ یا ۸۹ھ ، دمشق
- ۴۔ عائشہ بنت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہا
- ۵۔ عبد اللہ بن الحارث بن النجران البیدی رضی اللہ عنہ م ۸۶ھ یا ۸۷ھ ، مصر
- ۶۔ عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ م ۸۶ھ یا ۸۷ھ ، کوفہ
- ۷۔ ابو الفضل عامر بن واٹھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ م ۸۲ھ یا ۸۳ھ یا ۸۴ھ
- ۸۔ سہیل بن سعد الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ م ۸۸ھ ، مدینہ طیبہ
- ۹۔ سائب بن خلاد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ م ۸۱ھ یا ۸۲ھ
- ۱۰۔ سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ م ۸۱ھ
- ۱۱۔ عبد اللہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ م ۸۱ھ
- ۱۲۔ عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ م ۸۱ھ یا ۸۲ھ یا ۸۳ھ یا ۸۴ھ یا ۸۵ھ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کی فضیلت میں یہ بات کافی ہے کہ آپ صحابہ کے زمانہ میں پیدا ہوئے اور بعض کو دیکھا خواہ ان سے حدیث سنی یا نہ سنی۔ بہر کیف آپ اس طبقہ میں داخل ہیں جن کے حق میں وارد ہے طوبی لمن رآنی وللمن رآی من رآنی۔ یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی طریقوں سے صحیح ثابت ہے۔ اور یہ آپ کی بزرگی اور امتیاز میں کافی ہے۔

کتاب جامع الاصول میں ہے کہ اگر ہم امام ابوحنیفہ کے مناقب اور فضائل کو بیان کرنا چاہیں تو بڑی لمبی تقریر ہو جائے اور ہم اپنے اصل مقصد تک نہ پہنچ سکیں۔ آپ کے حق میں اقوال مختلفہ بیان ہو چکے ہیں جن سے آپ کی جلالت قدر اور پاکیزگی ظاہر ہوتی ہے اور آپ کی پاکبازی کی صحت پر دلالت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذکر کو تمام جہان میں منتشر کر دیا ہے اور آپ کے علم سے زمین کو مہر دیا ہے۔ لوگوں نے آپ کے مذہب پر عمل کرنے اور آپ کے قول اور فقہ کی طرف رجوع کرنے کو اپنا معمول بنایا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا اس میں کوئی مخفی راز نہ ہوتا اور رمضانہ النبی آپ کے شامل حال نہ ہوتی تو اہل اسلام آپ پر جمع نہ ہوتے اور آپ کی تقلید کرنے اور آپ کی رائے پر عمل کرنے

اور آپ کے مذہب کی پیروی کرنے کے قریب نہ جاتے۔ آج تک یہ عمل درآمد ہوتا چلا آرہا ہے۔ یہ آپ کے صحت مذہب اور آپ کے عقیدہ کی صداقت کی دلیل ہے۔ امام ابو جعفر طہادی نے جو آپ کے مذہب کے اکابر تبیین سے ہیں، ایک کتاب تصنیف کی ہے جس کا نام ”عقیدۃ ابی حنیفہ“ رکھا ہے۔ یہ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے۔

واقعہ وفات

قاضی ابو عبد اللہ نمیری نے بیان کیا ہے کہ مروان بن محمد الاموی کے زمانہ میں ابن ہبیرہ نے ابو حنیفہ کو کوفہ کا قاضی بنانا چاہا۔ آپ نے انکار کیا۔ ابن ہبیرہ نے قسم کھائی کہ اگر آپ قبول نہ کریں گے تو میں ان کے سر پر کوڑے مار دوں گا۔ جب آپ کو یہ بات بتائی گئی تو آپ نے فرمایا کہ دنیا میں مار پیٹ مجھے اس سے سہل ہے کہ مجھے آخرت میں سب سے زیادہ زنجیریں پہنائی جائیں، خدا کی قسم میں یہ کام کبھی نہ کروں گا خواہ مجھے قتل کر دیا جائے۔ جب آپ کی یہ بات ابن ہبیرہ کو پہنچی تو اس نے آپ کو اپنے سامنے بلایا اور قسم کھائی کہ اگر آپ میرا کمانہ مانیں گے تو میں آپ کے سر پر اس قدر مار دوں گا کہ آپ مرجائیں گے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ مرنا صرف ایک باری ہے۔ ابن ہبیرہ نے حکم دیا تو آپ کے سر پر بیس کوڑے لگائے گئے۔ امام صاحب نے اسے کہا تو خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونے کو یاد کر کیونکہ وہ میرے تمہارے سامنے کھڑا ہونے سے زیادہ ذیل مقام ہوگا اور مجھے تہدید نہ کر کیونکہ میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والا ہوں۔ آپ کو قید خانہ میں محبوس کیا گیا۔ رات کو خواب میں ابن ہبیرہ کو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ہوئی۔ اس کو فرمایا کیا تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا، تو میری امت کے ایسے شخص کو مارتا اور جھڑکتا ہے جو بے گناہ ہے پس اس نے آپ کو رہا کر دیا۔

اس کے بعد آپ منصور عباسی کے زمانہ میں پھر اسی بات پر سؤل ہوئے منصور نے قضا کا منصب پیش کیا آپ نے انکار کر دیا۔ آپ نے فرمایا سپج پوچھو تو میں عمدہ قضا کے لائق نہیں اور اگر جھوٹ بولوں تو جھوٹا آدمی قضا کے لائق نہیں ہوتا۔ آپ کو اس انکار کرنے پر نوٹے اور بندوق لے کر کوڑے لگائے گئے۔ منصور نے آپ کو ستر پینے کا حکم دیا، آپ نے انکار کیا، اس نے جبراً آپ کو پلائے، آپ اٹھ کھڑے ہوئے۔ منصور نے پوچھا کہاں چلے ہو؟ فرمایا اپنے دوست کی طرف یعنی موت کی طرف، کیونکہ آپ نے محسوس کر لیا تھا کہ مجھے زہر پلایا گیا ہے چنانچہ آپ نے قید خانہ میں بحالت سجدہ وفات پائی۔ آپ نے ستر سال کی عمر میں ستر سال میں وفات پائی۔ رجب یا شعبان کا مہینہ تھا اور ایک قول کے مطابق نصف ثوال تھی۔ آپ کو حسن بن عمارہ قاضی بغداد نے غسل دیا اور عبد اللہ بن واقد الروی پانی ڈالتے رہے۔

حضرت سماک کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ کو غسل کے وقت دیکھا آپ کے ماتھے پر لکھا تھا یا ایتھا
النفس المطمئنة ارجی الی ربک راضیة من ضیئة اور آپ کی دائیں پٹیلی پر یہ لکھا تھا ادخالوا
الجنة بما کنتم تعملون اور بائیں پٹیلی پر یہ لکھا تھا یبشرهم ربهم برحمة من و
رضوان و الجنة لهم فیہا نعیم مقیم خالدین فیہا ابدان اللہ عنده اجر عظیم۔
جب آپ کو غسل دے کر سر پر رکھا گیا تو ہاتھ لٹکے آواز آئی تھی

یا قاسم اللیل طویل القیام یا صامم النہار خطیب الصیام
اباح لك ما تشرب من جنة الخلد و داب السلام
آپ کے جنازے پر بے شمار خلقت جمع ہو گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسا کہ لوگوں کو نرا دی گئی ہو بہا ننگ
کہ پچاس ہزار اشخاص جمع ہو گئے۔ آپ کی نماز جنازہ چھ مرتبہ پڑھی گئی، دفن کے بعد بیس روز تک آپ کے مزار
پر جنازہ پڑھا جاتا رہا۔ آپ اپنی وصیت کے مطابق بغداد کے مقبرہ خیران میں دفن ہوئے۔ دفن کے بعد تین راست
تک یہی آواز لوگوں کو سنائی دیتی رہی کہ مقصود چلا گیا، تمہارے لئے اب فقہ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ سے ڈرو
اور اس کے جانشین بن جاؤ۔

اسمعیل بن ابی رجا کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن الحسن کو خواب میں دیکھا اور چچا اللہ تعالیٰ نے آپ کے سامنے
کیا معاملہ کیا؟ کہا مجھے بخش دیا۔ میں نے کہا ابو یوسف کہاں ہیں؟ کہا میرے اور ان کے درمیان زمین و آسمان
جتنا فرق ہے۔ پھر میں نے پوچھا ابو حنیفہ کا کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا کہ وہ تو اعلیٰ عقیقین میں ہیں، آپ کے مزار کی بل
حاجات زیارت کرتے اور اپنی حاجتوں کے پورا ہونے کے لئے آپ کے توسل سے دعا مانگتے۔

امام شافعی سے حکایت ہے کہ میں ابو حنیفہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور آپ کی قبر پر حاضر ہوتا ہوں، مگر مجھے
کوئی حاجت پیش آئے تو میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور آپ کی قبر پر حاضر ہوتا ہوں اور اس کے پاس اللہ تعالیٰ
سے سوال کرتا ہوں تو بہت جلد وہ حاجت پوری ہو جاتی ہے۔ انہیں سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ شافعی نے آپ
کی قبر کے پاس نماز فجر پڑھی اور اس میں قنوت پڑھی۔ ان سے سبب پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ اس قبر والے
کے ادب کی وجہ سے نہیں پڑھی۔

ایک روایت میں یہ زیادہ ہے کہ شافعی نے قنات فجر میں بسم اللہ شریف با جہر پڑھی اور اس کی وجہ سے بتائی کہ

صاحب مزار کے ادب کی وجہ سے جہر نہیں کیا۔

امام صاحب کے تلامذہ

امام صاحب کے شاگردان رشید کثیر التعداد تھے۔ ان میں سے چند اکابر کے نام یہ ہیں:-

- ۱۔ امام قاضی ابویوسف امام المسلمین، قاضی القضاة المؤمنین، صاحب فقہ و روایت۔
 - ۲۔ امام محمد بن الحسن الشیبانی ذوالفہم الماہر فی الفقہ واللسان۔
 - ۳۔ امام بذیل التیمی الغسبری ذوالذکار الباہر و المعلم الطاہر۔
 - ۴۔ امام حسن بن زیاد اللؤلؤی، الفاضل الکامل الفقیہ۔
 - ۵۔ امام حماد بن ابی حنیفہ علیہ الرحمۃ۔
 - ۶۔ امام عبداللہ بن المبارک الرازی الفقیہ الکامل الماحد الورع الزاہد۔
 - ۷۔ امام داؤد بن نصر الطائی، از معدن الائمۃ راہب هذه الامۃ۔
 - ۸۔ امام فضیل بن عیاض العالم الربانی امام الزہد۔
 - ۹۔ امام قاسم بن معن بن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود۔ (رضوان اللہ علیہم اجمعین)
- یہاں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی کتاب تحصیل التعرف کا انتخاب ختم ہوا۔ اب چند اور فضائل و کمالات حضرت امام اعظم دوسرے بزرگوں کے ارشادات سے لکھے جاتے ہیں۔

۱۔ مولانا غلام قاسم درشانی فاروقی نوٹ شاہی رسول نگری کی بیاض میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حدیثیں حضرت امام اعظم کے متعلق درج ہیں انہی کے الفاظ میں لکھی جاتی ہیں:-

- ۱۔ وعنہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ادم افتخر بى و انا افتخر بى رجل من امتى اسمہ نعمان و کنیتہ ابو حنیفۃ و هو سراج امتى۔
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام میرے ساتھ فخر کرتے ہیں اور میں اپنی امت کے ایک شخص سے فخر کرتا ہوں جس کا نام نعمان اور کنیت ابو حنیفہ ہے وہ میری امت کے چراغ ہیں۔

- ۲۔ وعنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے کہ

ان سائر الانبیاء یوم القیامة
یفتخرون بی وانا افتخر بابی حنیفة
من احب فقد احبنی و من
ابغضه فقد ابغضنی هذا
فی شرح مقدمة ابی اللیث
وقال فی الضیاء المعنوی قول
ابن الجوزی انه موضوع فانه
تعصب لانه راوی بطریق مختلف
در مختار

تمام انبیائے کرام قیامت کے دن میرے ساتھ فخر
کریں گے اور میں ابوحنیفہ کے ساتھ فخر گروں گا
جس شخص نے اس کو دوست رکھا پس بیشک
اس نے مجھ کو دوست رکھا اور جس نے اس کے
ساتھ بغض رکھا پس بے شک اس نے میرے
ساتھ بغض رکھا۔ اسی طرح ہے شرح مقدمہ
ابی اللیث میں۔ اور ضیاء معنوی میں ہے کہ ابن الجوزی
کا قول کہ یہ موضوع ہے، محض تعصب ہے کیونکہ
یہ مختلف طریقوں سے روایت کی گئی ہے (در مختار)

حضرت شیخ فرید الدین عطار اسی حدیث کی روشنی میں پند نامہ میں امام صاحب کی مدح میں لکھتے ہیں :-

بوعنیفہ بُد امام باصف آں سراج امتان مصطفیٰ

۲۔ آپ کا فضل و کمال اس قدر تھا کہ آپ جب مدینہ طیبہ میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے روزہ مقدس کے سامنے حاضر ہوئے تو آپ نے سلام دیا السلام علیک یا سید المرسلین۔
اندر دن روزہ مبارک سے جواباً آواز آئی وعلیک السلام یا امام المسلمین۔
۳۔ حضرت امام اعظم کو خواب میں تانوسے مرتبہ بے کیف دیدار الہی کا شرف حاصل ہوا۔

۴۔ اجتہاد اور فتوے میں آپ کو یہ شان حاصل تھی کہ جو مسئلہ مفتیان وقت سے حاصل نہ ہو سکتا آپ فی الفور
بلا تاخیر اس کو حل کر دیتے۔ یہاں دو واقعات درج کئے جاتے ہیں :-

(۱) ایک مرتبہ ایک میاں بیوی آپس میں جھگڑے تو شوہر نے قسم اٹھائی کہ میں تجھ سے نہیں بولوں
گاجب تک پہلے تو نہ میرے ساتھ بولے گی عورت بھی غصہ سے بھری ہوئی تھی اس نے بھی انہی الفاظ میں قسم
اٹھا دی کہ میں بھی تجھ سے اس وقت تک نہیں بولوں گی جب تک تو پہلے حیرے ساتھ نہ بولے گا۔ کچھ وقت
گزر جانے پر جب دونوں کا غصہ فرو ہوا تو آپس میں کلام کرنے کو جی چاہتا مگر قسمیں درمیان حائل ہو جاتیں وقت
کے بڑے بڑے علماء کے پاس جا کر واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہر صورت تم میں سے پہلے کسی نے
تو کلام کرنا ہے اس لئے اس کو قسم توڑنے کا کفارہ ادا کرنا پڑے گا، آخر وہ اس مسئلہ کو حضرت امام اعظم کے

سلنے لائے۔ آپ نے واقعہ سنکر اس مرد کو فرمایا، جاؤ اپنی بیوی سے بلا خوف باتیں کرو، کوئی کفارہ نہیں، جب یہ فیصلہ دوسرے علماء نے سنا تو وہ اکیٹھے ہو کر آپ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ نے یہ کیسا غلط فیصلہ سنایا ہے۔ قسم توڑنے کا کفارہ از روئے قرآن کریم کسی طرح ٹل نہیں سکتا۔ حضرت امام اعظم نے فرمایا تم خوب غور کرو کہ جب مرد نے اپنی بیوی کو مخاطب ہو کر قسم اٹھائی کہ میں تجھ سے نہیں بولوں گا جب تک تو پہلے نہ بولے گی۔ اس کے بعد جب بیوی نے یہی قسم اٹھائی کہ میں تجھ سے نہیں بولوں گی جب تک تو نہ بولے گا تو مرد کی قسم کے بعد عورت نے تو اس سے کلام کر لی اور اس سے مخاطب ہو گئی لہذا مرد کی قسم تو پوری ہو گئی۔ اب بیوی کی قسم باقی ہے، مرد اس سے کلام کرے تو اس کی قسم بھی پوری ہو جائے گی، یہاں کفارہ کیسا؟ سب علماء دائرہ نے اعتراف کیا کہ جہاں آپ کا علم و عقل پہنچتا ہے وہاں تک ہماری رسائی نہیں۔

(۲)۔ ایک مرتبہ یہ مسئلہ درپیش ہوا۔ کیا فرمائے دین مبین اس شخص کے حق میں جو کہتا ہے :-

- ۱۔ خدا کا مجھے ڈر نہیں۔ ۲۔ مجھے دوزخ کا کوئی خوف نہیں۔ ۳۔ میں بہشت سے کوئی توقع نہیں رکھتا۔
- ۴۔ میں یہودیوں اور عیسائیوں کے قول کو سچا سمجھتا ہوں۔ ۵۔ میں بغیر ذبح کئے گوشت کھاتا ہوں۔ ۶۔ میں بغیر رکوع و سجود کے نماز پڑھتا ہوں۔ ۷۔ فتنہ کو میں دوست رکھتا ہوں۔ ۸۔ مجھے جھوٹ سے محبت ہے۔
- ۹۔ مجھے حق سے نفرت ہے۔۔۔۔۔ کیا وہ شخص مسلمان ہے یا کافر؟ بیڑا۔

جن علماء کے سامنے یہ استفتاء پیش ہوا ان سب نے کہا کہ وہ شخص کافر ہے، اس میں کوئی بات مسلمانوں والی نہیں ہے، مگر جب یہی مسئلہ حضرت امام اعظم کے پیش ہوا تو آپ نے غور سے پڑھ کر فرمایا کہ میرے نزدیک وہ شخص پکا مسلمان ہے اور اس کی ان باتوں سے مراد یہ ہے :-

۱۔ ہمیشہ ظالم کے ظلم کا ڈر ہوتا ہے چونکہ وہ شخص خدا کو ظالم نہیں سمجھتا، عادل سمجھتا ہے اس لئے وہ کہتا ہے کہ مجھے ڈر نہیں۔

۲۔ دوزخ کو مضر بالذات نہیں سمجھتا، اس میں جو کچھ تکلیف ہوتی ہے خدا کے حکم سے ہوتی ہے اس لئے وہ کہتا ہے کہ مجھے دوزخ کا کوئی خوف نہیں۔

۳۔ بہشت چونکہ اپنے طور پر کسی کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا حکم الہی کے تابع ہے اس لئے وہ شخص کہتا ہے کہ میں بہشت سے کوئی توقع نہیں رکھتا، وہ خدا سے توقع رکھتا ہے۔

۴۔ یہودیوں کا قول قالت الیہود لیست النصارى علی شیئی یعنی عیسائی کچھ نہیں اور یہ یہودی

لا قول وقالت النصارى ليست اليهود على شىء يبنى يهودى كچه نہیں ان دونوں کے اقوال کو
جو ایک دوسرے کے حق میں کہتے ہیں وہ شخص سچا سمجھا ہے کہ واقعی وہ دونوں کچھ نہیں۔

۵۔ بغیر ذبیحہ گشت کھانے سے اس کی مراد پھلی کا گوشت ہے۔

۶۔ بغیر رکوع و سجود نماز پڑھنے سے اس کی مراد نمازِ جنازہ ہے۔

۷۔ فتنہ کو دوست رکھنے سے اس کی مراد مال اور اولاد کو دوست رکھنا ہے کیونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے

انما اموالکم و اولادکم فتنۃ تمہارے مال اور اولاد فتنہ ہیں۔

۸۔ جھوٹ سے محبت کرنے سے اس کی مراد دنیا سے محبت ہے کہ الدنیا زور دنیا جھوٹی ہے۔

۹۔ حق سے نفرت کرنے سے مراد موت سے نفرت ہے۔

برمال وہ شخص مسلمان ہے، اس میں کفر کی کوئی بات نہیں، سب علمائے آپ کا یہ فیصلہ پسند کیا۔

(الاشعاع والنظار طبعی،)

حقیقت عظیم غنی اللہ اور عشق رسول ﷺ

غلام مصطفیٰ مصطفوی

عشق نام ہے اس جذبہ صالح کا کہ جو محبت بے ریا کے قلب باصفایں جب پیدا ہوتا ہے تو وہ کوئی بات ایسی نہیں کرتا جس سے اس کے محبوب باوقار کا دل دکھے اور نہ ہی ایسا کوئی عمل اس سے سرزد ہوتا ہے جس سے اس کے محبوب کا سر نہامت سے جھک جائے۔ ہمارا مطلب عشق صادق سے ہے جو پاک صاف دلوں میں مصطفیٰ اور ممتاز ذرائع ہستی کے لئے جاگزیں ہوتا ہے۔ اس جذبہ رفیع الہیہ کو خلیل جبرائیل نے نورانی کلمہ سے تعبیر کیا ہے کہ جسے نورانی ہاتھوں نے نورانی کاغذ پر رقم کیا عشق زندگی ہے اور زندگی بھی ایسی کہ غیر فانی اور دوام عشق کا دور دورہ ہر جا ہر ساعت اور ہر نفس میں نظر آتا ہے بقول علامہ اقبال

ہے باغ با د فردویں دم عشق براغاں غنچہ چوں پردویں دم عشق !
شعاع مہر او تسلیم شگاف است بہ ماہی دیدہ رہ زمیں دم عشق

علامہ صاحب تو اس سے بھی آگے بڑھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

درد و عالم ہر کب آثار عشق ابن آدم سزا از اسباب عشق

عشق کے بھی کئی مفہوم ہیں۔ ایک عشق وہ ہے جسے غایتی *Teleological* "عمل کہتے ہیں، ہے۔ اس کی روئے دعائی قوت بتدریج حسن ازل کی جانب بڑھتی ہے۔ یہی قوت ہر نفس زندہ میں کار فرما نظر آتی ہے۔ جانوروں اور حیوانوں میں اسے جبلت (Instinct) کا نام دیا جاسکتا ہے جبکہ انسانوں میں یہ "شعور" کے نام سے موسوم کی جاتی ہے۔ ابن سینا کا قول ہے کہ عشق ایسا جذبہ ہے جو کائنات کی برائے میں جاری و ساری ہے اور درجہ بدرجہ ہر شے محبوب ازل یعنی حسن ازل کی طرف برابر گامزن ہے۔ عشق کا دوسرا مفہوم علمیاتی (Epistemological) کہلاتا ہے۔ اس میں عرفان پر ہر راہ کیا جاتا ہے۔ ظاہر و باطن کی تمیز پر خامادھیان دیا جاتا ہے۔ بنیادی طور پر اس میں یہ تصور کار فرما ہے کہ انسان جسم کی قید میں پھنسا ہوا ہے۔ اس سے آزادی کی خاطر مذاہب باطلہ میں مختلف قسم کی رسومات اور ریاضات کا ظہور عمل میں لایا گیا۔ یہی رسومات و ریاضات جب ہمارے صوفیاء کرام نے اپنائیں تو وہ اسلام کے سانچے میں ایک نئے ڈھنگ سے دھل گئیں۔ عرفان نام ہے اس مشاہدہ کا جو جمال خدائے برتر سے حاصل ہوتا ہے۔ اس سے انسان کو لازوال مسرت بے پایاں یقین حکم و در خدائی صفات کا احساس بے حساب ہوتا ہے۔ یہی چیز انسان

کو جذبہ عمل پر مجارتی ہے، بقول داغ سہ

عشق نعت ہے آدمی کے لئے عشق جنت ہے آدمی کے لئے

یہ علیحدہ بات ہے کہ گو تم بدوہ زوان حاصل کرنے کے لئے سب کچھ چھوڑ کر جنگلوں کو نکل گیا مگر اسلام اس بے عملی سے کوسوں دور رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ ہندوؤں میں بھی اداگون کے چکر سے نجات کی خاطر ٹمکتی اور نروان حاصل کیا جاتا ہے، مسیحائیت مابیانہ زندگی کو ایک اعلیٰ اور مقبول بارگاہ زندگی سے موسوم کرتے ہیں لیکن اسلام کا اعلان ہے کہ لا رہبانیت فی الاسلام اسلام میں دیگر مذاہب کی طرح نفی وجود نہیں بلکہ اثبات وجود ہے، اس میں اپنے وجود کو پانا ہی خدائے تعالیٰ کو پانا ہے من عرف نفسه فقد عرف ربه، یہی وجہ ہے کہ اسلام میں عاشق یا محبت کا بے عمل ہونا یا ہاتھ توڑ کر بیٹھ جانا یا دوسروں کے سہارے جینا ایک برائی تصور کیا جاتا ہے۔

مرد خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ عشق ہے اصل حیات موت ہے اس پر حرام

عشق ازل سے ہے اور ابد تک اس کی کار فرمایاں جاری رہیں گی۔ جب یہ ازل سے ہے تو لازم آیا کہ ازل سے وہ قائم ہے وہ بھی اس لذت سے آشنا ہوگا اور اس نے بھی اپنے لئے کوئی محبوب چن لیا ہوگا، ہاں کیوں نہیں چونکہ وہ خود نبیل ہے اس لئے اس نے جیل کے جال کو پسند کیا۔ اس نے تو یہاں تک فرما دیا کہ لولائے لسا خلقت الخ "اے محبوب باری اگر آپ کی ذات نہ ہوتی تو میں خلقت کو پیدا نہ کرتا اور اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا" یعنی محبوب اتنا پیارا ہے کہ محب اس کے ظہور کی خاطر دنیا سے رنگارنگ کی تخلیق فرماتا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ عشق اس حد تک پرفلوس ہے کہ اگر محبوب کی تخلیق نہ ہوتی تو محب بھی ظاہر نہ ہوتا۔ سبحان اللہ! اس محبوب پاک کے ایک امتی محب جناب اعظم حضرت نے کیا خوب کہا ہے کہ

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان میں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

رب العزت کو اپنے محبوب سے اتنا عشق ہے کہ وہ اپنے محبوب پاک پر خود درود و سلام بھیجتا رہتا ہے اس کے نوری فرشتے بھی خدا تعالیٰ کی اس ضمن میں پیروی کرتے ہیں۔ پھلوسی پر اکٹاف نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کو بھی حکم ملتا ہے کہ وہ بھی اس سنت اللہ کو اپنائیں۔ خالق کائنات کا یہ اعلان کہ ہم نے اپنے محبوب کا ذکر بلند کیا، عشق الہی کا مین ثبوت ہے۔

یہ بھی دستور ہے کہ محب اپنے محبوب کو مختلف پیار سے پیار سے القاب سے نوازتا ہے اور یہ بات بھی محب کے عشق پختہ کی علامت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیار سے محبوب کو کہیں غلہ، تو کہیں لیس، کہیں یا ایہا المنزل تو کہیں یا ایہا المدثر، پھر کسی جگہ و ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین تو کہیں جگہ خاتم النبیین

جیسے پُر نور اور دلکش اور دلربا القاب سے یاد فرماتا ہے۔ بات یہاں ہی ختم نہیں ہوتی بلکہ آپ کو غیب کی خبریں بتانے والا، حاضر و ناظر، خوشخبری دینے والا، ڈر سنانے والا، اللہ کی جانب بلانے والا، چمکادینے والا آفتاب فرمایا۔

یہ بھی دستور ہے کہ محبوب کے دشمنوں کو محب اپنا دشمن تصور کرتا ہے۔ یہاں ابی لب کے ہاتھوں سید عالم کو زک پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ شانِ جلالی کے اظہار میں تنبہت پیدا ابی لب کو دیتا ہے۔ "ٹوٹ جائیں ہاتھ ابی لب کے اور وہ تباہ ہو گیا" اگر کسی دشمن رسول نے آپ کو اولادِ نرینہ کے نہ بچنے کا طعنہ دیا تو اللہ تعالیٰ نے غیظ و غضب میں فرمایا کہ وہ خود نامراد ہے۔ پھر آپ کو عطائے کوثر کی خوشخبری دی، پھر آپ کو مقامِ محمود پر سرفراز فرمایا جب خدا تعالیٰ اپنے محبوب کو بلا حجاب نعمت دیدار سے نوازا نا چاہتا ہے تو فوراً فرشتوں کے سردار حضرت جبرائیل کو آپ کی خدمت اقدس میں روانہ کر دیتا ہے اور آپ کو رتوں رت سبھی الحرام سے سبھی اقصیٰ اور دہاں سے عرشِ بریں کے سب سے بلند کنارہ پر اور پھر مدۃ المنقٰی نواجاتا ہے۔ اور آپس کا فاصلہ دو باق یا اس سے بھی کم رہ جاتا ہے۔

یہ بات بھی عام ہے کہ جب کوئی شخص کسی مصیبت میں پھنسا ہو تو وہ ایسے شخص کی سفارش ڈھونڈتا ہے جس کی سفارش حاکمِ روم کر سکے حضرت آدم صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش ہوتی ہے تو رب العزت کو محبوبِ دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر بخشش کے حقدار ہوتے ہیں، حضرت نوح کا سفینہ جان بیاغضبناک طوفانی لہروں کی پیٹ میں آجاتا ہے تو فوراً محبوبِ باری کا واسطہ دیکر نجات حاصل کرتے ہیں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو جب نمرود بد خصال، آتشِ حیات سوز میں ڈال دیتا ہے تو خلیل اللہ میں محبوبِ مقبول بارگاہِ عزیز کا واسطہ دیتے ہیں اور آگ ایک جہنم نارا کاروپ دھار لیتی ہے، اس لئے کسنا پڑتا ہے کہ

دل ز عشق او توانا می شود خاک ہم دوشِ ثریا می شود

اسی ذاتِ مبارک کی خاطر تو حضرت خلیل اللہ اور حضرت ذبیح اللہ نے دیوارِ کعبہ بلند کرنے کے بعد حق سبحانہ سے دعا مانگی تھی حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ توریت میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت رقم ہے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ تو حضرت احمق بنی کا امتی ہونے کا شرف حاصل کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔

طور موجے از غبارِ خاندانِ اکبر کعبہ را بیت الحرام کا شاد آتش

اب اگر یہ کہہ دیا جائے کہ

خدا جے پکڑے چھڑائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) محمد دے پکڑے چھڑا کوئی نہیں سکدا

تو کس کو از کار ہو سکتا ہے ؟

اس ضمن میں محبوبِ حق نے درج ذیل فرمان ارشاد کیا ہے :

عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ و الناس اجمعین۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ نے کہ تم میں کوئی شخص ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک کہ میرے ساتھ اتنی محبت نہ رکھے کہ اپنے والد سے بھی زیادہ اور اپنی اولاد سے بھی زیادہ اور سب آدمیوں سے بھی زیادہ، ۷

(بخاری و مسلم)

محمد ہے متابع عالم ایجاہ سے پیارا

پہرنا دور، برادر جان و مال اور اولاد پیارا

نہائے واحد کے مقبول بندے اس بات کا خاص اہتمام کرتے ہیں کہ وہ بھی اسی ہستی یا شے سے عشق رکھیں جس سے کہ خود رب العالمین رکھتا ہے۔ امت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بالتحقیق چار اصحاب کو جہد مومنین پر فوقیت حاصل ہے۔ ان اصحاب باوقار و باخلاص کو بھی محبوب سبحان سے ویسا ہی عشق ہے جیسا خود ذات احد و صمد کو، یہ عشق ہی تھا جس نے حضرت ابوبکر صدیق کو بغیر دیکھے اور دریافت کئے ابوجہل کے رد و ردع اور محبوب یعنی خالق کائنات کی ملاقات بر عرش بریں اُمّ الدنّہ فنا کرنا پڑا۔ یہ عشق ہی تھا جس نے غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت صدیق سے گھر کا سارا اثاثہ محبوب صدیق کے قدم مبارک میں دھیر کر دیا اور کہلوا یا کہ ۷

پردانے کو چراغ اور بلبل کو پھول بس

صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

اسی عشق کی بنا پر صدیق اکبر کو ہجرت کے موقع پر اپنے محبوب مکرم کے ساتھ رنج و غم برداشت کرنا پڑا۔ یہ عشق مصطفیٰ ہی تھا کہ اپنی حکومت میں پہلا کام یہ کیا کہ باوجود سخت مخالفت کے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا لشکر روانہ کیا، پھر انہیں زکوٰۃ اور کاذب بدعتان نبوت کا قلع قمع عشق مصطفیٰ ہی کا نتیجہ تو تھا۔ اور پھر عشق کا انجام کتنا حسین ہے کہ مالک موت حیات نے پردہ پوشی کے بعد حبیب کو محبوب کے پیلوں میں ہی رٹا دیا کہ ان سے جدائی کا صدمہ برداشت نہ ہو سکے گا حضرت ابوبکرؓ کے یہ اشعار قابلِ توجہ ہیں ۷

حضرت عمروؓ میں ہی اسی عشق کی بنا پر فاروق کراموں نے حضورؐ پر نور کے عشق کے خلوص اور کفار و مشرکین عرب کی عصمت

نفرت و حسد کا فرق پایا۔ یہ ان کا عشق ہی تھا کہ ایک شخص کو اس بنا پر قتل کر ڈالا کہ وہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار سے فیصلہ سننے کے بعد ان کے پاس فیصلہ کی خاطر کیوں آیا؟ یہ شدید عشق محمدی ہی تھا کہ آپ کے وصال مبارک کے موقع پر تلوار بے نیام لیکر باہر نکل آئے اور فرمایا کہ جس نے کہا کہ میرے آقا و محبوب از جاں انتقال فرما گئے ہیں تو میں اسے تہ تیغ کر ڈالوں گا۔ اور یہ عشق رسول ہی تھا کہ باوجود فرزندِ بزرگوار عہد کے شکوہ کے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین کو زیادہ مالِ غنیمت، اعلیٰ پوشاک اور بہتر عزت و عظمت دی آپ کے عشق کی شدت بالآخر شہادت کے بعد آپ کو رسولِ مقبول کے پہلو میں لے گئی کہ اپنے آقا سے دوری کسی طور برداشت نہ ہو سکی، آپ کے عشق کا اظہار ملاحظہ کریں۔

حضرت عثمان ذوالنورین کا عشق رسول کسی سے ڈھکا چھپا نہیں کہ غیر بھی معترف ہیں۔ آپ نے اپنے آقا کے ایک خفیہ اشارے پر داسے، دوسے، قدسے اور سنے ہر وقت مسلمانوں کی اعانت کی اور راہِ خدا و رسول میں بے بہادری و شہادت کی۔ جب کفار مکہ کی جانب آپ بطورِ سفیرِ اسلام تشریف لے گئے تو آپ کو طوافِ کعبہ کرنے کی پیشکش کی گئی جسے آپ نے عشقِ رسول کی بنا پر اس لئے ٹھکرا دیا کہ ”لا اهلوف قبل النبی“ یہ عشقِ رسول ہی تھا کہ آپ نے اپنے دورِ خلافت میں مسلمانوں میں اتحاد کو قائم رکھنے کے لئے شہادتِ قبول کر لی مگر یہ گوارا نہ کیا کہ اسلام یا مسلمانوں میں کسی قسم کی رخنہ اندازی یا نقل و غارت رونما ہو کیونکہ آپ کو عشقِ رسول نے سمجھا دیا تھا کہ اگر ایک مرتبہ تلوارِ نیام سے باہر نکل آئی تو پھر قیامت تک مسلمان باہم متحد نہ ہو سکیں گے۔

حضرت علیؓ میں عشقِ رسول کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اپنے آقائے محترم کی جانب سے ابو تراب کی کنیت ملنے پر فخر کیا کرتے تھے حضرت شیرِ خدا کا بچپن میں رسولِ مقبول کے حق میں تمام خاندان کے سامنے نعرہ حق بلند کرنا عشقِ رسول ہی تھا، ہجرت کی رات اپنے آقا کے بسترِ مبارک پر سو کر موت کو دعوت دینا عشقِ رسول ہی تھا، پس ثابت ہوا کہ یہ

رُخِ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ

نہ ہماری بزمِ خیال میں ، نہ دکانِ آئینہ ساز میں

یہ ایک تسلیم شدہ اصول ہے کہ امتِ محمدیہ میں کوئی شخص اس وقت تک متقی و پارسا، فقیہ و عالم باعمل، ولی کامل و پیر با صفا یعنی دینی امور میں اعلیٰ مرتبہ حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ ہر اس چیز پر عمل نہ کرے جس کا رب ذوالجلال و الاکرام نے قرآن مجید میں حکم دیا ہے یا رسول کریمؐ نے خود کر کے دکھایا ہو، اور ان کے اصحابِ کرام (جن کو ستاروں کی مانند قرار دیا

گیا ہے کہ جس مسئلہ کی متابعت کرو، منزل مقصود تک پہنچ جاؤ گے، اس عمل کو جاری رکھا جو ان سب باتوں میں عشق رسول کا درجہ اولیٰ نمبر پر آنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ غامض البینین سے قبل مبعوث کئے گئے پیغمبران اور صحابہ کرام نے حضور رسول اکرم سے بے پناہ عشق و محبت کا اظہار کیا ہے تو پس لازم ٹھہرا کہ اس امت میں جو بھی کسی دینی عہدے پر فائز ہوگا اس کے لئے عشق رسول اولین ضرورت ہوگی، بقول اقبال :

ہر کہ عشقِ مصطفیٰ سامانِ دوست بھر و بردر گوشت و دامنِ دوست

مندرجہ بالا حقائق، اصولوں اور عقائد کو مد نظر رکھتے ہوئے آئیے ذرا چراغِ حق، مصباحِ شریعت، شمعِ دولت اور سراجِ دین حضرت نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حیاتِ طیبہ پر طائرانہ نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ ان میں اولین وصف (عشق) بدرجہ اتم موجود ہے یا نہیں۔

ایک بات کا تذکرہ یہاں بے محل نہ ہوگا کہ آج کل کئی بے نیکی شاعروں، بے صدق ادیبوں نے عشق کے مفہوم کو بدل ڈالا ہے۔ ہماری فلموں، ڈراموں، کہانیوں اور شعروں میں عشق کو جس طریق سے پیش کیا جا رہا ہے اس سے عشق کی بیٹی تو مزدور ہوتی ہے البتہ کوئی عظمت نظر نہیں آتی۔ اور ہوس کو عشق کا نام دے دیا گیا ہے۔ پھر ہماری سڑکوں اور باغوں میں ننگ و سڑنگ، عشق سے ناواقف، نشوں کے مارے ہوئے، کاندھوں تک بال بڑھائے، میروں بدبو دار غلاظت بدن پر چڑھائے، ڈھیروں گالیاں بکتے آپ کو عام نظر آتے ہیں جو اپنے آپ کو فنا فی اللہ اور فنا فی الرسول ظاہر کرتے ہیں اور ان پر چھ جاہلی اور عشق رسول سے صحیح واقفیت نہ رکھنے والے ان کے پاؤں دہاتے اور سوسو جان سے ان پر قربان جاتے اور ان کے مزے نکلی ہر بات پوری کرنا اپنا فرض عین گردانتے ہیں۔ اسلام میں کسی جگہ ایسے عشق کی تعریف نہیں کی گئی بلکہ مذمت کی گئی ہے کہ انہی لوگوں کے باعث ہماری رسوائی ہوتی ہے۔ نہ جانے ارباب اختیار اس ناموس کا کوئی علاج کیوں نہیں کرتے؟ یا پھر ہم یہ کہیں گے کہ :

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں ترا علاجِ نظر کے سوا کچھ اور نہیں

حضرت امام اعظم کے عشق رسول کی تصدیق میں اگر صرف ایک واقعہ عرض کر دیا جائے تو کافی ہے کیونکہ جس محب کو خود اس کا محبوب جواب پر مروت و مودت سے نوازے اس کے کسی دوسرے سے اپنے عشق کی سند حاصل کرنے کی احتیاج نہیں رہتی۔ واقعہ ہے کہ جب حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ حضور پر نور محمد مصطفیٰ پر حاضر ہوئے اور بعد عجز و نیاز پر قلوں الفاظ اور عشق میں ڈوبی ہوئی زبان سے السلام علیک یا سید المرسلین عرض کیا تو سید عالم فرمایا: کون دیکھا ہے جو اب بامراد سے یوں مشرت فرمایا؟ وعلیکم السلام یا امام المسلمین!

درج بالا حقیقت کے بعد امام ابوحنیفہ کے عشق رسول کے بارے میں کچھ کتنا سوچ کے سامنے چرنا رکش کرنے کے مترادف ہے لیکن پھر بھی سعادت حاصل کرنے کی خاطر ہم چند گزارشات مزید اس ضمن میں کرتے ہیں۔

ابونعیم نے حضرت ابوہریرہ کی روایت کے مطابق نقل فرمایا کہ نبی کریم نے فرمایا کہ اگر علم ثریا پر پہنچ جائے تو فارس کے جوانمردوں میں سے ایک جوانمرد ضرور اس تک پہنچ جائے گا۔ حضرت یحییٰ معاذ رازی فرماتے ہیں کہ خواب میں رسول اکرم سے عرض کیا کہ آپ کو کہاں تلاش کر دوں؟ آپ نے فرمایا کہ ابوحنیفہ کے جھڑے کے نزدیک۔

امام اعظم نے جب آخری حج کیا تو اندرون کعبہ مکہ نصف قرآن کریم ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر اور دوسرا نصف دوسرے پاؤں پر کھڑے ہو کر پڑھا اور سید عالم کی متابعت میں یوں عرض کیا "اے میرے پروردگار! میں نے تجھے پہچانا جیسا تجھے پہچانا چاہئے تھا اور تیری عبادت نہ کی جو حق عبادت کا تھا۔ بوجہ کمال معرفت میری عبادت کا نقصان مجھے بخش دے" اس پر اندر سے آواز آئی "تو نے پہچانا اور خوب پہچانا، تجھے بخش دیا اور ہر اس شخص کو جو تیرے مذہب پر قیامت تک ہوگا۔"

ازہر بن کیسان نے حضرت ابوحنیفہ کو خواب میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی ہمراہی میں دیکھا حالانکہ یہی ازہر حضرت امام سے خوش اعتقاد نہ تھے۔ حضرت امام اعظم کے جنازے میں پہلی بار کم و بیش پچاس ہزار کا مجمع تھا، دفن کے بعد لوگ بیس دن تک نماز جنازہ پڑھتے رہے۔

ان واقعات کے تذکرے سے امام اعظم کی غفلت و رفعت بیان کرنا مقصود ہے۔ مگر یہ سب کچھ کس طرح نصیب ہوا تو عرض ہے کہ صرف اور صرف عشقِ مصطفیٰ سے، ایسا عشق جس میں باہوش دہانگی، علم باعمل اور نیت پر خلوص کا دور دورہ ہے۔ تسلیم شدہ اصول ہے کہ محب کو محبوب کی ہر شے پسند آتی ہے اور وہ ہر وہ عمل کرنا پسند کرتا ہے جس سے محبوب کی نظروں میں اس کی قدر و منزلت بڑھے۔ قرآن عزیز آقائے دو جہان پر نازل ہوا، اس کا پڑھنا باعثِ رحمت و برکت ہے۔ صحابہ کرام بھی اس الہامی کتاب کو سینے سے لگائے رہتے تھے۔ حضرت امام اعظم کا یہ حال تھا کہ ایک رکعت میں مکمل قرآن پاک ختم کر دیتے تھے۔

علی بن یزید صدائی کے مطابق امام صاحب رمضان المبارک میں ساٹھ قرآن ختم کرتے تھے۔ اسد بن عمرو کے مطابق امام صاحب نے فرمایا کہ قرآن کی سورت ایسی جس کی میں نے اپنے دتروں کی رکعت میں قراءت کی ہو خطیب بغدادی بڑا بیت حماد بن یونس فرماتے ہیں کہ اسد بن عمرو نے فرمایا کہ جس مقام پر امام صاحب نے انتقال فرمایا اس جگہ پر ستر ہزار مرتبہ قرآن کریم حافظہ سے ختم فرمایا۔

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بنا پر حضور اکرم کی متابعت میں تمام رات و صبح سے رہتے تھے۔ اسد بن عمرو کے قول کے مطابق امام صاحب نے حفظ قرآن کے بعد چالیس سال تک عشاء کے صبح سے نماز فجر پڑھی۔ بروایت خطیب بغدادی جناب حسن بن ابی عماد نے امام صاحب کو رحلت کے بعد غسل دینے کے بعد کہا کہ آپ نے تیس سال سے نہ تو انظار کیا اور نہ چالیس سال سے راتوں میں داہنے ہاتھ کو نکیہ بنایا۔ عشق رسول کا تقاضا بھی تو یہی تھا۔ جب نبی اکرم لگاتار روزے رکھیں اور راتیں قیام و قنات میں گزاریں تو امام صاحب اس عمل سے بھلا کیسے بدلتی کر سکتے تھے۔

عشق رسول کی وجہ سے آپ کو خواب میں اکثر جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی تھی۔ ایک دفعہ خواب میں رسول اکرم نے فرمایا کہ ”اے ابوحنیفہ! اٹھ تجھ اللہ تعالیٰ نے میری سنت ظاہر کرنے کے لئے پیدا فرمایا ہے، عزت گزنی چھوڑ دے“ اس پر آپ میدانِ عمل میں آگئے اور میری وجہ تھی کہ آپ نے ظاہر و باطن دونوں میں کمال حاصل کیا۔ علم میں اگر اپنی مثال آپ تھے تو عمل میں بھی یگانہ روزگار تھے۔ حضرت امام مالک بن انس نے فرمایا کہ ابوحنیفہ ایسا شخص ہے کہ اگر وہ یہ کہہ دے کہ سواری سونے کی ہے تو وہ عمل سے ثابت کر سکتا ہے کہ یہ سونے کی ہے۔ یزید بن ہارون از کبار شیوخ بخاری (متوفی ۵۲۰ھ) نے فرمایا کہ میں نے امام ابوحنیفہ سے زیادہ عاقل، افضل اور متورع نہیں پایا۔

حجر بن عبد الجبار سے خطیب بغدادی نے روایت کی ہے کہ امام سے بڑھ کر مجلسوں میں مکرم نہیں دیکھا۔ حضرت امام شافعی کے نزدیک تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کے محتاج ہیں۔

حضرت سید عالم کی صفت امام اعظم کی جان تھی عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان پر اس قدر غالب تھا کہ کوشش کرتے کہ ہر وہ عمل جو جو نبی اکرم سے ہوا ہو۔ پیارے محبوب رحیم و کریم گالیاں سنگد دعائیں دیتے تھے اور سننے والوں کو اچھے الفاظ سے یاد فرماتے تھے۔

امام صاحب کے بارے میں یزید بن کیت کہتے ہیں کہ ایک شخص نے آپکو زندیق کہہ دیا، آپ نے جواب میں فرمایا ”خدا تم کو بخشنے“۔ بتقاضائے عشق رسول امام صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کسی پر لعنت نہیں کی۔ کسی سے انتقام نہیں لیا۔ کسی مسلمان یا ذمی کو نہیں ستایا کسی سے فریب یا بد عہدی نہیں کی، حضرت فضیل بن عیاض (متوفی ۱۸۷ھ) کے مطابق ”ابوحنیفہ وافر دولت رکھنے والے اور ہر ایک پر دل کھول کر خرچ کرنے والے تھے۔ عمدہ مات گزارنے والے اور فائز طبع اور کم گو تھے، خدا کی راہ میں خوب خرچ کرتے تھے، بادشاہ کے مال و دولت سے دور بھاگتے تھے، بتائے یہ عشق رسول کا چلتا پھرتا نمونہ ہے یا کہ نہیں۔“

تجارت میں دیانت حضرت رسول اکرم کی سنت ہے۔ ایک دفعہ امام اعظم نے اپنے لوکر حفص بن عبد الرحمن کے پاس

خز کے تقان بھیجا اور بتا دیا کہ فلاں فلاں تقان میں عیب ہے خریدار کو بتا دینا حفص کو خیال نہ رہا اور تقان فروخت کر دیئے۔ امام صاحب کو معلوم ہوا تو بہت افسوس کیا اور تقانوں کی قیمت تیس ہزار درہم خیرت کر دی اسے کہتے ہیں عشق رسول !

مفتوحہ عالم کی مثل آپ کو بھی خوشبو بہت بھاتی تھی، اتنی خوشبو لگاتے تھے کہ لوگ دور سے پہچان جاتے کہ ابوحنیفہ تشریف لارہے ہیں۔ ابو عبد اللہ کے مطابق آپ خوش رو، خوش لباس، پاکیزہ اور حسن مجلس تھے۔ عام معمول تھا کہ جب گھروالوں کے لئے کوئی چیز خریدتے تو علماء اور محدثین کو بھی اسی قدر بھواتے جو مجلس کے باعث تعلیم حاصل نہ کر سکتے تھے انہیں اپنی جیب خاص سے مدد فرما کر اعلیٰ ترین تک پہنچایا، حضرت امام ابو یوسف کی مثال اس ضمن میں کافی ہے۔

یہ عشق (جراتِ زمانہ) ہی تھا جس نے امام اعظم کو یہ جرات بخشی کہ وہ قاضی القضاۃ کے عہدہ کو پاؤں کی نوک سے ٹھکرا دیں۔ امام اعظم کو نبی اکرم سے عشق کی وجہ سے آپ کے اصحاب سے بھی دلی عشق ہو گیا تھا کیونکہ خود نبی اکرم صحابہ کرام سے خاص انس و محبت کرتے تھے خطیب بغدادی، اسماعیل بن حماد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بدخصلت و بدطینت شخص نے دو خچر رکھے تھے جن کے نام (خاکم بدین) ابو بکر اور عمر رکھے ہوئے تھے، امام صاحب کو اس بات سے دلی تکلیف ہوتی تھی۔

جس طرح اصحاب رسول سے عشق تھا اس طریق پر امام صاحب کو اہل بیت سے بھی دلی عشق تھا۔ حضرت ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب سے انہیں خاص لگاؤ تھا۔ امام صاحب کے قید خانہ میں ڈاڑھے جانے اور قتل کئے جانے کا سبب عشق رسول و عشق اہل بیت ہی تھا۔

ہدایت ہے کہ خلیفہ منصور کو کسی نے مطلع کیا کہ امام ابوحنیفہ نے حضرت ابراہیم بن عبد اللہ بن حسن بن حسین بن علی کو برگزشتہ کیا ہے اور ان کو اپنے مال سے مضبوط کیا ہے۔ اس نے امام صاحب کو بغداد طلب کیا چونکہ قتل کرنے کی جرات نہ پاتا تھا اس لئے ایک سیاسی چال چلی کہ عہدہ قضا قبول کیا جلتے جسے امام صاحب قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھے اور اسی باعث آپ کو جیل میں ڈال دیا گیا مگر اس عاشق رسول نے عزت نفس نہ جانے دی، علم نہ بیچا، تقویٰ کو اقتدار کی چوکھٹ پر قربان نہ ہونے دیا، صداقت ابو بکر، جرات عمر، عصمت عثمان، علم علی اور حیرت حسین کی تقلید کرتے ہوئے سچا عاشق رسول ہونے کا ثبوت فراہم کر دیا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصیدۃ النعمان "عشقِ رسول کا جیتا جاگتا بین ثبوت ہے۔ مولانا ظفر الدین رضوی نے قصیدۃ النعمان کا اردو ترجمہ کیا ہے۔ اس قصیدہ کے ۵۲ اشعار ہیں، یوں عرض کرتے ہیں :-

یا رسول اللہ! بندہ حاضر دربار ہے

آپ کی خوشنودی و حفظ داماں درکار ہے

درسیان میں چند ایک عقیدت بھرے اشعار سے آپ بھی مستفید ہوں اور عشقِ رسول کی چاشنی سے آپ بھی

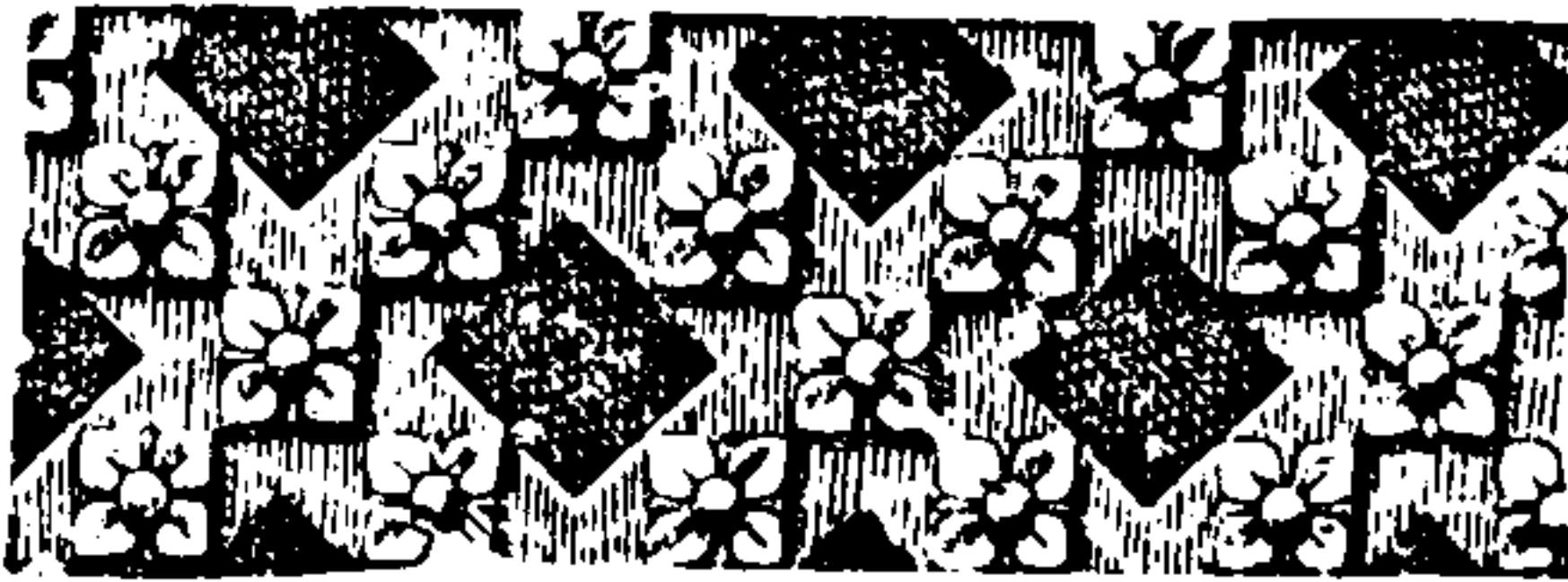
لطف اندوز ہوں :-

میرے پہلو میں ہے یا خیر الخلائق ایسا دل	جو بے شیدا آپ کا اور غیر سے بیزار ہے
آپ کی غفلت کی میں کھا کر قسم کھتا ہوں سچ	یہ دل عاشقِ شرابِ عشق سے سرشار ہے
جب شفاعت کی ہماری التجا کی آپ نے	حق نے فرمایا تمہارا ہی یہ حق ہے مصطفیٰ
دل میرا ہے آپ ہی کا شیفتہ یا سیدی	جان جو پائی ہے اس میں آپ ہی کی ہے ہوا
چپ جو ہوتا ہوں تو ہوتا ہوں تقویٰ میں ترے	بولتا جب ہوں تو مدحت میں تری ہوں بولتا
میں بے یقین بخششِ حضرت نہ کیوں ہوں جب نہیں	بو عنیدہ کا کوئی یادِ محمد کے سوا
ہے امید مہک کر ہوں گے آپ شائعِ روزِ حشر	اس لئے کہ اس نے اک دامن پکڑا آپ کا

اور مقلع ہے :-

آپ کے صہبِ کرام اور تابعین پر بھی درود

اور اس پر بھی جو رکھے دستِ حضرت کو سوا



حضرت امام اعظم اور اہل بیت

پیر محمد کرم شاہ ایم۔ اے۔:

میرا یہ عقیدہ ہے کہ ائمہ اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم، علم کے آفتاب تھے، ان کے نور سے آفاقِ عالم منور ہیں۔ ان کے فیض سے عرب و عجم فیضیاب ہیں۔ ان کے جود و سخا کا دسترخوان بحر و بر میں بچھا ہوا ہے اور ہر طالبِ حق کے لئے دعوتِ عام ہے۔

میرا یہ بھی عقیدہ ہے کہ حقیقت میں بالذات اطاعت اور فرمانبرداری حضورِ فخر کون و مکان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے اور ائمہ اہل بیت بھی حضور کے مطیع تھے، حضور کی سنت پر عمل پیرا رہتے تھے، حضور کی لائی ہوئی شریعت کے مطابق زندگی بسر کرتے تھے، عبادات اور معاملات فرمانِ رسالت کے مطابق انجام دیتے تھے۔ یہ نہیں تھا کہ ہر امام اپنے زمانہ میں حضور کی سنت کے علاوہ اپنی سنت ایجاد کرتا، شریعتِ معطوفی کے سوا اپنی طرف سے نئی شریعت پیش کرتا یا نبی کریم کے بتائے ہوئے طریقہ کے خلاف کوئی نیا طریقہ وضع کرتا، معاذ اللہ ثم معاذ اللہ! ان پاک لوگوں کی زندگیاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کا زندہ نمونہ تھیں، ان کا ظاہر و باطن یکساں تھا اور نور محمدی سے درخشاں تھا۔ یہ خیال کسی مسلمان کے نزدیک قابلِ قبول نہیں کہ ائمہ اہل بیت نے اپنے جدا مجید، جو سب نبیوں کے تاجدار، سب رسولوں کے سردار، سب اماموں و ولیوں کے آقا و مولیٰ تھے، ان ائمہ کرام نے سرکار کی شریعت کو چھوڑ کر کوئی نئی شریعت وضع کی ہو۔ ہم ان حضرات کی اطاعت اس لئے کہتے ہیں اور ان کی غلامی پر ناز اس لئے کرتے ہیں کہ ان کی غلامی حضور کی غلامی ہے اور ان کی اطاعت حضور کی اطاعت ہے اور حضور کی اطاعت اللہ رب العالمین کی اطاعت ہے۔

اگر کسی کا یہ خیال ہو کہ یہ نفوس قدسیہ اپنی طرف سے نئے احکام نافذ کرتے تھے اور نئی شریعت پیش کرتے تھے اور ہم اس نئی شریعت پر عمل کرنے کے لئے ان حضرات کی اطاعت کرتے ہیں تو یہ خلافِ واقعہ ہے اور ہمارا یہ عقیدہ نہیں۔

اب آپ غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے دین کا مبلغ بنا کر بھیجا تھا چنانچہ حضور نے باحسن طریق اس فرض کو انجام دیا مگر مکرر کی دادیاں، طائف کے گلی کوچے، مکان و غیرہ کے میلے اور مدینہ طیبہ کا ذرہ ذرہ اس بات کا گواہ ہے کہ حضور نے اپنے رب کریم کے اس حکم کی تعمیل کا حق ادا کر دیا، چنانچہ حضور کی سالہا سال کی سنت

ایک سال چوبیس ہزار انسانوں نے اسلام کو قبول کیا اور جب آپؐ حجاز کے موقع پر عرفات کے میدان میں فرزندِ انورؑ کا یہ مٹا مٹا ہوا سمندر اپنی مبارک آنکھوں سے دیکھا تو حضورؐ کی مسرت کی کوئی حد نہ رہی حضورؐ کے بعد ہی لوگ دنیا کے گوشہ گوشہ میں اسلام کی مشعل لے کر پہنچے اور ہر طرف اجالا ہو گیا۔ حضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام نام تو ظاہری جسم مبارک کے ساتھ تبلیغ کرنے کے لئے ہر ملک، ہر شہر، ہر قصبہ، ہر بستی میں تشریف نہیں لے گئے؟ اگر فیض یافتگانِ نبوت کی دعوت قابلِ قبول نہ ہوتی تو کیا اسلام پھیل سکتا تھا؟ جہاں مکتبے سات کے شاگرد تشریف لے گئے وہاں کے لوگ اگر یہ شرط عمائد کرتے کہ تم کیونکہ معصوم نہیں ہو اس لئے ہم تمہاری بات سننے کے لئے تیار نہیں تو کیا وہ نعمتِ ہدایت سے بہرہ ور ہوجاتے۔ ذرا اگے چلئے حضرت سیدنا علی رضی کرم اللہ وجہہ الکریم سے غبنوں نے دین اور علم سیکھا وہ سارے توحید و تہمتے بلکہ حسنین کریمین علیہما افضل الصلوٰۃ والسلام کے بغیر تو ان صاحبان کے نزدیک بھی حضرت امیر المومنین کے دوسرے صاحبزادے اور صاحبزادیاں معصوم نہیں۔ اب اگر حضرت علی رضی کرم اللہ وجہہ الکریم کے شاگرد یا آپ کے فرزند ان ارحم الراحمین جو غیر معصوم ہیں وہ جا کر لوگوں کو آپ کا ارشادِ گرامی سنائیں تو کیا سب لوگوں پر فرض نہیں کر دے آپ کے ارشاد کی اطاعت کریں۔

حضرت کے عہدِ خلافت میں یزاروں شہر، لاکھوں دیہات اور ان گنت آبادیاں آپ کے زیرِ نگیں تھیں۔ حضرت کے حکم سے سب جگہ شریعت کے احکام اور دینِ اسلام کے عقائد کی تبلیغ ہوتی تھی اور لوگ ان کی اطاعت کرتے تھے حالانکہ یہ تبلیغ کرنے والے اور احکام نافذ کرنے والے سارے معصوم نہ تھے۔ کیا کوئی عقلمند یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی بات قابلِ اعتبار نہیں اور ان کا فرمان واجب الاتباع نہیں کیونکہ یہ معصوم نہیں، یہی سلسلہ ہر امام کے زمانہ میں جاری رہا۔ بعض ائمہ کرام تو ہمیشہ مدینہ طیبہ ہی میں مقیم رہے اور شاذ و نادر ہی سلامی مملکت کے دوسرے پر گئے اور اگر کبھی جانے کا اتفاق بھی ہوا تو چند دنوں کے لئے، ان حضرات کے پیغامات و تعلیمات ان کے شاگردوں کی وساطت سے ہی دنیا کے گوشہ گوشہ تک پہنچے حالانکہ وہ شاگرد غیر معصوم تھے۔ اب کیا ان کے پیغام اور دعوت کو اس لئے رد کر دیا جائے کہ وہ معصوم نہیں شبیہ حضرات کی کتابوں میں بھی ہر امام سے صد ہا غیر معصوم راویوں کی روایتیں درج ہیں اور وہ ان پر عمل کرتے ہیں، اگر ان ائمہ کے غیر معصوم راویوں کی روایتیں عین دین ہیں تو حضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شاگردوں کی روایتیں کیوں قابلِ اعتبار نہیں؟ حضرت سلمان، مقداد، ابوذر رضی اللہ عنہم کی روایتوں کو شبیہ بھی معتبر جانتے ہیں حالانکہ وہ معصوم نہیں۔

جو لوگ صرف ائمہ کرام کے ارشادات پر عمل کرنے کے مدعی ہیں انہوں نے یہ ارشادات بلا واسطہ ائمہ الطہارت سے

تو نہیں سنے بلکہ اس چودھویں صدی میں راویوں کے واسطے سے ہی انہیں پہنچے ہیں اور یہ سارے راوی غیر معصوم تھے، اگر ان راویوں کی روایت کردہ حدیثیں قابل عمل بلکہ واجب الاتباع ہیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث طیبہ جو پاکباز راویوں کے واسطے سے ہم تک پہنچی ہیں اُن پر عمل کیوں نہ کیا جائے؟ اس لئے ان صاحبان کا اہل سنت پر یہ اعتراض سراسر بے معنی ہے کہ تم غیر معصوموں کے پیرو ہو اور ہم معصوموں کے پیرو ہیں۔

حضرت امام عظیم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ائمہ اہلبیت کے بالواسطہ نہیں بلکہ بلا واسطہ گرد ہیں، ہم ان کی اقتداء اس لئے کرتے ہیں کہ انہوں نے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین پہنچایا ہے جو انہوں نے اپنے اساتذہ کرام سے، جن میں ائمہ اہل بیت بھی ہیں، سیکھا تھا، ہم ان کی اطاعت ہرگز نہ ہرگز اس لئے نہیں کرتے کہ وہ کسی نئی شریعت کے موجد ہیں ہم ان کی اطاعت کو ائمہ اہلبیت کی اطاعت سمجھتے ہیں اور ان کی اطاعت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت ہے۔

کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ مانا حضرت امام عظیم ائمہ اہلبیت کے شاگرد ہیں لیکن آپ امام کی تقلید کیوں کرتے ہیں؟ ان کے علاوہ ائمہ اہل بیت کے دوسرے شاگردوں کی روایات پر کیوں عمل نہیں کرتے؟ اس کا مؤدبانہ جواب یہ ہے کہ دوسرے راویوں نے جنہوں نے بڑے علم خود ائمہ سے روایتیں کی ہیں انہوں نے ایسی باتیں کہی ہیں جن کے سننے کے بعد انسان ان پر اعتماد نہیں کر سکتا۔ آپ بھی سنئے اور خود انصاف فرمائیے۔ ایک راوی جس کا نام سلیمان ہے وہ روایت کرتا ہے قال ابو عبد اللہ علیہ السلام یا سلیمان انکم علی دین من کتمہ اعزہ اللہ ومن اذاعہ اذلہ اللہ، سلیمان کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا اے سلیمان! تم اس دین پر جو جس نے اس کو چھپایا اسے اللہ عزت دے گا اور جس نے اس کو پھیلایا اس کو اللہ تعالیٰ ذیل کرے گا۔ (کافی جلد دوم ص ۱۱۱)

سلیمان جو امام کا شاگرد بھی ہے اور اپنے آپ کو عقیدہ مند مرید بھی ظاہر کرتا ہے اس سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ اس نے امام کے اصلی دین کو ظاہر کیا ہو اور اپنے لئے دین و دنیا میں ذلت و خواری کا سامان مہیا کیا ہو یقیناً جو اس نے ظاہر کیا وہ ائمہ کا دین نہیں اور جو ائمہ کا دین ہے وہ اس نے ظاہر نہیں کیا۔ لہذا اس میں اس کو ظاہر کرنے کی حرجات ہے۔ اس لئے جو شخص ائمہ کی پیروی کرنا چاہتا ہے اس پر لازم ہے کہ سلیمان راوی جو ظاہر کریں اس کو چھوڑ دے کیونکہ وہ ائمہ کا دین نہیں۔ اگر یہ راوی بالفرض سچا ہے تب تو یہ حال ہے اور اگر اس نے ناحق حضرت جعفر صادق کے دامن عصمت کو داغدار کیا ہے تو پھر بھی اس کا قول مردود ہے اور ایسے راوی کی روایت اس قابل نہیں کہ اس پر عمل کیا جائے۔

ایک اور راوی معنی بن خنیس ہیں ان کا ارشاد بھی ملاحظہ ہو قال ابو عبد اللہ علیہ السلام

یامعقل اکثر امرنا ولا تذع فانہ من حکم امرنا ولم یذع اعزہ اللہ بہ
فی الدنیا وجعلہ نوراً بین عینیہ فی الآخرۃ یعقودہ الی الجنۃ یامعقلی من اذاع امرنا
ولم یمکنہ اذلالہ اللہ بہ فی الدنیا ونزع نوراً من بین عینیہ فی الآخرۃ وجعلہ
ظلمتہ تقودہ الی النار (کتاب الکافی جلد دوم ص ۲۲۳)

ترجمہ ”معقلی کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا اے معقلی ہمارے حکم کو چھپاؤ اور اسے مت پھیل دو کیونکہ جس
نے ہمارے حکم کو چھپایا اور اسے نہ پھیلایا اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں اس وجہ سے عزت دے گا اور قیامت کے دن اس کے سامنے
نور ہوگا جو اسے جنت کی طرف لے جائے گا۔ اے معقلی! جس نے ہمارے حکم کو پھیلایا اور اسے نہ چھپایا خدا اس کو دنیا میں
بھی ذلیل کرے گا اور آخرت میں اس کی آنکھوں کے سامنے والا نور اللہ تعالیٰ چھین لے گا اور اس کو دوزخ کی طرف
لے جائے گا۔“

اس واضح دھکی کے بعد کس کے سینہ میں ایسا دل ہے جو ائمہ کے حکم کو بتایا پھرے ؟
ایک اور مادی ابن ابی لیفور ہے ان کی روایت بھی سماعت فرمائیے : قال قال ابو عبد اللہ علیہ
السلام من اذاع علینا حدیثنا سلب اللہ الایمان (اصول کافی جلد دوم ص ۲۴)
”ابن ابی لیفور کہتے ہیں کہ حضرت جعفر صادق نے فرمایا جس نے ہماری حدیث کو پھیلایا اللہ تعالیٰ اس کا ایمان
سلب کرے گا۔“ — یہ سلسلہ بڑا طویل ہے اہل فکر و دانش کے لئے یہ چند حوالے کافی ہیں۔

ان کے برعکس ائمہ اہل بیت کے شاگردوں کا کردار دیکھیے جن کی ہم اقتدار کرتے ہیں۔ آپ اگر انصاف سے
کام لیں گے تو خود ہی آپ پر حقیقت واضح ہو جائے گی کہ ائمہ اہل بیت کے شاگردوں میں سے کس شاگرد کی پیروی
میں نجات ہے اور کس کی اقتدار کر کے ہم اللہ تعالیٰ، اس کے رسول پاک اور ائمہ کرام کی اطاعت و اقتدار کا
شرف حاصل کر سکتے ہیں۔

حضرت امام عظیم (پیدائش ۱۰۰۰ھ، وفات ۱۰۵۰ھ) اسلام کے اس لعل عظیم اور عالم جلیل نے اپنے زمانہ کے جن
علماء و فضلاء سے علم حاصل کیا ان کا شمار آسان نہیں لیکن آپ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ ائمہ اہل بیت میں سے جسے مثال
امام ان کے استاد ہیں حضرت سیدنا زین العابدین کے صاحبزادے، حضرت زید بن علی اور امام محمد باقر پھر ان کے نورِ نظر
حضرت امام جعفر صادق، ان حضرات کے علاوہ آپ کو حضرت امام حسن کی اولاد میں سے ابو محمد عبد اللہ بن حسن کی
شاگردی کی سعادت بھی حاصل ہوئی یہ نفوس قدسیہ سپرِ علم و حکمت کے آفتاب و مانتاب تھے جس شاگرد نے ان حضرات

کے انوارِ علم سے فیض حاصل کیا، اس کا سینہ گنجینہ انوار نہیں ہوگا تو کس کا ہوگا؛ یہ شاگردی محض نام کی شاگردی نہ تھی، تعلق محض رسمی تعلق نہ تھا بلکہ حضرت امام ابو حنیفہ عمر بھران کی محبت کا دم بھرتے رہے اور ان کی خدمت کو اپنے لئے دونوں جہانوں میں فوز و فلاح کا ذریعہ یقین کرتے رہے اور اس جرمِ عشق میں ہر سزا بصدِ مسرت برداشت کی، بڑی سے بڑی قوت سے ٹکرس گئے اور کسی کی پرواہ نہ کی۔ اہل بیت کی محبت کا دم بھرنے والوں کی طرح صرف زبانی محبت کا دعویٰ نہیں کیا اور جب آزمائش کا وقت آیا تو کھوکھلے دعوئوں کی طرح دشمن کے دست و بازو بن کر اپنے محبوب مرشد کے خلاف صفت آراء نہیں ہو گئے، حضرت امام پاک اس قسم کے عشاق میں سے نہیں تھے۔

چند تاریخی واقعات پیش خدمت ہیں،

۱۔ حضرت زید بن علی نے جب ہشام بن عبدالملک کے خلاف ^{۱۱۱} میں علمِ جہاد بلند کیا تو حضرت امام ابو حنیفہ نے آپ کی تائید کی اور آپ کے خلیفہ برحق ہونے کا اعلان کر دیا۔ آپ کی خدمت میں دس ہزار درہم بطور اعانت ارسال کئے اور غنا بنی امیہ کے ساتھ ہر طرح سے قطع تعلق کر لیا اپنی مہاس دروس و وعظ میں ان پر شدید تنقید شروع کر دی۔ ابنِ ہبیرہ کوفہ کا گورنر تھا۔ عراق میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑک اٹھی تو اس پر قابو پانے کے لئے حضرت امام عظیم ابو حنیفہ کو تمام وزراء کا نگران مقرر کیا اور حکم دیا کہ گورنمنٹ ہاؤس سے جو فرمان جاری ہو جب تک اس پر امام صاحب مہر نہ لگائیں وہ قابلِ قبول نہ ہوگا، آپ نے اس عہدہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا لوگوں نے ڈرایا سمجھایا کہ ابنِ ہبیرہ بڑا سخت آدمی ہے۔ اس کی حکم عدولی کے نتائج بڑے خطرناک ہوں گے اس پر حضرت ابو حنیفہ نے اپنے ناموں کو جواب دیا لو ادا فی ان اعتدل ابو اب مسجداً وسطاً لحدخل فی ذلک و صلیف و هو میرید منی ان یکتب دمر رجل یضرب عنقه و اختتم انا علی ذلک الکتب فواللہ لا ادخل فی ذلک ابداً۔

یعنی اگر وہ اتنا چاہے کہ میں اس کے لئے واسطہ کی مسجد کے دروازے شمار کر دوں تو میں یہ بھی کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں چہ جائیکہ وہ مجھ سے تعلق رکھے کسی کے قتل کا پروانہ وہ جاری کرے اور مہر میں اس پر لگاؤں، خدا کی قسم میں اس چیز کو قبول کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں۔

اس حکم عدولی کے باعث آپ کو قید کر دیا گیا، ہر روز آپ کو کوٹھے لگائے جاتے اور بیٹا جاتا لیکن آپ کی استقامت اور ثباتِ نگہ میں ذرہ فرق نہ آیا۔ آپ نے اہل بیت کے دشمن اور حضرت زید کے قاتل ہشام کے گورنر کے سامنے گھٹنے ٹیکنے سے انکار کر دیا، کافی عرصہ اسی طرح گزر گیا تو داروغہ جیل نے ابنِ ہبیرہ کو سمجھایا کہ اگر کوٹھے مارنے کا یہ سلسلہ جاری رہا تو امام جانہ نہ ہو سکیں گے۔ اس نے کہا کہ تم انہیں سمجھاؤ کہ میں حلف اٹھا چکا ہوں اس لئے وہ صرف حلف پورا کرنے کے لئے میرا حکم

مان نہیں رہا کروں گا۔ وار و فہ نے اگر کما تو غیرت و محبت کے پیکر اور اہل بیت کے عشق کے وہی جواب دیا : لو
سبأ لنی ان اعدلہ ابواب المسجد ما فعلتے یعنی اگر وہ مجھ سے اتنا مطالبہ کرے کہ میں اس کے لئے
مسجد کے دروازے شمار کروں تو میں اتنا بھی نہیں کروں گا، مرزا غالب نے کیا خوب کہا ہے ۔

حضرت ناصح گرائیں دیدہ و دل فرس راہ کوئی مجھ کو یہ تو سبھی جھک کر سمجھائیں گے کیا؟

ابوہریرہؓ نے جب مردِ مجاہد کا یہ جواب سنا تو دار و فہ جیل سے کہا کہ چپکے سے انہیں جیل سے باہر نکال دو۔ آپؐ ہاں
سے رہا ہو کر مکہ منظر میں پناہ گزی ہو گئے۔ جب تک بنی عباس کی خلافت قائم نہیں ہوئی آپؐ اپنے وطن کو فہ نہیں آئے وہاں
مرکز میں رہ کر اس دعوتِ انقلاب کے لئے اپنی سرگرمیاں دور شور سے جاری رکھیں یہاں تک کہ اموی خلافت کا تختہ
اُٹ دیا گیا۔

جب عباسیوں کی حکومت قائم ہوئی تو امام صاحب کے مراسم عباسی خلفاء کے ساتھ بڑے دستاورد اور خصمانہ
تھے، خلفاء بھی آپؐ کی دل سے عزت اور قدر کرتے تھے لیکن جب منصوبہ نے حضراتِ ساداتِ کرام کے ساتھ زیادتیاں کرنا شروع
کیں تو آپؐ اس کے بھی مخالف ہو گئے اور اس نے امام حسن مجتبیٰؑ کے پوتے حضرت امام محمد نفس نہ کیہ نیز ان کے بھائی اور اپنے
استاد مشفق عبداللہ بن حسن کے نورِ نظر سے لڑائی شروع کی تو آپؐ نے ہر قسم کی مصلحت کو پس پشت ڈال دیا اور کھل کر عباسیوں کی
مخالفت کی۔ خلیفہ منصورؒ جس نے معمولی سے شبہ پر ابو مسلم خراسانی جیسے جنرل کو ترغیب کر دیا تھا، اس کے غیض و غضب کی بھی حضرت
امام عظیمؑ نے پردہ نہ کی منصورؒ نے آپؐ کو ہر حلیہ سے اپنی روش ترک کرنے پر مجبور کیا لیکن جب آپؐ باز نہ آئے تو آپؐ کو جیل میں ڈال دیا
ہر روز ناپ کو دس کوڑے لگائے جاتے لیکن آپؐ نے اپنی روش نہ بدلی اور اس پیرادہ سالی میں ماہِ محبت میں ہر قسم کی سختیوں کو
خوشی سے گوارا کیا یہاں تک کہ آپؐ نے قید خانہ میں ہمارے شہادت نوش کیا۔

بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ آپؐ کو زہر دے دیا گیا تھا۔ آپؐ نے جان دے دی لیکن اہل بیت کی محبت ترک
نہیں کی، اپنے نہایت و نزار بدن پر کوڑے کھائے لیکن باطل کے سامنے سر نہیں جھکایا۔ ناظرینِ کرام! آپؐ انصاف سے خود ہی
بتائیں کہ ہم ائمہ اہل بیتؑ کا ایسے جو انمرد، عالی ظرف، وفا شعار کی روایتیں مانیں یا ایسے شاگردوں کی جو یہ کہتے ہیں کہ جو ائمہ اہل
بیت کے دین کی اشاعت کرے گا وہ بے ایمان ہو کر مرے گا اور خدا تعالیٰ اسے دونوں جہانوں میں ذلیل کرے گا۔

کاش! ہمارے نوجوان ان تاریخی حالات کا مطالعہ کریں اور ان پاکیزہ لوگوں کی زندگیاں اپنے سامنے
رکھیں جو بنیاد پر پاکیزہ مقصد کے حصول کے لئے اپنی جان کی بازی لگا دیا کرتے ہیں تاکہ انہیں معلوم ہو کہ امام عظیم ابوحنیفہؒ کا کیا
مقام ہے۔ ان کا اہل بیت کے ساتھ کیا تعلق تھا، انہوں نے کس طرح ہر قسم کی سختیوں برداشت کیں لیکن ناموسِ عشق پر

حرف نہیں آنے دیا۔

بعض لوگ اس بات پر بڑے برہم ہوتے ہیں کہ آپ حضرت امام ابوحنیفہ کو امام عظیم کیوں کہتے ہیں! ان کی خدمت میں عرض ہے کہ مخاطب اندازوں کے مطابق دنیا میں مسلمانوں کی تعداد ساٹھ کروڑ ہے اور نصف سے زیادہ مسلمان فقہ حنفیہ پر کاربند ہیں تو ایسے شخص کو امام عظیم کیوں نہ کہا جائے جس کو اللہ تعالیٰ نے اتنی مقہوریت عطا فرمائی ہے، نیز جو بہستی حضرت امام محمد باقر، حضرت امام جعفر صادق کی شگردہ ہو جس نے حضرت امام زین العابدین کے فرزندِ اچند حضرت زید بن علی اور حضرت حسن مجتبیٰ کے پوتے حضرت ابو محمد عبد اللہ بن حسین سے فیض حاصل کیا جو ان کی محبت میں جان سے دی ہو اس کو امام عظیم نہ کہا جائے تو اور کس کو کہا جائے؟

الْحَمْدُ! ہمیں ان فتنوں سے بچا، ان تند و تیز طوفانوں میں ہماری شیعہ ایمانی کوروشن رکھ اور ان لوگوں کی محبت اور پیروی عطا فرما جن پر تو نے انعام فرمائے ہیں۔ یاسحق یا قیوم بس حمتک استغیث لا تکلنی الی نفسی طرقت عین واصلح لی شافی حلد۔

امام اعظم کا ایک اہم فتویٰ

تنبأ فی من من رجل قال امھلوفی حتی اقب
بعلامۃ فقال منی طلب منی علامۃ کفر لانہ نطق بکذب
لقولہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم "لا منہ بعدی"
تسجید: آپ کے زمانے میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا کہ محمد کو مہلت دو
کہ میں تمہارے سامنے کوئی معجزہ پیش کروں تو آپ نے فرمایا کہ جس نے اس سے کوئی
علامت طلب کی وہ بھی کافر ہوا، اس لئے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے قول "لا منہ بعدی" کا جھٹلانے والا ہے۔
(الغیرات الحسان)

سیدنا امام عظیمؑ کے عمدہ قضائے انکار و آپ کی شہادت کے اسباب کا مختصر بیان

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَا مُنْتَهَى لِحُجُبَارِهَا
وَهَيْتُهُ الصُّغْرَى أَجَلٌ مِنَ الدَّهْرِ

یوں تو اسلامی تاریخ مجاہدینِ حریت اور سرفروشانِ اسلام کے کارناموں سے بھری پڑی ہے لیکن چند نفوسِ قدسیہ ایسے ہو گزرے ہیں جنہوں نے طعنے بھرا ظالم اور جابر حکمرانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اعلاہ کلمۃ الحق کا فریضہ اس طرح انجام دیا کہ اس راہ میں ہر قسم کے مصائب و آلام خندہ پیشانی کے برداشت کئے اور جان کی بازی ہنگ لگادی بلاشبہ انہی لوگوں کا ذکر زیب داستان اور سرمایہ تاریخِ حریت ہے، سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ انہی مبارک لوگوں میں سے ہیں۔ آپ کے عمدہ قضاء سے انکار کا واقعہ کم و بیش تاریخ و سیرت کی تمام مستند کتابوں میں موجود ہے لیکن آپ کی المناک شہادت تک کے واقعات کی کڑیوں کو ملا کر منطقی طور پر نتیجہ کسی نے نہیں نکالا کہ امام عظیم ایسا جلیل القدر پیشوا جلیل خاںوں میں عمرِ عزیز کا ایک حصہ گنواتا ہے، کوڑے عاتاق سے قسم قسم کی تکلیفیں برداشت کرتا ہے بالآخر جانم ہلی کر دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے لیکن حکومتِ وقت کا کل پرزہ بننے کے لئے تیار نہیں ہوتا تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟ دوسری طرف مشہور لہجہ بالآخر زمانہ سے پہچنے پہچنے نامور علماء اور محدثین موجود ہیں، پھر امام صاحب ہی کے لئے اس قدر اصرار کیوں ضروری سمجھا جاتا ہے؟ گو معاصرین میں کوئی ابوحنیفہ نہ تھا تاہم منصبِ قضا کے لئے ہر طرح باصلاحیت لوگوں کی ایک پوری کھوپ موجود تھی! پھر برحقہ خلافتِ راشدہ باقی نہیں رہی تھی تاہم حکومت کا سرکاری مذہب اسلام تھا، اعدائوں میں کتاب و سنت کے مطابق فیصلے ہو رہے تھے، قربِ نبوی کی وجہ سے پرہیزگاری، خشیتِ الہی اور اتباعِ شریعت بھی آج کی نسبت کہیں زیادہ تھی اس کے باوجود امام عالی مقام کا عمدہ قضا یا کسی دوسرے منصب سے مسلسل انکار، آخر کیا معنی رکھتا ہے؟

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

منصبِ قضا سے انکار کا پس منظر

غلامہ کائنات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے عشق و محبت اور آپ کے صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین سے محبت و عقیدت بطور عقیدہ

ابتداء ہی سے مسلمانوں کا طرہ امتیاز رہی ہے، خاندانِ نبوی کی نسبت تو ہر دور کے مشائخ صوفیاء اور عشاق کے لئے کبر و تہ کی حامل رہی ہے، سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تربیت سیدنا امام محمد باقر اور سیدنا امام جعفر صادق کی آغوشِ میلمی ہوئی بلکہ آپ کا یہ مقام و مرتبہ بحدہ خود

سلہ بیانِ مقدم محمد باقر و شمس الثانی ۱۱۱۱

خاندانِ نبوت کا رہنما ہے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ سیدنا امام ابوحنیفہ قدس سرہ کے مبارک دور بیکہ بہت عرصہ تک خاندانِ نبوت میں سے جو مسندِ ایشاد و تبلیغ پر جلوہ افروز ہوتے رہے۔ وہ علم و عمل، زہد و تقار اور گوناگوں دوسری خوبیوں کے اعتبار سے ہر طرح اپنے اپنے دور کے بہترین نفوس قدسہ بننے چنانچہ اس دور کی ہر کمال ہستی ان کی خوشہ چین اور فیض یافتہ نظر آتی ہے۔

مردی ہے کہ ایک دفعہ سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ مسجد حرام میں درس دے رہے تھے کہ اتنے میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ آپ اس قدر عورت تھے کہ کچھ وقت دوسری طرف توجہ نہ ہوئی۔ تھوڑی دیر بعد جب سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ پر نظر پڑی تو فوراً کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے اے ابن رسول اللہ! اگر آپ کی آمد کا مجھے بروقت پتہ چل جاتا تو ایسا کبھی ہوتا کہ آپ کھڑے ہوں اور میں بیٹھا رہوں۔ یہی وہ نکتہ ہے جس پر حضرت امام کی پوری زندگی کا دار و مدار ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک بلند پایہ عالم دین استاذ الامم اور شیخ الشیوخ کی حیثیت سے امام صاحب نے بنی امیہ اور بنی عباس کی دونوں حکومتوں کو صحیح خلافت نہیں سمجھا، اس کے برعکس اہل سنت کی تمام تحریکوں کو ذمہ داری یہ کہ صحیح کہا بلکہ عملی طور پر ان کی مدد کی، بلکہ ان حکومتوں کے خلاف آپ نے خود جہاد کا فتوے دیا۔ اس جرم کی پاداش میں آپ عمر بھر زیرِ عتاب رہے، آپ کو قضا کی پیشکش محض ایک بہانے اور فریب سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی، منصبِ قضا پیش کرنے والے بخوبی جانتے تھے کہ آپ کبھی ان کی حکومتوں کا کل پرزہ نہیں بنیں گے جسے وہ سرے سے غلط سمجھتے ہیں چنانچہ ابو جعفر منصور نے متعدد بار آپ کو جیل سے نکلوا کر لاپلج اور تہدید کے ذریعے سمھانا چاہا مگر ہر دفعہ ناکام ہو کر دوبارہ جیل بھیج دیا، کئی عرصہ کوڑوں سے پیٹا جاتا رہا اور بالآخر زہر کا پیالہ دے دیا گیا۔

ایک روایت کے مطابق جب آپ کو زہر کا پیالہ دیا گیا تو آپ نے فرمایا میں اپنے قتل میں کیسے مدد کر سکتا ہوں چنانچہ آپ کو لگا کر درستی منہ میں زہر اندیل دیا گیا، جس وقت زہر جسم میں سرایت کر گیا تو آپ سجدے میں چلے گئے اور اسی حالت میں انتقال فرمایا۔ سوچنے کی بات ہے، کیا منصبِ قضا سے الکرا ایسا جرم تھا جس کی سزا قتل ہوتی؟ اور قتل بھی ایسے دردناک طریقے پر؟ یہ تو سلطنت کے باغیوں کی سزا ہے! اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اہل بیتِ نبوت سے تعلق خاطر اور وہ بھی محض رسمی نہیں بلکہ ان کے علم و فضل، دیانت و امانت کی بنا پر انہیں ستم و ظلم سمجھنا ہی وہ واحد ناقابلِ معافی جرم تھا جس کی سزا کے لئے حکومت کو یہ سادے

۱۔ ذیل الہامیر المصنیعہ طبقات الحنفیہ لاطالی قاری : ۴۶۳ " مناقب الامام الاعظم "

۲۔ تاریخ الخلفاء، سیوطی، ج ۱، ص ۱۸۰

۳۔ طبقات الکبریٰ، شعرائی، ج ۱، ص ۲۶

۴۔ ابن خلکان، ص ۱۵۱، ۴۶۱، بیاض مخدوم محمد ہاشم، ج ۱، ص ۱۱، تاریخ الخلفاء، سیوطی، ص ۱۸۰

۵۔ مقدمہ ہدایہ، مولانا عبدالحی عکسوی، ص ۱۰

ہمارے دور جیلے تاشنے پڑے۔ اس مقام پر امام صاحب ایسے عظیم ذہنی پیشوا کے قدموں میں اگر معمولی سی لغزش پیدا ہوتی تو آج ہم بھی حق و صداقت کا منہ چڑھانے والے بعض نام نہاد محققین کی طرح ائمہ اہل بیت کی تحریکوں کو بغاوت سمجھ بیٹھتے مگر امام عالی مقام کا کردار عمل رہتی دنیا تک حق و صداقت کی مثال بنا رہے گا۔ صلوات اللہ علیہ کل بدو فاجو کو کفایت قرار دینے والے کا عمل دیکھئے ! وہ دھت ہے اور یہ عزیمت ! ایک ایسی شخصیت جس کی تعلیم و تربیت گہوارہ نبوت میں ہوئی، جس کی ساری زندگی خاندان نبوت پر نثار ہو گئی اس سے اہل تشیع کی اس قدر عداوت و عناد باعثِ تعجب ہے بلکہ اہل تشیع ہر اس شخص سے عداوت رکھتے ہیں جو ائمہ اہل بیت کا صحیح پیرو ہو یا ان کے علوم خارجی و باطنی کا صحیح و جائز وارث ہو۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ تو بدرجہ اتم پیرو اور سیدنا حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ کے صحیح وارث، پھر ان کے علوم کے قاسم و ناشر ہیں اس لئے ان کے ساتھ دوسری عداوت رکھنا اہل تشیع کے لئے لازمی ہے۔

گردن نہ جھکی جس کی شہنشاہ کے آگے

سب سے پہلے یزید بن ہبیرہ جو بنی امیہ کی طرف سے عراق کا گورنر تھا، نے آپ کو اس وقت اپنے دامِ تزویر میں پھنسانا چاہا جس وقت خراسان کے علاقے میں بغاوتیں اور شورشیں شروع ہو گئیں، بنو امیہ کی حکومت جس کی بنیاد اہل بیت نبوت پر سب و تمام اور ظلم و جور پر قائم ہوئی تھی ریت کے محل کی طرح گزر رہی تھی، حکومت نے دابستگانِ طبیعت جو مرجعِ انام تھے، کا سہارا لینا چاہا، چنانچہ ابن ابی یعلیٰ، ابی شبرہ اور امام اعظم رضی اللہ عنہم کو بلایا گیا۔ آپ نے گورنر سے کہا کہ حکومت کی یہ سرِ آپ کے ہاتھ میں رہے آپ کی اجازت اور مشورے کے بغیر عراق کا کوئی کام نہ ہو سکے گا، آپ یہ منصب قبول کر لیں، آپ نے فرمایا، یہ تو بڑی بات ہے، اگر مجھے یہ کہا جائے کہ میں اس حکومت کے لئے مسجد کے دروازے گن دوں تو میں اس کے لئے بھی تیار نہیں ہوں۔ ابن ہبیرہ نے آپ کو قید خانے میں ڈال دیا اور مسلسل کئی ہفتے آپ کو کوڑے لگواتا رہا۔ اس دوران ہر چند آپ کو سمجھانے بھجانے کی کوشش کی گئی مگر بے سود، بالآخر اس نے کہا انہیں کوئی یہ سمجھائے والا بھی نہیں کہ مجھ سے ملت مانگ لیں، اس پر آپ نے ملت مانگی کہ میں اپنے دوستوں سے مشورہ کروں، قید سے چھوٹے ہی دارالاسن مکہ مکرمہ چلے گئے اور بنی امیہ کی حکومت ختم ہونے تک وہاں سے واپس نہ آئے تھے۔

۱۔ ذیل الجواب فیہ ۱۰۵

۲۔ " ۱۰۶

۳۔ ابن عسکان ۱۰۵

اس کے بعد دوسرے عباسی خلیفہ المنصور نے منصب قضا قبول کرنے کے لئے آپ سے امرار شروع کیا جس طرح بنی امیہ نے عیاری سے حکومت پر قبضہ کیا تھا اسی طرح بنی عباس نے بھی ابتداء میں اہلبیت کی مظلومیت اور حقوق سے ان کی ہمدی کے افسانے سنا کر بنی امیہ کے خلاف فضا ہموار کی، یہ سارا ڈراما امام اعظم کے سامنے کھیلا جا رہا تھا۔ وہ بناغیر کی طرح تمام حالات کو جانچ رہے تھے انہیں بخوبی علم تھا کہ بنی امیہ کے دور میں حضرت زید بن علی کے خروج میں ان کے ساتھ تعاون اور ان کے خروج کو جنگ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خروج سے تشبیہ دینے کے ان کے عمل سے حکومت پوری طرح باخبر ہے پھر خود بنی عباس کے عہد حکومت میں بھی ۵۳۷ھ تک نفس زکیہ اور ابراہیم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے خروج میں امام صاحب نے ان کی مالی مدد فرمائی اور ان کے ساتھ خروج کو نفلی حج سے ۵۰ یا ۶۰ گنا زیادہ ثواب کا کام قرار دیا، پھر یہی نہیں بلکہ منصور کے سپہ سالار حسن بن قطیبہ کو جو امام صاحب کا معتقد تھا ائمہ اہلبیت کے خلاف دھڑلے سے روک دیا۔

منصور نے اپنے بعض رازداروں سے پوچھا کہ حسن کا آنا جانا زیادہ تر کس کے پاس ہے؟ انہوں نے کہا امام ابوحنیفہ کے پاس! چنانچہ منصور نے حسن کو بھی حضرت امام کے ساتھ زہر دلا کر شہید کر دیا،

ان واقعات کی روشنی میں حضرت امام منصب قضا کے فریب سے پوری طرح باخبر تھے، ادھر منصور بھی حضرت امام کے قتل پر ٹلا بیٹھا تھا لیکن اصل قصہ یہ تھا کہ ایک ایسا ذی وجاہت شیخ جس کی عقیدت و محبت کی حدیں منصور کی حکومت سے بھی بڑھی ہوئی تھیں، ایسا معمولی آدمی تھا جس پر حکومت آسانی کے ساتھ یونہی ہاتھ ڈال دیتی۔ منصور امام صاحب کو اپنے اقتدار کے لئے زبردست خطرہ اور اہل بیت نبوت کا ایک نٹن سمجھتا تھا، چنانچہ اس نے آپ کو دار الحکومت بغداد بلایا اور منصب قضا قبول کرنے کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا میں اس کی صلاحیت نہیں رکھتا، اسے کسی اہل آدمی کے سپرد کرو۔ اس نے کہا آپ غلطی کر رہے ہیں، آپ نے فرمایا جھوٹا آدمی تو بطریق اولیٰ قاضی بننے کا اہل نہیں! تیز کلامی ہوتی تو آپ کو جیل خانے بھجوا دیا گیا۔ جیل خانے میں کئی روز تک اپنے طور پر آپ کو سمجھایا جاتا رہا کہ آپ عہدہ قضا قبول کر لیں مگر آپ نے ملنے، اس پر منصور تشدد پر اتر آیا اور گیارہ روز تک تھوڑا اس شخصیت پر کوڑے برسائے جاتے رہے جو کتاب دسنت اور عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حامل تھی۔ اس دوران آپ کو کھانے پینے کی تکلیفیں بھی پہنچی گئیں، بعض طاقت کے بل بوتے پر لوگوں کے سردوں کو جھکانے والی حکومت پر لوگوں کے دلوں پر حکومت کر نیوالے خاندان نبوی کے نقیب حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی سطور و ہیبت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ جس وقت منصور کے حکم سے سیدنا امام اعظم کو تیس کوڑے لگائے گئے اور آپ کا مبارک بدن لہو لہان ہو گیا تو خلیفہ کے چپانے اس سے کہا "یہ تم نے کیا کیا؟ تم نے

اپنے ادب پاک لاکھ تھواریں کھنوا لیں، یہ تو تفسیر عراق بلکہ فقیہ مشرق تھے، امام اعظم کی شخصیت ایسی نہ تھی جسے زمانے کی ہوائیں چا دیں، بالآخر جبل خانی میں زہر سے آپ کا کام تمام کر دیا، جنازہ میں پچاس ہزار آدمیوں نے شرکت کی اور دفن کے بعد بیس روز تک لوگ قبر مبارک پر نماز جنازہ پڑھتے رہے، مصیبت مقبرہ خیزان میں دفن ہوتے، آپ کے نزدیک یہ زمین کنسی غصب شدہ نہ تھی، آپ کے بعد منصف اکثر کہا کرتا تھا کہ ابوحنیفہ کی پڑ سے زندگی اور موت میں مجھے کون بچائے گا؟

یہ سارے واقعات سیدنا امام اعظم کی زندگی اور ان کے طرز عمل کا کھلی ہوئی تصویر ہیں۔ ہمارے نزدیک امام صاحب کو اس امر کا بخوبی احساس تھا کہ ان کا ہر عمل اور فعل ایک دینی پیشوا ہونے کی حیثیت سے سمجھا جائے گا اس لئے آپ نے عملاً اپنے اس مقام کی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے، اچھی طرح غور و فکر کر کے یہ راستہ اختیار کیا۔ بنی امیہ اور بنی عباس کی حکومتوں میں چند ایک مفسر بادشاہوں کے سوا ہر دور میں اہلبیت نبوی کی حمایت و نصرت تو اپنی جگہ رہی ان سے عقیدت و محبت بھی فوجداری جرم رہا پہلے و تاریخ سینکڑوں ایسے لوگوں کی فرست پیش کرتی ہے جو صرف اسی جرم کی بنا پر عمر بھر یا خود مقتوب رہے یا قتل ہوئے بعض لوگ بڑے بھونڈے انداز میں اہلبیت اطہار کے اذعانے خلافت پر نکتہ چینی کرنے لگ جاتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے جس نا انصافی، ظلم اور بربریت کے خلاف انتہائی بے مروت سامانی کے باوجود تھوڑا سا کراس قدر عظیم قربانی دی، آپ کے اخلاق بھی سب سے بڑے یا معنوی ہر دور میں اپنے اس مقتدا اور مودت کی سنت کے امین رہے ہیں انہوں نے ہر قسم کے مصائب و آلام کا مردانہ وار مقابلہ کر کے حق و قسط کا علم بلند کئے رکھا ہے اس نئی مردانہ حرارت کے ایک مہر خلی سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے، بادی النظر میں آپ کے منصب سے انکار کا واقعہ کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو لیکن آپ کی پوری زندگی پر اگر غور کیا جائے تو وقت کی دو عظیم حکومتوں سے ٹکرا، قید و بند کی صعوبتیں جسمانی ایذا میں پھر شہادت تک کے واقعات کوئی اتفاقی معمولی باتیں نہیں ہیں بلکہ یہ حضرت امام کی پاکیزہ زندگی کے مشن اور سوچے سمجھے راستے کا حصہ ہیں۔ کاش! اگر اہلبیت کی حمایت و نصرت اور ان کے جاں نثاروں کی تاریخ نویسی پر کفریہ نہ تھا تو آج تاریخ کا یہ حصہ یقیناً اب مختلف ہوتا چونکہ خیر القرون کی تاریخ کا تعلق ہماری عقائد سے بھی ایک طرح کا ہوتا ہے لہذا ضرور ہے کہ ہمارے محققین نئے نئے فرقوں کا بالخصوص خارجیت جو ایک نئے انداز سے سراٹھا رہی ہے، کے مقابلے میں ہمارے ان جلیل القدر ائمہ کا مسلک ان خصوصیات علیہ وسلم و آپ کے اہلبیت و صحابہ رضوان اللہ علیہم کے ساتھ عقیدت و محبت کے تناظر میں دیکھیں اور واقعات و حالات پر خارجی اثرات کے عوامل کو ملحوظ خاطر رکھ کر تبصرو کریں، آخر میں میں سیدنا امام اعظم کی کوہ گراں شخصیت اور دامان نبوت سے ان کے استفادہ تعلق خاطر کو سلام کرتا ہوں بلاشبہ یہی وہ فضیلت ہے جس کی بنا پر حضرت امام کی محبت و عقیدت مسلمانان عالم کی دلوں کی دھڑکنوں کے ساتھ وابستہ و پیوستہ ہے۔

ہرگز نمیر دآنکہ دلش زندہ شد بہ عشق ثبت است بر جریہ عالم دوام ما

پروفیسر قیامی کا دانش
گورنمنٹ کالج میرپور خاص

امام اعظم ابو حنیفہؒ کا قبول منصب فقہائے انکار

مرحوم کاغذخواہ گورنر "ابن ہبیرہ" مارے غصہ کے جہنم کی طرح بھڑک رہا تھا۔۔۔ فقیر اعظم امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکومت کے پیش کردہ "عندہ فقہائے قبولیت سے انکار کر کے وقت کے قاہرہ جابر حکمران کی آتش غیظ و غضب کو ہوا دی تھی اور طیش میں آکر سرور بار قسین کھا کھا کا اعلان کر رہا تھا کہ "اگر اس خدمت کو اس نے قبول نہ کیا تو میں اس کے سر پر کوٹھے مار کر رہوں گا" (مناقب موفی ص ۲۲)

سننے والے دہشت سے کانپ رہے تھے! امیر نے قسم کھائی ہے، اب یہ ظالم شب کچھ کر گزرے گا جس کا اعلان کر رہا ہے! — ابن ہبیرہ کی اس ہونک قسم کی خبر جب امام کو پہنچائی گئی تو لوگ خیال کرتے تھے کہ اس دہشت ناک خبر سے امام پر وحشت طاری ہو جائے گا مگر خلاف توقع یہ بات دیکھ کر لوگوں کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ امام صاحب بڑے اطمینان سے فرما رہے تھے:

"دنیا میں اس کے مار بیٹے کو میں آخرت کے آہنی گرزوں کی مار سے آسان خیال کرتا ہوں"

اس کے بعد (رب تعالیٰ کی شانِ جبروت کا مظاہرہ کرتے ہوئے) امام صاحب نے بھی (باطل کے مقابلہ میں) قسم کھائی اور بالکل اسی انداز سے قسم کھائی جس طرح ابن ہبیرہ "اپنی گورزی کے گھنڈ میں قسم کھا چکا تھا، چنانچہ امام وقت جو دین کے نشتر سے مرثا تھے، اپنے مولا پر تاز کرتے ہوئے فرما رہے تھے:

خدا کی قسم خواہ مجھے "ابن ہبیرہ" قتل ہی کیوں نہ کر دے مگر یہ کام ہرگز نہ کروں گا۔"

امام کے سامنے تو آخرت تھی، وہ اپنے نور بعیرت سے آخرت کے آہنی گرزوں کی چمک دیکھ رہے تھے پھر بھلا وہ ابن ہبیرہ کے تازیانوں کی کیا پرواہ کرتے! —

امام کی اس جوابی قسم کی خبر جب ابن ہبیرہ کو پہنچائی گئی تو مارے غصے کے اس کا چہرہ تھما نہ لگا، پیچ و تاب کھاتے ہوئے رعد کی طرح گر جا:

"اب اس کا درجہ اتنا بلند ہو گیا ہے کہ میری قسم کا مقابلہ وہ اپنی قسم سے کرتا ہے۔"

ابن ہبیرہ کا دماغ تو آسمان پر تھا، مارے غرور کے وہ زمین پر پیروز رکھتا تھا کیونکہ وہ اپنے آقا مردان کے بعد اپنے آپ کو
کرہ ارض پر بسنے والے تمام انسانوں سے بلند تر سمجھتا تھا۔ امام کی قسم جب اس کے فرعونی تکبر کے بے وزن کستون گرا لے لگی تو وہ
اپنی جھوٹی بلندی کو قائم رکھنے کے لئے امام کے نورانی وجود کی خوبصورت عمارت کو ڈھانے پر آمادہ ہو گیا۔۔۔۔۔ لیکن قدرت
مسکرا رہی تھی! وہ اس شخص سے پنجہ کشی کرنے چلا تھا جس کی یاد کا قیامت تک کے لئے کروڑ ہا کروڑ انسانوں کے قلوب
میں جاگزیں ہونا مقدر ہو چکا تھا۔!

بہر حال ابن ہبیرہ کے نہ ٹوٹنے والے پندار پر یہ ایسی چوٹ تھی کہ وہ تھلا اٹھا اور بیچ کر حکم دیا کہ "امام کو فوراً حاضر کیا جائے!"
سپاہی دوڑ پڑے۔ تھوڑی ہی دیر بعد امام صاحب "ابن ہبیرہ" کے دربار کو کھڑے تھے۔۔۔ اور وہ ان کے منہ پر قسم کھا کھا کر
کہہ رہا تھا کہ "اگر اس نے حکومت کی خدمت قبول نہ کی تو اس کے سر پر اس وقت تک کوڑے برسائے جائیں گے جب تک
کہ اس کا دم نہ نکل جائے۔"

ابن ہبیرہ جہنم کے عفریت کی طرح شعلے اگل رہا تھا مگر امام صبر و شکر کے "بھرا کابل" بنے ہوئے تھے، ان کے پاس استقلال
میں ذرا سی لرزش بھی پیدا نہ ہوئی۔۔۔ جب ابن ہبیرہ نے اپنے وقتی اختیارات کی وسعتوں کو امام صاحب کی موت تک پہنچا
دیا تو امام صاحب نے بھی پٹ کر ابن ہبیرہ کے اقتدار کے منہ پر اپنی راست گوئی کی ایسی ضرب لگائی کہ ابن ہبیرہ بلبلا اٹھا، چنانچہ امام
نے شان بے نیازی سے فرمایا:

"صرف ایک ہی موت تک! (اس کا اختیار ہے)"

ابن ہبیرہ کو بھلا اس سے قبل کسے کو اس قسم کے سنگین جواب کا تجربہ ہوا تھا۔۔۔۔۔ آپے سے باہر ہو کر چیخ پڑا۔۔۔۔۔
"جلواز! جلواز (تاریا بدست جلد)، فوراً جلواز" دوڑ پڑے۔

اس شخص کے سر پر مسلسل بیس کوڑے مارے جائیں! فرعون صفت ابن ہبیرہ نے حکم دیا؛

امام کا سر کھلا ہوا تھا اور۔۔۔۔۔ ایک۔۔۔۔۔ دو۔۔۔۔۔ تین۔۔۔ کوڑے تھے جو۔۔۔ پے در پے اس مقدس سر پر پڑ رہے
تھے جس میں صرف ایک اللہ کی بڑائی سما گئی تھی اور کسی بھی فرعون وقت کی بڑائی کے لئے کوئی گنہائش باقی درہی تھی۔! کوڑے
کھاتے رہے اور امام خاموش کھڑے رہے، آخر کار یہ تاریخی جلیسا امام صاحب کی زبان حق ترجمان پر رقص کرنے لگے:

"یاد رکھ! (ابن ہبیرہ) ایک دن اللہ تعالیٰ کے سامنے تو بھی کھڑا کیا جائے گا اور تیرے سامنے جس قدر آج

میں ذلیل کیا جا رہا ہوں اس سے کہیں زیادہ ذلت کے ساتھ تو خدا کے دربار میں پیش کیا جائے گا،۔۔۔۔۔

ابن ہبیرہ! تو مجھے دھمکا رہے حالانکہ میں شہادت دے رہا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں

اقرار کرتا ہوں کہ :

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ

دیکھو! میرے متعلق تجھ سے بھی پوچھا جائے گا، اس وقت بجز سچی بات کے تیرا کوئی جواب سنا نہیں جائے گا۔
کوڑے پڑ رہے تھے اور امام صاحب کی زبان حق بیان پر یہ جملے لرز رہے تھے، آخری فقرہ سن کر تو ”ابن ہبیرہ“ کا
چہرہ بھی فق ہو گیا۔۔۔ گھبرا کر جلا د کو اسٹارہ کیا کہ۔۔۔ بس!۔۔۔ اس کے بعد سپاہی امام صاحب کو واپس جیل خانے
لے گئے۔۔۔ رات جیل خانے ہی میں گزری۔۔۔ صبح کو لوگوں نے دیکھا کہ۔۔۔ مظلوم امام کا نورانی چہرہ زرد و کوب کے
سبب سوجا ہوا تھا اور سر مبارک پر کوڑوں کے نشانے نمایاں تھے!

کہتے ہیں کہ اس کے بعد شہر کے سرکاری گماشتوں کا ایک وفد امام صاحب کے پاس آیا اور سمجھانا شروع کیا کہ:
”ہم لوگ آپ کو خدا کی قسم دیتے ہیں کہ آپ خود کو تباہی میں مت ڈالئے، ہم لوگ آخر آپ کے بھائی ہیں و حکومت
کے اس تعلق کو ہم میں سے ہر ایک ناپسند ہی کرتا ہے۔۔۔۔۔ لیکن کوئی چارہ کار اس وقت قبول کر لینے
کے سوا نظر نہیں آتا۔“ (مناقب موفق ص ۲)

سرکاری علماء کا یہ وفد ناصحانِ مشفق کی طرح جب سمجھا چکا تو استقامت کا وہ پیکر جیل یوں گویا ہوا:
”یہ ملازمت تو خیر بڑی بات ہے، اگر یہ شخص مجھے چاہے کہ میں ”واسطہ“ شہر کی مسجد کے دروازے گنا کروں
تو میں یہ بھی نہیں کروں گا۔“

آخر میں امام صاحب نے یہ تاریخی جملہ فرمایا:
”پھر خیال کرنا چاہئے کہ میں اس کی پیش کردہ اس خدمت کو کیسے قبول کر سکتا ہوں جس میں وہ کسی کی گردن مارنے
کا حکم دے گا اور میں اس حکم پر منہ لگاؤں گا۔“
اور بار بار آپ اس جملے کو دہراتے :۔

”خدا کی قسم! میں اس میں اپنے آپ کو شریک نہیں کر سکتا۔“
گویا اس طرح امام نے قسم کھالی تھی، علماء حیران تھے، کیونکہ اس انکار کے نتائج ان کے سامنے تھے، لیکن جب جناب
امام نے قسم ہی کھالی تو سب خاموش ہو گئے۔۔۔ صرف قاضی شہر ابن ابی یسلی نے اتنا کہا:
”چھوڑ دو اپنے رفیق کو، حق پر یہی ہیں، ان کے سوا دوسرے غلط راستے پر ہیں۔“
جناب امام کے حق میں تاریخ کی یہ سب سے بڑی شہادت ہے جو انہی کے ہم عصر تھے اور ان کے سب سے بڑے

رقیب، ابن ابی سہیل نے پیش کی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تاریخ میں نظم و نسق عالم پر یہ احسان ہے کہ سب سے پہلے آپ ہی نے نظام حکومت چلانے کے لئے دنیا والوں کو ایسا روشن خیال دیا جس میں کوئی خلل نہیں یعنی وہ خلافت کے مرکز کی طرف سے ہر صوبہ میں نظم و نسق چلانے کے لئے تین نمائندے بھیجے تھے، ایک والی — دوسرا قاضی — تیسرا افسر خزانہ، یہ تینوں، علم سے دارالپس میں ایک دوسرے کے اقتدار سے قطعی آزاد ہوتے تھے اور اپنی کارکردگی کے لئے براہ راست خود خلیفہ کے سامنے جوابدہ ہوتے تھے۔ اس کا ایک بڑا فائدہ یہ تھا کہ بالغرض اگر کسی سے بددیانتی سرزد ہو جائے تو دوسرا ٹوکنے پر آمادہ ہو، اور یہ بات کہ تینوں کے تینوں بددیانتی پر اتفاق کر لیں، ایسی صحت میں کہ ان کی راست بازی کا پہلے سے تجربہ بھی کر لیا گیا ہو، ذرا مشکل ہے۔

اس حسن انتظام کا یہ نتیجہ تھا کہ کسی خاص صوبہ سے نہیں بلکہ مجموعی طور پر سارے اسلامی ممالک سے لائق و فائق شخصیتوں کا انتخاب بھی عمل میں آتا تھا، اور سب سے بڑی بات یہ کہ قاضیوں پر والیوں کو کسی قسم کا اقتدار حاصل نہ تھا۔ اس کا فائدہ یہ تھا کہ والیوں سے بے خوف و خطر شرع کی رو سے جو حق بات قاضیوں کی سمجھ میں آتی تھی اسی کے مطابق وہ فیصلہ صادر کر دیتے تھے، گویا اسلام میں ”عدلیہ“ شروع ہی سے ”انتظامیہ“ کی بالادستی سے آزاد تھی، لیکن جوہنی خلافت، مدینہ منورہ سے منتقل ہو کر دمشق پہنچی، قضاہ (عدلیہ) کی اہمیت اس درجہ گرا دی گئی کہ ہر صوبہ کے والی کو اس کا اختیار دے دیا گیا کہ وہ اپنی مرضی سے جس شخص کو چاہے اپنے علاقے میں قاضی مقرر کر لے حتیٰ کہ ہر شہر کا والی خود ہی قاضی مقرر کر لیتا تھا۔ (حسن المحاضرہ ص ۸۸)

چنانچہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ اسی ابن ابی ہریرہ کا آقا ”مروان“ جب مصر کے دورے پر گیا تو قاضی شہر ”عابس“ کو طلب کیا، جو قطعی اُجڑ، گنوار اور جاہل مطلق تھا۔ اس کے بعد خلیفہ اور قاضی کے درمیان جو دلچسپ مکالمہ ہوا وہ سننے کے لائق ہے :

خلیفہ مروان :- اجمعت کتاب اللہ ؟ (کیا تم نے قرآن یاد کر لیا ہے ؟)

قاضی عابس :- لا ! (نہیں، مجھے قرآن یاد نہیں ہے)

مروان :- احکمت الفرائض ؟ (کیا تو نے میراث کے مسائل کو بخیر یاد کر لیا ہے ؟)

عابس :- لا ! (ان سے بھی ناواقف ہوں)

مروان :- فسما تقضی ؟ (پھر آخر تو کس چیز سے فیصلہ کرتا ہے)

جابل قاضی اس سوال کا جھلا کیا جواب دیتا کہ کچھ اس میں تو کوئی اور ہی خوبی تھی جس کی وجہ سے یہ عہدہ اس کو عطا ہوا تھا۔ مگر یہ ایسی خوبی تھی جس کو سن کر ہمارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

واقعہ یہ تھا کہ فاتح مصر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے نیک سیرت صاحبزادے حضرت عبداللہ ایسے پارسائے کونکے اخلاق، اخلاص اور زہد و تقویٰ کے سبب خود ان کے والد پران کو ترجیح دیتے تھے، ان بیچاروں نے مصر کے والی مسد کے حکم کے خلاف یزید (کر بلائی) کی بیعت سے انکار کیا تھا۔ مسد نے ان کے انکار پر اعلان کیا کہ "کوئی ہے جو عبداللہ کو درست کرنے کے لئے آگے بڑھے؟"۔۔۔۔۔ اس وقت ہی جابل مائیس تھا جو آگے بڑھا کہ میں اس کام کو انجام دیتا ہوں، چنانچہ اس کام کو بخیر و خوبی انجام دینے کے لئے مائیس پولیس کی بھاری جمیت ساتھ لے کر گیا اور ان کے مکان کو گھیر لیا اور کہلا بھیجا کہ بیعت یزید کے متعلق اب کیا ارادہ ہے؟

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پھر بھی انکار ہی پر اصرار کیا۔ اس کے بعد تاریخ گواہ ہے کہ اس نے آگ اور لکڑی جیج کی تاک ان کے مکان کو آگ لگا دے۔ (حسن المحاضرہ)

دُشی مائیس کا بس ایک ہی کارنامہ تھا کہ اس نے ایک مجبور صحابی کو آگ میں جلا دینے کی دھمکی دے کر اچھی حسن کارکردگی کا مظاہرہ کیا تھا، چنانچہ حاکم وقت کی نظر میں اس قابل سمجھا گیا کہ بیچارے مسلمانوں کی چندیا، منڈیا، جان و مال، عزت و آبرو سب اس ماقبت نا اندیش کے حوالے کر دی گئیں جو قرآن و حدیث اور فقہ سے یکسر ناواقف تھا۔ بڑے اس سے زیادہ اور کیا اندھیر ہو سکتا ہے؟

اس طرح حکومت کی گمنونی انراض اور حاکم کے ذیل مقاصد کی خاطر قاضیوں کے تقررات میں جو دھاندلیاں ہوتی تھیں انکی بدنام داستان بہت طویل ہے۔ ایسے کئے قاضی اپنی نامقبت اندیشی سے مدد و انصاف کے عین میں جو کوڑا کرکٹ اٹھاتے ہوں گے وہ بھی ظاہر ہے، اور حاکم کے اشارے سے قانون کا جو علیہ لگاڑتے ہوں گے وہ بھی پوشیدہ نہیں، کس کی ہمت تھی کہ عدالتوں میں بیٹے داسے مدد و انصاف کے خون ناحق کے خلاف کوئی اپیل کر سکے؟ یہاں تو والی سے لیکر خلیفہ تک سب ایک ہی حکمت عملی سے مجبور عوام کا شکار کر رہے تھے، وہ سب اسلام کا نام لیکر شارب اسلام کا قتل عام کر رہے تھے، اور ان کے فقرہ تر کے خلاف اگر کوئی شامت کا مارا ان کے حلق کا کاٹنا تھا تو وہ اسے زندہ دھچھوڑتے۔

چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ مسند کے قاضی ملوک کی عدالت میں شیشی خانان (جو خانہ کعبہ کا کلید بدار ہے) کے دو افراد کی زمین کا مقدمہ پیش ہوا، قاضی صاحب نے جس فریق کو حق پر پایا، اس کے حق میں فیصلہ صادر کر دیا لیکن فریق ثانی گورنر

خالد کا درباری تھا، اس نے فوراً مدینہ پہنچ کر گورنر سے قاضی صاحب کے خلاف حکم حاصل کر لیا، قاضی صاحب گورنر کی یہ بے جا مداخلت اور اپنی سبکی برداشت نہ کر سکے، خلیفہ سلیمان بن عبد الملک کو مستنم جانتے ہوئے یہ واقعہ لکھ کر اپنے بیٹے محمد بن طلحہ کے ہاتھ بھیج دیا۔ اس کے جواب میں خلیفہ نے ایک حکم گورنر کے نام لکھ کر محمد بن طلحہ کے حوالے کیا کہ اس مقدمہ میں وہ بے جا مداخلت نہ کرے۔

جب محمد بن طلحہ بیچارے نے خلیفہ کا یہ خط خالد کے حوالے کیا تو کہتے ہیں کہ خط پڑھنے سے پہلے ہی وہ آگ بگولا ہو گیا اور فوراً جلا دیا کہ طلب کر کے حکم دیا کہ محمد بن طلحہ کو اسی وقت سو کوڑے مارے جائیں، جی ہاں پورے سو کوڑے؛ پھر کیا پوچھتے ہو کہ محمد بن طلحہ کا کیا حشر ہوا؟ بس اتنا سمجھ لیجئے کہ اس کے بعد قاضی طلحہ نے اپنے بیٹے کے خون آلود لباس کو سلیمان کے پاس بھیجا، سلیمان پہلے تو یہ دیکھ کر آپے سے باہر ہو گیا اور حکم بھی دے دیا کہ خالد کے ہاتھ کاٹ دئے جائیں مگر بعد میں بعض امیروں کی سفارش سے یہ معاملہ ٹل گیا، (جی ہاں! سفارش سے یہ معاملہ بھی ٹل گیا) (عقد العزیزہ، ج ۱، ص ۲۶۰)

یہ کوئی ایک حادثہ نہیں بلکہ یہ اس زمانے کے روزمرہ کے معمولی واقعات میں سے ہے۔

خلفاء بنی امیہ اور خلفاء بنی عباس کے زمانہ میں ہارون الرشید تک سترے موتیوں کی خوبصورت مٹی کی طرح یہ واقعات مسلسل پروئے ہوئے نظر آتے ہیں چنانچہ اس رنگین دنیا کی چمک دمک سے دور رہنے والے ایک ابو خلیفہ ہی تو نہیں تھے، اس زمانہ کے کتنے ہی ارباب صدق و صفا اور صاحبانِ امانت و تقویٰ حکومت کے اصرارِ بلیغ کے باوجود منصبِ قضا کی کانٹوں بھری سیج سے دور بھاگتے نظر آتے ہیں۔ ان فرار حاصل کرنے والوں میں سے اس زمانہ کے بہت بڑے محدث، فقیہ اور مشہور صوفی حضرت سفیان ثوری بھی نظر آتے ہیں۔ چنانچہ جب ایک مرتبہ مہدی کے زمانہ میں زبردستی دربار میں طلب کر کے کوفہ کے ہائی کورٹ کے جج کا فرمان تھا ہی دیا گیا تو حضرت سفیان نے فرمان لیا اور دربار سے باہر نکل کر انہوں نے اسے دعو میں پھینکا اور غائب ہو گئے۔ (موفق، ج ۱، ص ۳۱۰)

اس سے قبل جب مسعر بن کدام اس بیگار کے لئے پکڑے گئے تو منصوبہ کے دربار میں پہنچ کر پاگل بن گئے اور اس طرح اپنی جان چھڑا کر نکل بھاگے۔ اور اگر بالفرض مارے باندھے یہ منصب جو ہال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے، ان میں سے کسی نے قبول بھی کیا تو بہت کر کے خود غفار سے اس بات کا عہد بھی لیا کہ حکومت کی جانب سے شرعی فیصلوں میں کسی قسم کی بے جا مداخلت سے کام نہیں لیا جائے گا۔۔۔ غفار کی جانب سے طفلانہ تسلیوں کے طور پر جو قاضیوں کے سامنے اقرار بھی کر لیا جاتا تھا لیکن یہ عہد و پیمان کچھ اس طرح پورے ہوتے ہوئے دیکھے گئے کہ: امام غناوی کے دور میں خلیفہ منصور عباسی نے قاضی شریک کو طلب کیا اور ان پر قضا کا عہدہ تھوپنے لگا تو قاضی صاحب نے اپنی طرف سے جس قدر جو سکتے تھے جیلے تراشے، بہانے بنائے لیکن جب کوئی پیش نہ چلی تو انہوں نے بھی جی کر اکر کے منصوبہ سے کہہ دیا کہ:-

”میں ہر وارہ و صادر پر فیصلہ کروں گا اور مجھے اس کی قطعی پرواہ نہ ہوگی کہ میں بس کے خلاف فیصلہ کر رہا ہوں کوئی بھی ہو۔ میں (خلیفہ کے) مقربین کو دیکھوں گا نہ ان کو جو بارگاہِ خلافت سے تعلق نہیں رکھتے۔“
منصور ایک جہانگیرہ شخص تھا، قاضی کو نیم رخصتا منگوا دیکھ کر مزید لہجائے کے لئے جھٹ بولا :
”آپ میرے اور میری اولاد کے خلاف بھی فیصلہ کر سکتے ہیں۔“

بھلا چند الفاظ کی خالی ادائیگی سے منصور کا کیا بگڑتا تھا مگر قاضی صاحب کی تسلی نہیں ہو رہی تھی۔ خلفاء اور خلفاء کی اولاد سے بھی زیادہ کچھ لوگ خطرناک تھے جو اس زمانے کی عدلیہ کو گھن کی طرح کھائے جا رہے تھے، انہیں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے قاضی صاحب نے فرمایا :

اصغنی حشمت

یعنی اپنے حاشیہ نشینوں اور درباری امراء نیز حوالی و موالی سے میری حفاظت کیجئے !
منصور نے بڑی دھمائی سے قاضی صاحب کو جواب دیا :-

أَفْعَلْ (ہاں میں ایسا ہی کروں گا)

ابھی ان الفاظ کی آواز بازگشت فضا میں گونج ہی رہی تھی کہ اس آسمان کے نیچے اور اسی زمین کے اوپر دیکھا گیا کہ دربارِ خلافت سے ہر طرح کا قلبی اطمینان حاصل کرنے کے بعد قاضی صاحب جب پہلے ہی دن اپنی عدالت میں آکر بیٹھے تو بیٹھے ہی سب سے پہلا مقدمہ جو ان کی عدالت میں پیش ہوا وہ خلیفہ کی ایک لونڈی کا تھا جس کا کسی شخص سے کچھ تنازعہ تھا۔ لونڈی فریقِ ثانی کے ساتھ جب عدالت میں حاضر ہوئی، عادت تو پہلے ہی بگڑی ہوئی تھی اس لحاظ سے کہ وہ خلیفہ کی لونڈی تھی، اس نے فریقِ ثانی کے برابر کھڑے ہونے میں اپنی توہین محسوس کی اور بے محابا آگے بڑھتی چلی گئی اور بالکل قاضی صاحب کے سامنے جا کر کھڑی ہو گئی۔ وہ اپنے آپ میں مطمئن تھی کہ شاہی آدمیوں کے ساتھ عدالت میں امتیازِ خاص برتا ہی جاتا تھا، لیکن اسے کب معلوم تھا کہ شاہی تعلق کے جس نشے میں وہ چور ہے، نیا قاضی بھی خلیفہ کے معاہدے کے نشے میں غموں ہے، اس لئے لونڈی کی حیرت کی اس وقت انتہاء نہ رہی جب قاضی نے ڈانٹ کر کہا :

”اور گندی عورت، پیچھے ہٹ جا !“

قاضی صاحب کو خلیفہ کے عہد و پیمان پر بڑا غرہ تھا اسی لئے شاہی لونڈی کی شانِ دالامصفا میں ان کی زبان سے یہ ناشائستہ الفاظ پھسل گئے کیونکہ وہ اب تک اپنے ذہن میں قرونِ ادلی کے دور میں سانس لے رہے تھے اور سمجھتے تھے کہ اسلامی قانون کی نظر میں ہر ادلی داعی، مساوی درجہ رکھتے ہیں ! انہیں تو ہوش اس وقت آیا جب دارالخلافہ

کے سب سے بڑے قاضی کو اس کے بڑھاپے میں اس لونڈی نے سرِ عدالت ڈانٹتے ہوئے کہا :
 ”بڑھے تو احمق (ہو گیا) ہے۔“

ایک گندی عورت کی ناپاک زبان سے اسلامی دنیا کا مشہور عالم و فاضل حبیب جلد مستیابہ تودم بخود رہ جاتا ہے ، اپنے
 کے پر پھٹتا ہے ، اور اس کے جواب میں جو کچھ کہتا ہے ، امام عظیم کی عبرت کے لئے تو بس وہی بہت کافی تھا ، چنانچہ گندی عورت
 کی دریدہ دہنی کا زہر پلا تیر کھا کر تڑپتے ہوئے قاضی صاحب نے فرمایا :

”میں نے خلیفہ سے اپنے متعلق یہی کہا تھا ، (یعنی میں احمق ہوں) لیکن تیرے آقائے قبول نہیں کیا۔“

اسے قلم خون کے آنسو رو ، اسے کاغذ آتشِ غیرت میں جل جا ، کہ علم کی توہین اس درجہ کو پہنچ چکی تھی ! ایسے دیگر گول
 حالات اور پراگندہ ماحول میں اور اسی خلیفہ منصور کے روبرو اگر امام ابو حنیفہ کی زبان سے بھی قاضی شریک نے بھج میں یہ الفاظ
 ابل پر سے کہ ، ”میں قاضی بننے کے لائق نہیں“ تو بھلا اس میں تعجب کی کیا بات ہے ؟

قاضی شریک کے مندرجہ بالا واقعہ کی روشنی میں توسیدنا ابو حنیفہ کے عہدہ قضا کے قبول نہ کرنے کا عذر اس وقت اور
 بھی سمجھ میں آجاتا ہے جب عدل و انصاف کے ساتھ مذاق کی یہ انتہاء ہم دیکھتے ہیں کہ خلیفہ نے اپنی لاڈلی کنیز سے بیٹھتے پوچھا
 کہ تو نے کیوں توہینِ عدالت کی ؟ — اسلامی قوانینِ مساوات کو سرِ عدالت تو نے اپنے پیروں تلے کیوں روندنا ؟ —
 اور یہ کہ خاص میرے مقرر کردہ قاضی شریک کی عزت کا جنازہ بر سرِ اجلاس کیوں نکالا ؟ — جا ، نکل جا ، میری مل سراسے !
 مگر نہیں ، خلیفہ نے ایسا ہرگز نہیں کیا — بلکہ وہ خود اشد تعاضے کی بارگاہ سے نکل کر اس گندی عورت کی صف میں آکر
 کھڑا ہو گیا تھا اور وہیں سے وہ بڑی ڈھٹائی سے بے قصور قاضی صاحب کو الٹا ملازمت سے معزول کرنے کا حکم دے رہا تھا۔
 — جی ہاں — اس ناکردہ گناہ کے جرم میں خود قاضی صاحب معزول کر دیئے گئے ،

اسے زمین پھٹ جا — اسے آسمان گر جا ، کہ ابھی تو احکم علی و علی ولدی ، اپنے اور اپنی اولاد کے
 متعلق عہد و پیمان کرنے والے کے انشاء کی گونج قضا سے معدوم نہیں ہوئی تھی کہ ظالم اپنی معمولی لونڈی کی رضا کی خاطر ، اللہ
 کی رضا سے پھر گیا — کم از کم سرور بار اپنے کئے ہوئے معاہدے ہی کی کچھ لاج رکھی ہوتی ! — لیکن یہ تو غیرت و حیت
 کی باتیں ہیں ، وہاں تو اسلام کا نام لیکر شعارِ اسلام کا جنازہ نکالا جا رہا تھا — ”خلافت“ کے پردے میں ”ملوکیت“
 کا کاروبار چکایا جا رہا تھا — زنا اور شراب خواری کے جواز میں علماء سے نوزے چھینے جا رہے تھے — اور کبھی چپس
 شیوخ کی ایک جماعت سے یہ بیان اگلوایا جا رہا تھا کہ ”خلیفہ ہر قسم کے گناہ کی بارِ پرس سے بالاتر ہے“ اس طرح
 حق پرستوں کو بچھاڑا جا رہا تھا ، عدل و انصاف کا خون بہانے کا کام عدالتوں میں قاضیوں سے لیا جا رہا تھا — گویا

مسند خلافت سے شریعت محمدی کے ساتھ مذاق کیا جا رہا تھا، آئے دن لونڈی خداموں کی خاطر بڑے سے بڑے قاضی کی معزولی اس دور کی معمولی بات بن کر رہ گئی تھی، اس لئے جو لوگ اپنے دین و علم کی حفاظت کرنا چاہتے تھے وہ ان خلفاء کے قول و قرار کا کبھی اعتبار نہ کرتے تھے، پھر مصلحت و انصاف کے اس درختوں دور میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ قضا کے اس عمدہ جلیلہ کو کس طرح قبول فرمایا کرتے؟ لیکن ان کے انکار سے بھی کام کماں چلتا تھا۔ انکار سنکر حکومت کا اصرار بڑھتا جاتا تھا۔ چنانچہ ہر ممکن کوشش کی گئی امام کو کسی نہ کسی طریقہ سے راضی کر لیا جائے بلکہ اس دور کی ہر حکومت نے اپنی بقا کے لئے یہی ضروری سمجھا کہ کسی نہ کسی طرح عمال کی بے راہ ردی کو سہارا دینے کے لئے امام وقت کی خدمات حاصل کر لی جائیں اور اسلامی دنیا کے بے وقوف بنانے کے لئے حکومت کے کاموں میں انہیں بھی شریک کر لیا جائے، اس لئے امام صاحب کو بھانے کے لئے مختلف اوقات میں مختلف امیروں، دایوں اور خلفاء کی جانب سے رشوت کے طور پر گرانقدر تحفے تحائف بھیجے گئے، جب وہ سارے تحفے امام نے بغیر ہاتھ لگائے واپس کر دئے تو اشرافیوں کی تھیلیوں کے ساتھ ساتھ حسین و جمیل رٹکیاں (لونڈیاں) بھی پیش کی گئی تھیں۔

حسین جلال پھینک کر حکومت نے چاہا کہ امام کے تقوے کی دولت کو لوٹ لیا جائے مگر امام کا تقویٰ تو وہ کوہِ گراں تھا جو شیطانِ حرص و ہوا کی آندھلیوں کے مقابلہ میں ہمیشہ سر بلند رہا، دیکھنے والوں نے شہادت دی کہ:

”امام ابوحنیفہ نے حکومت والوں سے نہ کبھی ایک درم ہی لیا اور نہ اسٹرنفی“ (موفق، ج ۱، ص ۱۳)

حالانکہ امام کو مشورہ دینے والوں نے اپنے بھلے پن میں امام کو یہ مشورہ دیا کہ:

”تصدق بہا“ (لے کر خیرات ہی کر دیجئے)۔

لیکن شانِ بے نیازی سے اس دولتِ دنیا کو ٹھکرا کر امام نے انہیں ٹکڑے سا جواب دیدیا کہ:

”کیا ان لوگوں کے پاس عدل بھی کچھ ہے؟“ (مناقبِ موفق، ج ۱، ص ۱۶)

اسی لئے تو تاریخ آج تک ان کے تقوے کی چیخ پیچ کر شہادت دے رہی ہے کہ:

”امام کی ساری کد و کاوش کا رخ قبر ہی کی طرف تھا“ (بحوالہ مسکن بن ہریم معجم ص ۱۶۵)

دنیاوی اور عباسی دونوں حکومتوں کے دوران ان کے قہر موم سے چھٹی رہی مگر استغناء کی ٹٹوڑوں کے سوا امام نے اسے کچھ نہ دیا۔

امام کی زندگی کے آخری دور میں تو خلیفہ منصور عباسی، امام صاحب کو اس قدر تنگ کرنے لگا تھا کہ بار بار بلا کر اپنے

سے رخصتا اور قضا کے عہدے کو قبول کرنے پر مجبور کرتا رہتا، جیسا کہ موفق ہی نے علی بن علی الحیری کے حوالہ سے روایت

نقل کی ہے کہ :

”قضاء کی خدمت الوفیہ کے سامنے ابو جعفر منصور کی طرف سے متعدد بار پیش کی گئی لیکن وہ عذر ہی کرتے رہے۔۔۔ معافی چاہتے رہے۔۔۔ اور جتنے جیلے ممکن تھے سب بھی کام لیتے رہے“ (مناقب موفی ص ۱۷۱)
 ”آفر منصور نے جب زیادہ اصرار کیا تو امام نے صورت حالات پر صاف صاف یوں تبصرہ کیا کہ :۔۔۔
 ”آپ کے گرد و پیش جو لوگ ہیں ان کو تو ضرورت ایسے حکام کی ہے جو آپ کی وجہ سے ان کا اکرام کریں“
 (مناقب موفی ص ۱۷۱)

عربی کے الفاظ یہ ہیں :

ان لك حاشية يحتاجون الي من يكرمهم ملك

اس کا تو یہی مطلب ہوا کہ امام صاحب خود منصور پر ہی یہ اعتراض داغ رہے تھے کہ آپ کے حوالی، اعزہ واقربار انصاف میں مساوات محمدی نو ناپسند کرتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ ہم بادشاہ کے متعلقین ہیں لہذا ہمارے ساتھ قانون سلوک نہ کرے جو عوام کے ساتھ روا رکھا جاتا ہے۔۔۔

اس کے بعد امام صاحب نے اپنا مافی الغمیر یوں بیان کیا :

”میری عدالت میں، اگر کوئی مقدمہ آپ پر دائر ہوا اور آپ مجھے یہ چاہیں کہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کروں اور مجھے آپ دھمکی دیں کہ اگر ایسا نہ کروں گے تو میں تجھے دریا میں غرق کر دوں گا، تو یاد رکھئے کہ میں دریا میں ڈوب جانے کو پسند کر دوں گا، لیکن میں انصاف کے خلاف کر دوں تو یہ مجھے کبھی نہیں ہوسکے گا۔“
 (مناقب موفی ج ۲ ص ۱۷۰)

یہ امام کے منیر کی آواز تھی۔۔۔ چنانچہ آپ نے اپنی راست گوئی کا نظارہ اس طرح کیا کہ :

”قاضی اس شخص کو ہونا چاہئے جو آپ کے خلاف بھی فیصلہ کرنے کی ہمت رکھتا ہو، ہاں آپ کے خلاف بھی، آپ کے بال بچوں کے خلاف بھی۔۔۔ آپ کے سپہ سالاروں اور فوجی افسروں کے خلاف بھی“
 (مناقب موفی ج ۱، ص ۲۱۵)

لیکن اس کے برخلاف امام اس دور میں اپنی آنکھوں سے قاضی شریک کے منصب قضاء کا عبرتناک انجام دیکھ چکے تھے اور پھر یہی قاضی شریک جب عمدہ قضاء کو قبول کرنے کے بعد تنخواہ کے مستحق ہوئے تو مشہور مؤرخ المسعودی نے لکھا ہے کہ :
 ”قاضی شریک کی تنخواہ کے لئے (حکومت کی طرف سے) ”جہیز“ (معاد اضافہ کرنے والا) کے نام

(چیک) لکھ دیا گیا۔ ”جہیز“ ان کو کچھ کم دینے لگا، قاضی شریک جھگڑنے لگے تو اس نے کہا کہ (معاذ اللہ تمہیں کس چیز کا دیا جائے) کیا تم نے کپڑا بیچا ہے۔“

جہیز کے جواب میں قاضی شریک نے یہ رُلانے والا بیان دیا،

”خدا کی قسم میں نے تو کپڑے سے بھی زیادہ قیمتی چیز فروخت کی ہے! میں نے اپنا دین بیچا ہے!“ (اسی کی قیمت لے رہا ہوں)

قاضی شریک جیسے اعلیٰ پائے کے منتفی بزرگ نے واقعی اپنا دین فروخت کر دیا تھا، اس کی توخیران کی ذات سے کیا توقع ہو سکتی ہے، ان کی اعلیٰ منزلت کا اس سے اندازہ لگائیے کہ وہ بخاری شریف اور مسلم شریف کے ثقہ راویوں میں سے ہیں لیکن حکومت کی نوکری میں آنے کے بعد آدمی میں ہر حال وہ پہلی سی بے باکی اور جرأت و دیرری نہیں رہتی جس کی توقع آزادی و بے نیازی اور استقلال میں کی جاسکتی ہے اور غالباً اس کمزوری کو قاضی صاحب ”دین فروشی“ سے تعبیر کر رہے تھے۔

ان حالات میں بعد امام ابو حنیفہ جیسے شخص سے کیونکر توقع کی جاسکتی تھی کہ وہ ایسا کر سکیں گے۔ ہاں وہی ابو حنیفہ جواب تک حلقہ تلامذہ میں بیٹھ کر حق گوئی صہ باکی کی تبلیغ کرتے رہے، مسادات محمدی کا سبق پڑھاتے پڑھاتے جن کی زبان سُکھی جا رہی تھی، نظام مصطفیٰ کی ترویج اور قانون شریعت کی بالادستی کو بادشاہِ وقت پر مسلط کرنے کی تلقین، جن کا خاص مشن بن چکا تھا، وہی شاہین صفت ابو حنیفہ مہلا سرکاری ملازمت کا پھندا اپنی گردن میں ڈال کر اپنے نصب العین کا گلا کس طرح کھونٹ دیتے، جس نے ساری عمر اپنے شاگردوں کو بہترین علم کی دولت سے مالا مال کرنے کے بعد صرف انعام مانگا ہوگا۔

”خدا کے لئے اس علم کے احترام کو باقی رکھنے کی کوشش کیجو۔“

اور سندِ نفیست دیتے وقت خود استادِ وقت اپنے فرمانبردار شاگردوں سے گڑ گڑا کر یہ التجا کر رہا ہو کہ،

”میں خدا کا واسطہ دیکھ کر تم لوگوں سے کتا ہوں کہ کسی امیر کی رضا مندی کی ذات سے

اس (علم) کو محفوظ رکھیو۔“ (مناقب موفّق مت)

آہ! ذرا دیکھئے تو امام صاحب کے ایک شاگرد نوح کیا فرماتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ تحصیلِ علم سے فارغ ہو کر میں کو ذرا

جب اپنے وطن ”مرد“ کو واپس لوٹا تو عمدہ قضا کے قبول کرینے کی معیبت میں مجھے مبتلا ہونا پڑا، استاذی امام ابو حنیفہ ابھی بعید حیات تھے، ڈرتے ڈرتے اپنے اس قصہ کی اطلاع میں نے حضرت امام کو دی۔ جواب میں امام نے ان کو وہ تاریخی خط لکھا جس میں اپنے شاگرد کو آگاہ کیا:

”تمہارے سپرد بہت بڑی امانت کی گئی ہے۔ اتنی بڑی امانت جس کو اٹھانے سے بڑے بڑے لوگ عاجز ہیں

تم اب ایک ایسے آدمی ہو جو ڈوب رہا ہو۔۔۔۔۔ چاہئے کہ اپنے لئے نجات کی راہ تلاش کرو۔“

ان الفاظ میں جو شدت و قوت ہے اس کا صحیح اندازہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ عمدہ قضا کی

ذمہ داریوں کے بارے میں امام صاحب کا نقطہ نظر معلوم نہ ہو۔ ویسے عام طور پر تو امام صاحب یہ فرمایا کرتے تھے کہ:

”قاضی کو کسی سے مرعوب نہ ہونا چاہئے خواہ بادشاہ ہی کیوں نہ ہو۔“ (موفق ج ۲ ص ۱۱۵)

خیر! یہ تو عدل و انصاف کے بارے میں ایک عام خیال ہے خواہ اس پر عمل نہ ہوتا ہو، لیکن جب ہم امام کی اس خاص وصیت کو پڑھتے ہیں جو انہوں نے اپنے شاگرد رشید قاضی ابو یوسف کو فرمائی تھی، تو اس وصیت کے اس جملے پر عیرت کی انتہا نہیں رہتی ہے کہ:

”وان ادنب ذنب بینہ و بین الناس اقامہ علیہ اقرب القضاۃ علیہ۔“

یعنی اگر مسلمانوں کا حکمران کسی ایسے جرم کا ارتکاب کرتا ہے جس کا تعلق عوام سے ہو تو جو قاضی اس حکمران کے زیادہ قریب ہو اسی کو چاہئے کہ حکمران کو سزا دے۔“ (مناقب موفق ص ۱۰۰)

اس کا تو صاف صاف یہی مطلب ہے کہ امام صاحب عدلیہ کو انتظامیہ سے صرف آزاد ہی نہیں دیکھنا چاہتے بلکہ وہ حکومت کے اقتدار پر عدلیہ کے اقتدار کو حادی دیکھنے کے متمنی تھے۔ اسی عقیدے کی بیج پر وہ اپنے تلامذہ کی تربیت کر رہے تھے لیکن یہ اسلامی قانون جس کی تعلیم اس شد و مد کے ساتھ ابو حنیفہ دے رہے تھے، محض قانون ہی تو نہ تھا بلکہ وہ تو مسلمانوں کا دین و مذہب بھی تھا، جس کے معنی یہ ہوئے کہ دین کے راستے سے ان کے شاگردوں پر دنیا کے دروازے بھی باز خود کھل رہے تھے، وہی مُردار دنیا جس کی آلائشوں میں پھنس جانے کے بعد دین کی حرمت قائم رکھنا ہر فرد بشر کے بس کی بات نہیں، اس کے لئے تو حد درجہ اخلاص اور انتہائی درجہ کے تقویٰ کی ضرورت ہوتی ہے۔ امام صاحب نے اپنے فہم و فراست سے اس کا پہلے ہی اندازہ لگا لیا تھا، اسی لئے دورانِ درس وہ شاگردوں کو اس قسم کی تنبیہ کرنے کا موقع تلاش کرتے رہتے تھے کہ:

”خبردار! اس علم کو حکومت کے محکمہ عدلیہ میں داخل ہونے کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔“

در اصل اس طرح وہ اس جذبہ کی بیج کئی کرتے رہتے تھے کہ دین کے ذریعہ سے دنیا کمائی جائے اور اس اسلام کا لبادہ

اڑھ کر کفر کا ارتکاب کیا جائے، قانون شریعت کا سہارا لیکر کابری شیطنیت انجام دیا جائے اور اس طرح بدترین خباثت

کا مظاہرہ کرتے ہوئے دنیا کو جہنم زار بنایا جائے۔ اسی لئے وہ ہدایت کرتے رہتے تھے کہ:

”علم کو جس نے دنیا کے لئے سیکھا وہ علم کی برکت سے محروم کر دیا جاتا ہے، ایسے آدمی کے دل میں علم باگزی

نہیں ہوتا اور اس کے علم سے لوگوں کو فائدہ بھی نہیں پہنچتا لیکن جس نے دین کے لئے علم حاصل کیا، اس کے علم میں برکت دی جاتی ہے اور اس کے دل میں علم راسخ ہو جاتا ہے اور لوگ اس کے علم سے زیادہ نفع اٹھاتے ہیں۔“
(مناقب موفق، ج ۲، ص ۹۰)

امام صاحب کی یہ سب کوششیں مسلمانوں کے لئے صحیح قاضیوں کو پیدا کرنے کے لئے تھیں، وہ چاہتے تھے کہ جن ہاتھوں میں یہ قانون دیا جائے وہ ہر دباؤ سے آزاد ہو کر صحیح مسنوں میں نظام مصطفیٰ کا نفاذ کر سکیں، یہی مطلع نظر امام کا مقصد حیات بن چکا تھا، اب یہی مقصد حیات امام کی زندگی کا آخری امتحان ثابت ہوا، چنانچہ مورخین کا متفقہ بیان ہے کہ امام پر زور دیا جانے لگا کہ آپ سارے قاضیوں کے قاضی بننے کا عہدہ قبول کریں یعنی ”قاضی القضاۃ“ بن جائیں اور مزید بھلنے کے لئے کہا گیا کہ :

” (عدلیہ) قضا کے کل اختیارات بھی دئے جاتے ہیں اور یہ کہ سارے اسلامی صوبوں میں قاضی، امام ہی کے ہاتھ سے نکل سکیں گے۔“
(مناقب موفق، ج ۲، ص ۱۴۲)

دراصل حسین الفاظ کا یہ نہی بجا بنجار ہا تھا جس میں پرانا گھاگ شکاری منصوبہ امام کو پھانسا چاہتا تھا، یہ اس کا سب سے آخری حربہ تھا، ورنہ اس سے پہلے امام کو زیر کرنے کے لئے وہ کئی اوجھے وار کر چکا تھا۔ ایک بار امام کی فداد اور شہرت و مقبولیت سے خوف کھا کر ان کی مخالفت میں کھڑا کرنے کے لئے ایک اور عالم کو میدان میں لے آیا یعنی حجاج بن ارطاة کے سر پر دست شفقت پھیرا اور آخر انہیں حضرت امام کے مقابلے میں آگے بڑھایا مگر وہ خود کو امام کے جوڑ کا ثابت نہ کر سکے ان سے مایوس ہونے کے بعد عالم اسلام کے دوسرے سب سے بڑے عالم دین امام مالک پر پچکارا پھرتا رہا اور بہت چاہا کہ وہ امام ابو حنیفہ کی مخالفت میں آکر دربار داری قبول کر لیں مگر وہ اس پائے کے بزرگ تھے کہ منصوبہ کی چھپوری باتوں پر کسی طرح کان نہ دھرتے تھے، پھر وہ صاحب صدق و صفا بھلا اس غلاظت میں لہوڑنے کو کس طرح پسند فرما سکتے تھے جس میں سے آدمی مستغنی ہو کر ہی نکلتا تھا۔ وہ تو ایسے عاشق رسول تھے کہ مدینہ طیبہ سے جدائی بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔

چنانچہ ہر طرف سے مایوس ہو کر اور اپنی تمام شاطرانہ چالوں میں ناکامی کا منہ دیکھنے کے بعد منصوبہ کھینا ناسا ہو گیا اور آخر کار جب اسے کچھ نہ سوچھا تو بھلا کر براہ راست امام اعظم سے ٹکرا گیا اور غصے میں امام کے تقویٰ کی سنگلاخ چٹانوں سے اپنی حرص و ہوا کا سر بھونڈنے لگا اور بڑی رعوت سے یہ حکم نافذ کر دیا کہ :

”امام کو یہ عہدہ قبول کرنا ہی ہو گا۔“

ایک سطحی نظر رکھنے والے کو بظاہر تو یہی نظر آتا ہے کہ یہ تو بڑا سنہری موقع تھا، اس طرح حکومت کی اس پیشکش کو قبول کر کے ابوحنیفہ اپنے تمام شاگردوں سمیت "مدلیہ" کے تمام عہدوں پر چھٹکتے تھے۔

یقیناً وہ ایسا کر سکتے تھے اور منصور کے وزیر عدالت کے منصبِ جلیلہ پر فائز ہو کر گراں قدر تنخواہ اور بے بہا نسخے اور ہر طرح کی دنیاوی شان و شوکت حاصل کر کے وہ اپنی آمدنی میں بے پناہ اضافہ بھی کر سکتے تھے جبکہ مال و مہار کے لالچ میں اس قسم کے عہدوں کو حاصل کرنے کے لئے دور کے لوگ سبھی کچھ عین کر رہے تھے۔ اس راہ میں نہ خود مرنے سے ڈرتے تھے اور نہ دوسروں کی زندگی کی پروا کرتے تھے۔ بے دریغ مسلمانوں کا خون پانی کی طرح بہاتے تھے جسے اپنے قریبین عزیزوں اور رشتہ داروں کو اپنی راہ میں حائل دیکھ کر بیدار دی کے ساتھ انہیں ختم کر دیتے تھے۔

الغرض جس طرح ہمیشہ جاہ و مال کے لئے دنیا سب کچھ کرتی رہی ہے وہ بھی سبھی کچھ کر رہے تھے۔ خدا نخواستہ! خدا نخواستہ! اگر نیک نیتی سے بھی امام اس منصبِ خاص کو قبول کر لیتے تو اور کچھ نہ بگڑتا، خود امام صاحب کے حسین خواب بکھر کر رہ جاتے۔ وہ جو نظامِ مصطفیٰ کے نفاذ کے بارے میں عمر بھر دیکھتے رہے تھے، حکومت پر قانون کی بالادستی پھر شاید کبھی قائم نہ ہونے پاتی اور اس سلسلے میں شاگردوں کو دی ہوئی امام کی ساری تعلیم و تربیت اکارت جاتی، شاگرد اپنے قابلِ تعظیم استاد کے ذریعے اقوال سے قطع نظر جب ان کا یہ سپاٹ دیکھتے تو شاید خود اور بھی زیادہ ہیکنے پر مائل ہو جاتے، اس طرح تو امام ابوحنیفہ کی سیرت سازی کا سارا کارخانہ ہی خیل ہو کر رہ جاتا، اور منصور تو اسی پر تلا ہوا تھا اور اسی تگ و دو میں لگا ہوا تھا کہ کسی کسی طرح اسلام کے اس شہباز کو "مساداتِ محمدی" کی دستوں سے سمیٹ کر قاضی القضاۃ کے دام میں لے آئے تاکہ اس کو اور اس کی سات پشتوں کو من مانی حکومت کرنے کا حسین جواز پیدا ہو جائے۔

یہ اس لئے اور بھی ضروری ہو گیا تھا کہ منصور بچپن سے خود امام کی ذات سے محبت کوئی دے بے باکی اور آزادی رائے کے چٹیلے ہوئے دیکھ رہا تھا، یہ امام ہی تو تھے جنہوں نے اپنے دور میں ہر اس دینی حریت پسند تحریک کو اپنی عملی زندگی سے آگے بڑھایا تھا، جو نظامِ مصطفیٰ کو نافذ کرنے کی داعی بن کر اٹھی تھی، جس کا نعرہ "قانونِ شریعت کا نفاذ" تھا اور جس کے کردار میں امام نے پاکیزگی اور خلوص کا مشاہدہ فرمایا تھا۔ چنانچہ عباسیوں کی طرف سے امام پر یہ الزام بھی تھا کہ امام ابوحنیفہ نے عباسیوں کے جبر و تشدد کے خلاف اطمینانِ اظہار "کی طرف اپنی عقیدت مندی کا اظہار کیا تھا" (اموی خلیفہ ہشام کے زمانہ میں حضرت زید بن علی نے دعوائے خلافت کیا تو ان کے زہد و اتقار کے سبب امام صاحب نے ان کی تائید کی) اور خود منصور کے خلاف سید محمد نسائی نے اور ان کے بھائی یعنی جلیل عالم سید ابراہیم کی تحریکوں کو پیشرفت بخشی، اس لئے منصور تنہی کر چکا تھا کہ اس کاٹنے کو اپنے ملائے سے بہر حال نکال کر رہے گا، ابوحنیفہ یقیناً منصور کے ناپاک ارادوں کے درمیان ایک سنگین دیوار بن کر حائل تھے جسے

ڈھانے سے پہلے وہ اپنی حرص و ہوس کے پاؤں مزید نہیں پھیلا سکتا تھا، اسی لئے حق و صداقت اور حریت کے اس کوہِ انتق فشاں کا مزہ بند کرنے کے لئے منصوبہ چاہتا تھا کہ یا تو امام کو لالچ سے، رشوت سے مال کر کے، یا ڈرا دھمکا کر، خوفزدہ کر کے ہر حال حکومت کی بے راہ روی میں برابر کا شریک کار بنالیا جائے ورنہ ان کو موت کی نیند سلا کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جائے، مگر امام اب ایسی آسانی سے ختم ہونی والی چیز نہ تھے، ان کا وجود، کائنات کے پیکر میں ڈھل چکا تھا، ان کی روح، لامحدود فضائوں میں نفوذ کر چکی تھی، اس طرح امامِ اعظم اب اپنے دور کی عظیم ترین شخصیت بن چکے تھے بلکہ ان کی عظمت ہر دور کے لئے مقدّر ہو چکی تھی حالانکہ ان کے دوست احباب، شاگرد اور رشتہ دار ہر طرف سے امام پر زور دیکر منصبِ قضا کے زہر پھرے پیلے کو پی لینے ہی پر مجبور کر رہے تھے۔

سادا زمانہ ایک طرف ہو گیا تھا اور دوسری طرف حضرت ابوحنیفہ "حرمتِ دینِ مصطفیٰ" کا دامن پاکیزہ تھلے تنہا رہ گئے تھے، منصوبہ کا دہریہ ہذا ملک جو امام سے متاثر تھا، حاضر خدمت ہو کر سمجھاتا تھا کہ:

در امیر المؤمنین (منصوب) تصرف جیلے کی تلاش میں ہے، اگر اس کے عطیہ کو آپ قبول نہ کریں گے تو ہم جو بدگمانیاں آپ سے متعلق رکھتے ہیں ان کے متعلق یقین کر لیں گے۔

گویا اب امام کے سامنے صرف دو ہی راستے رہ گئے تھے، یا تو منصوبہ کے اس فقرہ "تو امام مزے سے نکل کر خود بیج جائیں اور اپنی زندگی بھر کی دینی کمائی کو میا میٹ کر دیں یا پھر منصوبہ کی بدگمانیوں کو یقین کے درجہ تک پہنچا کر اپنے نصب العین یعنی نظامِ مصطفیٰ کو شکستگی سے بچالیں اور اسے بقاء دے دوام بخش دیں اور اس کے بدلے میں خود اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیں، چنانچہ نظامِ مصطفیٰ کی حرمت کو پالنے کے لئے امام صاحب سیدنا کر آگئے آئے اور کوہِ استقامت بن کر کھڑے ہو گئے، انہوں نے اپنے دل میں ٹھان لی کہ چاہے جان جائے مگر شریعتِ محمدی کی آن نہ جائے۔

امام ابوحنیفہ اگر چاہتے تو کچھ دن اور اس فانی دنیا میں زندہ رہ لیتے مگر بروقت انہوں نے اپنی جان دیکر نظامِ مصطفیٰ کو دائمی موت سے بچالیا اور ناموسِ دینِ محمدی پر حرف نہ آنے دیا۔ انہوں نے عزت کی موت مگر مقصدِ اسلام کو حاصل کر لیا۔

منصوب نے امام صاحب کو اس کا ذخیرہ سے باز رکھنے کی بہت کوشش کی اور آخر ان کا ایمان لینے کے لئے نام نہاد عدل و انصاف کا سب سے بڑا منصب یعنی قاضی القضاۃ (Chief Justice) کا اعلیٰ ترین عہدہ تک پیش کر دیا، گویا اس نے اپنی سیاسی بازی گری کا سب سے آخری پتہ امام صاحب کے سامنے پھینک دیا تھا — مگر حضرت امام نے — موت — کی چال چل کر منصوبہ کو مات دے دی !

منصوب تو اپنے تئیں یہ سمجھا ہوا تھا کہ شاید ایسے عظیم الشان منصب پر امام صاحب ضرور رجحوجو جائیں گے کیونکہ اب اس کے

بعد اگر کوئی چیز امام کو دی جاسکتی تھی تو خود خلافت تھی، مگر امام صاحب عزت نفس رکھتے تھے اور اپنی اہمیت سے خوب واقف تھے۔ وہ اپنی ذمت والاصفات کو جو اس رفیع الشان منصب کے لیے زیادہ اعلیٰ و ارفع تھی، ایک شخص ہی اقتدار کے حصول کا آلہ کار بنانا کس طرح گوارا کر سکتے تھے! کم از کم حرف گیروں کو تو کہنے کا موقع مل ہی جاتا کہ امام اپنے قول کے مطابق خود عمل نہ کر سکے اور پھر ان کے درخشاں کردار کا جھلکنا ہوا سوچ جس کی تابناک روشنی میں ہم آج بھی جاگ رہے ہیں طلوع ہوتے ہی غروب ہو جاتا، کیونکہ سرکاری ملازمت قبول کر لینے کی صورت میں دنیاوی آلائشوں میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہوتا ہی ہے۔ امام ایسے ناعاقبت اندیش نہ تھے کہ یہ خطرہ مول لے کر اپنے عمر بھر کے زہر و اتقار کو داؤ پر لگا دیتے، اس لیے امام کے تقویٰ نے گوارا نہ کیا کہ دنیا کی آلودگیوں میں بھنس کر دامن حسن عمل کو منتفن کر دیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے بے داغ کردار میں کسی قسم کی بد عملی کا دھبہ نہیں لگانا چاہتے تھے۔

خود امام بخاری کے مشہور استاد اسحق بن راہویہ نے تصدیق فرمائی کہ :

”اپنی تعلیم میں بھی اور مسلمانوں کی رہنمائی میں بھی امام ابو حنیفہ کے سامنے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کچھ نہ تھا“ (مناقب موفق، ج ۲، ص ۵۸)

اور مسیحا کہ مکی بن ابراہیم سے روایت ہے کہ :

”ان کی ساری کد کاوش کا رُخ قبر ہی کی جانب تھا“ (مہم ص ۱۶۵)

اس لیے اپنا دامن چھڑانے کے لیے امام صاحب نے بار بار بڑے شائستہ الفاظ میں خلیفہ کے سامنے اپنا مافی الضمیر اس طرح پیش کیا کہ — جب تک اس بات کی پوری پوری ضمانت نہ ہو کہ حکومت کی مطلق العنان مرضی نہ چلے گی اور نہ ہی بے لگام سرکاری احکامات نافذ ہوں گے بلکہ حکومت خود آئین و قوانین کے جوتے تلے دبی رہے گی — بعد کسی قاضی کو کس طرح جرات ہوگی کہ وہ خلیفہ یا خلیفہ کے خاندان یا دوسرے اعلیٰ سرکاری حکام کے خلاف فیصلہ دے سکے؟ بلکہ وہ تو معمولی چیراسی یا لونڈی غلام کے خلاف بھی کوئی فیصلہ نہیں دے سکتا، خواہ کہنے کو اسے قاضی یا قاضی القضاۃ یا پھر مسلک القضاۃ ہی کے بلند بانگ القاب ہی سے کیوں نہ پکارا جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ خود امام صاحب اس قسم کی جھوٹی عزت اور عامیہ قدر و منزلت سے خوش ہونے والوں میں سے نہ تھے،

وہ خود فرماتے تھے کہ :

”حکومت کے سامنے تو ہر وقت اپنے حکام کے وقار کا مسئلہ رہتا ہے اس لیے قاضی القضاۃ کے فرائض سے

تو صحیح طور پر دی ہمدہ براہ سکتا ہے جو ہر چیز سے بے پرواہ ہو کر خود حکمران، حکمران کے شاہی خاندان سے اور

دیگر حکام اور سپہ سالاروں کے خلاف فیصلہ کرنے کا صحیح معنی میں اقتدار بھی رکھتا ہو“

” شاہی دربار میں آسنے کے بعد مجھے اس بات کا بھی اطمینان نہیں ہوتا کہ میں زندہ واپس جاؤں گا یا وہاں سے میری لاش اُٹے گی “

ایسی قابلِ رحم شخصیت کو اگر ایسے دیگرگوں حالات میں قاضی القضاۃ بنا بھی دیا جائے تو قاضی القضاۃ کے فرائض کی بجا آوری تو دور کی بات ہے، اس سے کسی معمولی قاضی کی ذمہ داری کا بھی حق صحیح طور سے ادا نہیں ہو سکتا۔ اس قسم کے تمام نشیب و فراز کو سامنے رکھتے ہوئے آخر امام صاحب منصوبہ کو یہ صاف صاف جواب دینے پر مجبور ہو گئے کہ لانِ حالات میں (۱) :

”مجھ میں عمدہ قضا کی بجا آوری کی صلاحیت نہیں“ (مناقبِ موفقی ج ۱، ص ۲۱۵)

اس کھرے جواب پر منصوبہ بھڑک اٹھا اور امام پر غلط بیانی کا الزام لگا کہ :

”تم جھوٹ بولتے ہو!“ (مناقبِ موفّق، ج ۲، ص ۱۷۰)

یہ سنکر امام صاحب بھی کب چوکنے والے تھے، مشہور ہے کہ جواب دینے میں امام صاحب کا جواب نہ تھا، لہذا امام صاحب نے اپنی خداداد ذہانت کا فوراً مظاہرہ کرتے ہوئے جوابی الزام لگایا کہ :

”بیچئے! اپنے خلاف آپ نے خود ہی جواب دے دیا، اب آپ کے لئے کیا یہ جائز ہے کہ اس شخص کو قاضی بنائیں جو جھوٹا اور کذاب ہو؟“

منصوب تو امام صاحب کے پہلے ہی جواب سے بے چارہ چکا تھا، اس جواب الجواب سے تو اس کی عقلمندی کی رسوائی اور ذہنی شکست کا اعلان ہو رہا تھا لہذا مشتعل ہو کر بولا :

”منصوبہ قسم کھا بیٹھا ہے کہ اب تو تمہیں قصاص کا عہدہ قبول کرنا ہی پڑیگا۔“ (تاریخ بغداد، بحوالہ بشر بن الولید لکندی اور پیر مطلق العنان حکمران کے منہ پر مجبوس و ناتواں امام نے جوابی قسم کھاتے ہوئے فرمایا کہ :

”خدا کی قسم میں یہ عہدہ) ہرگز نہ قبول نہیں کروں گا۔“

واللہ! شوکتِ اسلام کے کیا تیور ہیں؟ غیرتِ ایمانی کا کیسا مظاہرہ ہے! حریت پسند فطرت کی یہ جرات مندی دیکھ کر لوگ حیران تھے! آخر برسرِ دربارِ امام کی یہ جسارت دیکھ کر منصوبہ کے حاحبِ رتیب سے خاموش نہ رہا گیا۔۔۔

جھلا کر بولا :

”ابوحنیفہ! یہ کیا کر رہے ہو؟ امیر المؤمنین کی قسم کے مقابلے میں قسم کھا رہے ہو!“

لیکن ابوحنیفہ، اب ابوحنیفہ کب رہے تھے وہ تو محبوب خیر الانام بننے والے تھے، چنانچہ اسی طمراق کے ساتھ مدینہ کو مبعوث کئے ہوئے ایک اور کچھ لگایا ۔

”امیر المؤمنین تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کرنے میں مجھ سے زیادہ مت درمیں“

یعنی قسم تو ہم دونوں ہی نے کھائی ہے پھر اپنی قسم بھلا میں کیوں توڑوں ؟ منصوبہ ہی کیوں نہ توڑ دیں ، وہ تو امیر آدمی ہیں قسم کے کفارے پر مجھ سے زیادہ قادر ہیں !

اب تو منصوبہ قطعی آپس سے باہر ہو چکا تھا اس کے بعد وہی ہوا جس کا خطرہ بہت پہلے سے لاحق ہو چکا تھا۔ غصہ سے پھنکار ہوئے پہلے تو منصوبہ نے اقتدار کے لئے میں امام صاحب کو خوب برا بھلا کہا۔ جب اس سے دل کی بھڑاس پورے طور پر نہ نکلی تو کوڑا طلب کیا اور امام صاحب کے نحیف و نزار جسم پر اپنے مضبوط ہاتھوں سے کوڑے برسانے لگا۔ آخر تھک گیا، مگر امام صاحب نے اللہ کی رسی اس مضبوطی سے تقابلی تھی کہ اُن تک نہ کی — امام جسی مقدس ہستی اور وہ بھی عمر کے اس حصہ میں جبکہ امام کی عمر ستر سال کے قریب پہنچ چکی تھی، غلیظ منصوبہ کا یہ انتہائی ناروا سلوک اس کی ظالمانہ نظرت کا ثبوت دے رہا ہے اور اس کی بے رحم طبیعت کا صاف صاف اعلان کر رہا ہے۔

اس کے بعد دیکھنے والوں نے مشرق و مغرب کے امام کو منصوبہ کے دربار سے اس حال میں نکلنے دیکھا کہ پشت مبارک نکلی تھی، بدن پھرت پا جا رہا تھا اور اڑیوں پر خون بہہ رہا تھا۔

(عبدالعزیز بن عاصم کی چشم دید شہادت، بحوالہ حضرت برہان الدین مرغینانی - موفق)

ہائے علم کی یہ توہین اور جتید عالم پر یہ تشدد ! اسے دنیا تجھ پر ٹٹ ہے۔۔۔۔۔ یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے اسے آسمان ! تو لوٹ کیوں نہ پڑا ؟ — اسے زمین ! تو پھٹ کیوں نہ گئی ؟۔۔۔۔۔ لیکن چشم گردوں کو ابھی تو بہت کچھ دیکھنا تھا۔۔۔۔۔ اس حال میں منصوبہ نے امام کو جیل بھیج دینے کے بعد جیلر (مارٹن) کو یہ حکم دیا کہ :

”امام پر سختی کی جائے اور خوب تنگ کیا جائے“ (مناقب موفق ص ۱۴۲)

چنانچہ : ”امام کے کھانے پینے پر تنگی کی گئی اور قید و بند میں بھی سختی اختیار کی گئی“ (موفق ج ۲ ص ۱۴۴)

ذرا سوچنے کی بات ہے کہ وہ کوئی عادی مجرم، چور ڈاکو، غنڈے تو نہ تھے، امام صاحب کی زندگی تو علمی زندگی تھی اور پھر ضعیفی بھی ستر سال کے قریب پہنچ چکی تھی۔ اس پر منصوبہ کا یہ ظلم و ستم توڑنا کہ غصے کے عالم میں، ایک دو نہیں، لگاتار تیس تیس کوڑے امام کے نحیف و نزار جسم پر برسائے اور پھر ستم بالائے ستم یہ قید و بند کی صعوبتیں اور کھانے پینے کی اذیتیں بھی حتی المقدور پہنچائی گئیں، ان خستہ و خراب حالات میں اگر ذہن نہ بھی دیا گیا ہوتا تو ان سختیوں ہی سے امام کی زندگی کا خاتمہ ہو جانا یقینی معلوم

ہوتا ہے — قطعی یقینی !

کہتے ہیں منہو کے مسلسل تشدد سے ہزار ہوں کر امام صاحب آخر میں رو رو کر اپنے رب کے حضور

”بہت زیادہ دعا کرنے لگے تھے“ (موفق ج ۲، ص ۱۸۲)

ہائے ! خدا معلوم کس قسم کی دعا کرتے ہوں گے ؟ ہاں وہی دعا جو آخر میں امام بخاری کے بھوں پر تھی ، یعنی بخارا کے حاکم نعام بخاری پر جب شدید ظلم و ستم ڈھایا تو آخر بخارا سے فرار ہو کر آپ چھپتے چھپاتے سمرقند کے ایک قصبہ ”خرتنگ“ میں پہنچے ، وہاں عشاء کی نماز کے بعد دیکھا گیا کہ ان پر ایک حال طاری ہے ، پاتھ اٹھا کر گڑا رہے ہیں کہ :

”پروردگار ! زمین اپنی ساری دستوں کے باوجود مجھ پر تنگ ہو چکی ہے پس اسے پروردگار مجھے اپنے پاس بلا لیجئے“

کہتے ہیں کہ مسینہ پورا بھی نہ ہونے پایا تھا کہ اسی قریہ میں امام بخاری کی وفات ہو گئی — اسی طرح امام عظیم کی نجات کے لئے بھی قدرت نے موت ہی کو ذریعہ بنا لیا چنانچہ :

”پس نہ ٹھہرے اس کے بعد (جیل میں) چند روز تا اینکہ وفات پا گئے“ (مناقب موفق ج ۲، ص ۱۸۲)

لکھا ہے کہ امام عظیم کو اپنی موت کا یقین ہو گیا تو سجدے میں چلے گئے اور اسی نیاز مندی کے عالم میں اپنی جان کی مات جاں آفریں کے سپرد کر دی ، انا للہ وانا الیہ راجعون — اور جیسے ہی یہ خبر عام ہوئی ، سارا بغداد گھر سے باہر نکل آیا اور چیخ و گونج کو روکنے لگا۔۔۔ ایک بغدادی کیا بلکہ سارا عالم اسلام رونے لگا ، چنانچہ ابو جبار الہروی کا بیان ہے کہ :

”اتنے زیادہ آدمیوں کو میں نے روتے کبھی نہیں دیکھا“ (مناقب موفق ج ۲، ص ۱۸۲)

امام احمد حنبل جو خود راہ استقامت کے کوہِ گران تھے ، جب کبھی امام ابو حنیفہ کے ان شدامد کا تذکرہ فرماتے تو رو دپڑتے خیر امام عظیم اس فانی دنیا کو چھوڑ گئے لیکن دنیا سے رخصت ہوتے وقت کونین کی سب سے بڑی دولت اپنے گھر میں چھوڑ گئے یعنی ان کی ذاتی ملکیت میں سے ”نہ پایا لوگوں نے امام ابو حنیفہ کے گھر میں کچھ سوئے قرآن پاک کے ایک نسخہ کے“ (موفق ج ۲، ص ۱۸۲)

حاصل یہ کہ امام عظیم کا علم فقہ جس پائے کا تھا اسی رتبہ کا ان کا تقویٰ بھی تھا ، اور یہی تقویٰ ہی تو تھا جو قاضی القضاۃ جیسے اعلیٰ ترین عہدے کی قبولیت سے انہیں روک رہا تھا ، جس کو زبردستی بنوک شمشیر منوانے کی ذیل کوشش کی گئی ، نتیجہ قالم فرمانروا خود دنیا ہی نظر میں نہیں بلکہ خود اپنی نظر میں بھی ذیل ہو گیا جس کا وہ خود اقرار کرتا ہے۔۔۔ جی ہاں ! وہ اس طرح کہ حضرت امام عظیم کو لوگوں نے اس عام قبرستان میں دفن نہیں کیا جس میں بغداد کے لوگ دفن تھے — کہتے ہیں کہ قبر پر فاتحہ پڑھنے خود منہو بھی آیا ، اس نے پوچھا کہ یہاں کیوں دفن کیے گئے ؟ لوگوں کی طرف سے جواب ملا کہ امام عظیم کی یہی وصیت تھی ، کیونکہ وہ زمین جس پر بغداد آباد کیا گیا ہے امام اسکو ”ارض منہویہ“ (مالکوں سے

زبردستی چھینی ہوئی زمین (تلاش دیتے تھے اس لئے انہوں نے دیت کی تھی کہ مجھے اس میں دفن کرنا حرام جائز ذرائع سے حاصل کی گئی ہے یہ تھا ان کا تقویٰ)۔ خیر یہ سب کچھ سننے کے بعد منصوبہ جمع پڑا کہ: زندگی، اور زندگی کے بعد بھی اس شخص کے عملوں سے مجھے کون بچا سکتا ہے؟

اے! ذرا دیکھو تو یہ کیا ہو گیا! اس وقت معلوم دنیا کا سب سے طاقتور فرمانروا نظام مصطفیٰ کے محافظ اور دین محمدی کے پاسان کے مقابلہ میں کفایت نظر آ رہا ہے! ایسا عجیب و غریب شریعت محمدی کے نگران کی مار سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ ہاں کوئی نہیں، کبھی نہیں، کہیں نہیں!

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نے عہدہ قضا کی قبولیت سے انکار کر کے عدلیہ کی آزادی کا دروازہ کھولا یا عدلیہ کی آزادی کے حق میں ان کا پرزور احتجاج وقت کی آواز بن گیا اور جب اس مبارک جدوجہد میں انہوں نے اپنی جان تک دیدی تو عوام و خواص کے قلوب ہل گئے۔ حکومت کا قطر استبداد لرز رہ گیا، آخر کار حکومت کی دھاندلیاں دم توڑنے لگیں کیونکہ امام صاحب کے بے شمار شاگرد امام کی پختہ سیرت اور مضبوط کردار کی دودھائی تلواریں لیکر ملک کے گوشے گوشے میں پھیل چکے تھے، اسوۂ نمان کی لازوال برکت سے حکمرانوں کا بے جا دواؤں اب ان پر اثر انداز نہیں ہو سکتا تھا۔ ابوحنیفہ کے کردار کی روشنی میں حکومت کے غلط فیصلے ان پر تسلط نہیں کئے جاسکتے تھے۔ آخر کار حکومت کی طرف سے عدلیہ کو قطعی طور پر آزاد کر کے قاضیوں کے حوالے کر دینا پڑا جس پر قاضیوں کا اقتدار اختیار روز بروز بڑھتا ہی چلا گیا۔ اس طرح ابوحنیفہ کے منضبط کردہ قانون کی گرفت حکمرانوں پر سخت سے سخت تر ہوتی چلی گئی، آخر حنفی فقہ کو حکومت کے باضابطہ آئین کی حیثیت حاصل ہو گئی۔ اس طرح امام ابوحنیفہ نے کوفہ میں بیٹھ کر قانون شریعت کی تیرازہ بندی کر کے، نظام مصطفیٰ کے قیام کے لئے جو مسلسل جدوجہد کی تھی وہ مشرق سے لیکر مغرب تک تمام اسلامی دنیا کے رہنے والوں کی زندگی کے دستور العمل کی حیثیت سے نافذ ہو گیا۔ امام اعظم کی قربانیوں ہی کی برکت سے امیروں، وزیروں اور حکمرانوں کی نفسانی خواہشات اور شیطانی جذبات کی زنجیروں سے آزاد ہو کر عوام کو نظام مصطفیٰ کی ٹھنڈی مچاؤں میں آئین زندگی کی نعمتوں سے بہرہ ور ہونے کا سنہرا موقع فراہم ہوا اور پھر وقت کے ساتھ ساتھ قاضی القضاۃ کے اختیارات و تصرفات روز بروز وسیع سے وسیع تر ہوتے چلے گئے حتیٰ کہ بڑے بڑے سلطان اور فرمانروا، قاضیوں کے سامنے خود کو بے دست و پا محسوس کرتے تھے

حقیقت یہ ہے کہ قاضیوں کی یہ فوقیت اور بالادستی، ابوحنیفہ کے قبول عہدہ قضا سے انکار کر نیکا ہی ثمر اور نتیجہ تھی۔

نظام مصطفیٰ کی بحالی اور نفاذ بھی امام اعظم کی خونچکاں قربانیوں ہی کی درخشاں برکت تھی جو اپنی زبان بے زبانی سے آج بھی ہمیں دعوت عمل کے لئے لگا رہے ہیں۔ شریعت محمدی کے دعویدارو! آگے بڑھو۔ اور۔۔۔ نظام مصطفیٰ کا نورانی پرچم لے کر سارے زمانہ پر چھا جاؤ۔

سیدنا ابوحنیفہ (رضی اللہ عنہ) — زندہ باد — فقہ حنفیہ — پائندہ یاد



امام لاکھ، سراج الامم سید الفقہاء سنداً لا تقیار، محدث کبیر حضرت ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ میں اللہ عزوجل نے علم و عمل کی تمام خوبیاں جمع کر دی تھیں، وہ میدانِ علم میں تحقیق و تدقیق کے شاہسوار، اخلاق و عادات میں لائق تقلید اور عبادتِ ریاضت میں پگائے روزگار تھے، مسائلِ فقہیہ میں ان کی سطوت اور اجتہاد میں ان کا سکہ تو ہر ایک نے مانا ہے، البتہ بعض اہل ہوا، کوتاہ بین اور متعصب حضرات فنِ حدیث میں امام اعظم کی بصیرت پر نکتہ چینی کرتے ہیں اور کچھ بے لگام لوگ تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کو صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں اس لئے ہم نہایت اختصار کے ساتھ علمِ حدیث کے فنِ روایت اور روایت میں امام اعظم کا رتبہ اور مقام محسوس دلائل اور مستحکم شواہد کے ساتھ پیش کرتے ہیں تاکہ ناواقف لوگ متعصبین کے جھوٹے پروپیگنڈے سے محفوظ رہ سکیں۔

حق تو یہ ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اسلامی علوم و فنون کے تمام شعبوں میں امام اور مجتہد تھے جس طرح وہ آسمانِ فقہ کے درخشندہ آفتاب تھے اسی طرح عقائد و کلام کے افق پر بھی انہیں کا سورج طلوع ہوتا تھا اور روایت و حدیث کے میدان میں سابقیت کا علم بھی انہی کا نصب کردہ ہے۔ فقہ میں یہ آب و رنگ انہی کے دم سے ہے اور فنِ حدیث میں یہ بہار انہی کی کاوشوں کا ثمرہ ہے، شافعی اور مالک فقہ میں ان کے پروردہ ہیں اور صحاح ستہ کے شیوخ ان کے فیض یافتہ وہ نہ ہوتے تو نہ فقہاء کو یہ عروج ہوتا اور نہ بخاری و مسلم کو یہ جو بن نصیب ہوتا۔

فنِ حدیث میں امام اعظم کی بصیرت پر اجمالی نظر | امام اعظم نے اگرچہ بنیادی طور پر علمِ فقہ کی خدمت کی ہے اور اپنی عمر کا تمام معاشی میں صرف کیا ہے تاہم علمِ حدیث میں بھی ان کا

نہایت اونچا مقام ہے۔ انہوں نے افاضل صحابہ اور اکابر تابعین سے احادیث کا سماع کیا پھر ان روایات کو کمالِ ختم و احتیاط کے ساتھ اپنے تلامذہ تک پہنچایا۔ امام اعظم چونکہ علمِ حدیث میں مجتہدانہ بصیرت کے حامل تھے اس لئے بعض نقل و روایت پر ہی اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ قرآنِ کریم کی نصوصِ مرسیہ اور احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں روایات کی باوجود پڑتال کرتے تھے۔ راویوں کے احوال اور ان کی صفات پر بھی زبردست تنقیدی نظر رکھتے تھے اور کسی حدیث پر اعتماد کرنے سے پہلے

اس کی سند اور متن کو پروری طرح پرکھتے تھے۔

جو لوگ سوچے سمجھے بغیر یہ کہہ دیتے ہیں کہ امام اعظم کو علم حدیث میں دسترس نہیں تھی وہ اس امر پر غور نہیں کرتے کہ امام اعظم نے عبادات و معاملات، معاشیات و عمرانیات اور قضایا و مقدمات کے ان گنت احکام بیان کئے ہیں، حیات انسانی کا کوئی گوشہ امام اعظم کے بیان کردہ احکام سے خالی نہیں ہے لیکن آج تک کوئی یہ ثابت نہیں کر سکا کہ امام اعظم کا بیان کردہ احکام حکم حدیث کے خلاف تھا۔ امام اعظم کی ہدایت حدیث پر اس سے بڑھ کر اور کیا سند ہو سکتی ہے کہ ان کا بیان کردہ ہر مسئلہ حدیث نبوی کے موافق اور ہر حکم سنت رسول کے مطابق ہے۔

بسا اوقات ایک ہی مسئلہ میں متعدد اور متعارض روایات ہوتی ہیں مثلاً نماز پڑھتے پڑھتے کوئی شخص رکعات کی تعداد بھول جائے تو بعض روایات میں یہ ہے کہ وہ از سر نو نماز پڑھے، بعض روایات میں ہے کہ وہ رکعات کو کم سے کم تعداد پر محمول کرے اور بعض میں ہے کہ وہ غور و فکر کر کے راجح جانب پر عمل کرے، اسی طرح سفر میں روزہ کے بارے میں بھی مختلف احادیث ہیں، بعض میں اثنا عشر سفر میں روزہ کو نیکی کے منافی قرار دیا ہے اور بعض میں عین ثواب، ایسی صورت میں امام اعظم منشأ رسالت تلاش کر کے ان روایات میں باہم تطبیق دیتے ہیں اور اگر تطبیق ممکن نہ ہو تو سند کی قوت و ضعف اور دوسرے اصول و روایت کے اعتبار سے فیصلہ کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ کام وہی شخص کر سکتا ہے جو منشأ وحی اور مزاج رسالت کو پہچانتا ہو، روایات کے تمام طرق پر حاوی، روایت کے کل اصولوں پر محیط اور راویوں کے احوال پر ناقدانہ نظر رکھتا ہو۔

شرفِ تابعیت حدیث پاک کے ایک راوی ہونے کی حیثیت سے رجال حدیث میں امام اعظم کا مقام معلوم کرنا نہایت ضروری ہے۔ امام اعظم کے معاصرین میں سے امام مالک، امام ادنا علی اور سفیان ثوری نے خدمت حدیث میں بڑا نام کمایا ہے لیکن ان میں سے کسی کو بھی تابعیت کا وہ عظیم شرف حاصل نہیں ہے جو امام کی خصوصیت ہے۔ تابعی اس شخص کو کہتے ہیں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہمانی کو دیکھا ہو اور اس بات پر سب نے اتفاق کیا ہے کہ امام اعظم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا اور ان سے ملاقات بھی ہوئی تھی کیونکہ امام اعظم کی ولادت ۶۳ھ میں ہوئی ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ اس کے بعد بارہ سال سے زیادہ عرصہ تک زندہ رہے، نیز علامہ ابن حجر عسقلانی نے ثابت کیا ہے کہ امام اعظم نے حضرت عبداللہ بن ابی ارقبہ کو بھی دیکھا ہے اور یہ بات بالکل صحیح ہے کیونکہ علامہ ابن حجر عسقلانی نے امام بخاری سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن ابی ارقبہ کا انتقال امام اعظم کی ولادت کے سات سال بعد ۷۰ھ میں ہوا ہے۔ اور ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے کہ ان دو صحابہ کے علاوہ اور بھی کئی صحابہ کا انتقال امام اعظم کی ولادت سے قبل ہوا ہے۔

کے بعد ہوا ہے اور امام اعظم کی ان سے ملاقات کئی طرق سے ثابت ہے۔

امام اعظم کی صحابہ سے روایت | حضرت انس کے سن وصال میں اختلاف ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے وہب بن جریہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا وصال ۹۵ھ میں ہوا ہے اور مشہور

۹۳ھ ہے اور حضرت انس کی زندگی میں امام اعظم بارہا بصرہ گئے تھے اس لئے اس بات کو کوئی نہیں مان سکتا کہ امام اعظم نے پندرہ سال کی عمر تک حضرت انس سے ملاقات کی ہو اور ان سے روایت حدیث کا شرف حاصل نہ کیا ہو۔ محققین علماء کرام اور محدثین عظام نے امام اعظم کی مرویات صحابہ کو پوری اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے اور دلائل سے انہیں تقویت دی ہے۔

امام ابو معشر عبد الکرم بن عبد الصمد طبری شافعی نے امام اعظم کی صحابہ کرام سے مرویات میں ایک نقل رسالہ تصنیف کیا ہے اور اس میں روایات کو مع اسناد کے ذکر کیا ہے اور ان کی تحسین و تقویت کی ہے علامہ حلاں الدین سیوطی شافعی نے ان روایات کو اپنے رسالہ تبیین الضعیفہ میں نقل کیا ہے، ہم اسی رسالہ سے چند احادیث کا انتخاب پیش کر رہے ہیں۔

۱۔ عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ سمعت انس بن مالک یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم۔
امام ابو یوسف، امام ابو حنیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت انس سے اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

۲۔ عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ سمعت انس بن مالک یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الدال علی الخیر کفاحلہ۔
امام ابو یوسف، امام ابو حنیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت انس سے اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ خیر کا راہنما اس کے فاعل کے مثل ہے۔

۳۔ عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ سمعت انس بن مالک یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یحب۔
امام ابو یوسف، امام ابو حنیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت انس سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ پریشان حال

اخاشة اللہفان۔

کی دہ کو پسند کرتا ہے۔

۳۔ عن یحییٰ بن قاسم عن ابی حنیفۃ سمعت
عبداللہ بن ابی اوفیٰ یقول سمعت رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من بنی لہ مسجدا
ولو کسینہم بعدہ لوللہ لہ بیتان
الجنة۔ (تبییح الصحیفہ ص ۹ تا ۱۰)
میں گنہگار نہ ہو سکے گا۔

امام عظیم کے سماع صحابہ پر بلحاظ روایت بحث و نظر
صحابہ کرام سے احادیث کا سماع اور ان کی روایت امام عظیم کا
ایک جلیل القدر وصف اور عظیم خصوصیت ہے۔ احادیث تو خیر کمال

امام کے تدریج ہیں ہی، شوافع سے بھی امام عظیم کے اس کمال کا انکار نہ ہو سکا بلکہ بعض شافعیوں نے رڑی فراخ دلی سے امام عظیم کی روایت
صحابہ پر خصوصی رسائی لکھے ہیں تاہم بعض لوگوں نے اس کا انکار بھی کیا ہے چنانچہ زمانہ قریب کے مشہور مورخ جناب شبلی نعمانی صاحب
بھی اس انکار میں پیش پیش ہیں، لکھتے ہیں:

بعض لوگوں نے روایت سے بڑھ کر روایت کا بھی دعویٰ کیا ہے اور تمسب ہے کہ علامہ مینی شارح ہدایہ
بھی اس غلطی کے حامی ہیں لیکن انصاف یہ ہے کہ یہ دعویٰ ہرگز پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔ حافظ ابوالحسن نے عقود
البحان میں ان تمام حدیثوں کو مع سند کے نقل کیا ہے جن کی نسبت یہ خیال کیا جاتا ہے کہ امام نے صحابہ سے سنی تھیں
پھر اصول حدیث سے ان کی جانچ پڑتال کی ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ ہرگز ثابت نہیں۔ محدثانہ بحثیں تو وقت طلب
ہیں، صاف بات یہ ہے کہ امام نے صحابہ سے ایک بھی روایت کی ہوتی تو سب سے پہلے امام کے تلامذہ خاص اس کو
شہرت دیتے لیکن قاضی ابویوسف، امام محمد، حافظ عبدالرزاق بن ہمام، عبداللہ بن مبارک، ابونعیم، فضل بن وکیع،
سکی بن ابراہیم، ابوعاصم انبیل وغیرہ سے کہ امام کے مشہور اور بااقتدار محدث گزشتہ اور سچ پرچھے تو زیادہ تر انہی لوگوں نے
ان کی نام آوری کسکے بٹائے ہیں، ایک حرف بھی اس واقعہ کے متعلق منقول نہیں۔

(سیرۃ النعمان، ص ۳۴)

مقام حدیث ہے کہ شبلی جیسے تاریخ دان پر بھی یہ امر غفی رہا کہ صحابہ سے امام عظیم کی روایت کو نقل اور ثابت کرنے والے اولین
حضرات ان کے ارشد تلامذہ ہی تھے۔ ہم نے جو چار مستند روایتیں پیش کی ہیں ان میں سے تین قاضی ابویوسف سے مروی ہیں اور وہ
امام عظیم کے مشہور اور قابل مدفخر شاگرد ہیں اور شبلی صاحب کی دی ہوئی تلامذہ کی فہرست میں بھی موجود ہیں، اس کے باوجود ان کا قبول

نا قابل فہم ہے کہ "تلاذہ سے ایک حرف بھی اس واقعہ کے متعلق منقول نہیں ہے۔"

نیز متعدد محققین علماء کرام نے تصریح کی ہے کہ احوال میں صحابہ سے روایت امام کو ثابت کرنے والوں میں ان کے تلاذہ ہی تھے

چنانچہ ملا علی قاری امام کروری کے حوالے سے لکھتے ہیں :

قال الكروری جماعت من المحدثین انکروا ملاقاتہ مع الصحابہ واصحابہ اشترکہ بالاسانید الصحاح الحسان وہم اعرف باحوالہ منہم والمثبت العدل اولی من النافی (شرح مسند الہمام للقاری ص ۲۸۵)

امام کروری فرماتے ہیں کہ محدثین کی ایک جماعت نے امام اعظم کی صحابہ کرام سے ملاقات کا انکار کیا ہے اور ان کے شاگردوں نے اس بات کو صحیح اور حسن سندوں کے ساتھ ثابت کیا ہے اور ثبوت روایت نفی سے بہتر ہے۔

اور مشہور محدث شیخ محمد طاہر ہندی کوفی کے حوالے سے لکھتے ہیں :

واصحابہ یقولون انہ لقی جماعت من الصحابہ وروی عنہم (المغنی ص ۸۰)

امام اعظم کے شاگرد دیکھتے ہیں کہ امام نے صحابہ کی ایک جماعت سے ملاقات کی ہے، ان سے ساری حدیث بھی کی ہے۔

اور حافظ بدر الدین عینی عبد الشہین ابی اوفی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں :

هو احد من رواہ ابو حنیفۃ من الصحابہ وروی عنہ ولا یلتفت الی قول المنکر المتعصب وکان عمر ابی حنیفۃ حینئذ سبع سنین وهو من التمیمین هذا علی العیام ان مولد ابی حنیفۃ سنت ثمانین وعلی قول من قال سنت سبعین یكون عمره حیثئذ سبعة عشر سنة و یستبعد جدا ان یكون صحابی مقیما ببلدة و فی اہلہا من لاناہ واصحابہ اخبر بحالہ و ہم ثقات فی انفسہم۔

عبد الشہین ابی اوفی ان صحابہ سے ہیں جن کی امام ابو حنیفہ نے زیارت کی اور ان سے روایت کی ہے (قطع نظر کرتے ہوئے منکر متعصب کے قول سے) امام اعظم کی عمر اس وقت سات سال کی تھی کیونکہ صحیح قول یہ ہے کہ آپ کی ولادت شہر میں ہوئی، اور بعض اقوال کی بنا پر اس وقت آپ کی عمر تیرہ سال کی تھی بہر حال سات سال عمر بھی فہم و شعور کا سن ہے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک صحابی کسی شہر میں رہتے ہوں اور شہر کے رہنے والوں میں ایسا شخص ہو جس نے اس صحابی کو نہ دیکھا ہو (اس بحث میں امام اعظم کے تلاذہ کی بات ہی مستبر ہے) کیونکہ وہ ان کے احوال سے زیادہ واقف

(عمدة القاری ج ۱ ص ۷۹۸)

میں اور فقہ بھی ہیں۔

مذکورہ بالا حوالوں سے یہ ظاہر ہو گیا کہ امام اعظم کی صحابہ سے روایت کو نقل کرنے والے اور ابتداء میں اس کو شہرت دینے والے ان کے لائق تلامذہ ہی تھے۔ شبلی صاحب نے کہا ہے کہ ان کے شاگردوں نے اس بات کو نہیں بیان کیا لیکن چونکہ انہوں نے اس پر کوئی دلیل یا حوالہ پیش نہیں کیا اس لئے اس موضوع پر مزید بحث کی ضرورت نہیں ہے۔

امام اعظم کی روایت صحابہ پر بلحاظ روایت فکر و نظر | شبلی نعمانی کے انکار کی دوسری بنیاد اس امر پر ہے کہ حافظ ابوالحسن نے ان روایات کی اسناد پر جرح کی ہے

لیکن بے شمار محدثین نے ان اسناد کی تعدیل بھی کی ہے۔ امام ابو معشر طبری اور حافظ سیوطی کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں، ان کے علاوہ محدث داؤد قطنی کے استاد حافظ ابومحمد حضرمی، حافظ ابوالحسن بن مفعی اور حافظ ابوبکر خراسانی یہ سب حفاظ حدیث اور جلیل القدر ائمہ فن ہیں جنہوں نے امام اعظم کی صحابہ سے مرویات پر باقاعدہ رسائل لکھے ہیں اور ان روایات کو دلائل سے ثابت کیا ہے۔

نیز امام سخاوی لکھتے ہیں :

والشانیات فی الموطا للامام مالک والرحمہ
فی حدیث الامام ابی حنیفہ (فقر المغیث ص ۱۲۱) امام مالک کی احادیث میں ثنائیات میں اور امام اعظم کی ابو حنیفہ کی روایات میں وعدان ہیں۔

ثنائیات ان احادیث کو کہتے ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور راوی کے درمیان صرف دو واسطے ہیں اور وعدان ان احادیث کو کہتے ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور راوی کے درمیان صرف ایک واسطہ ہو، محدث سخاوی کا مطلب یہ ہے امام اعظم کی ایسی روایات بھی ہیں جن میں ان کے اور حضور کے درمیان صرف ایک واسطہ ہے اور یہ واسطہ صحابہ کرام کا ہے پس ثابت ہوا کہ محدث سخاوی کے نزدیک امام اعظم کی صحابہ سے روایت ثابت ہے۔

در صاحب بزاز یہ ابن بزاز کروری لکھتے ہیں :

لایسکر سیامع الامام من ابن ادنی۔ حضرت عبداللہ بن ابی ادنی سے امام اعظم کے سماع کا

انکار نہیں ہو سکتا۔

(مناقب ابی حنیفہ للکروری ج ۱ ص ۷)

حافظ بدرالدین عینی، امام کروری، ابو معشر شافعی، حافظ سیوطی، ابوبکر حضرمی، خراسانی اور ابن حجر عسقلانی جیسے حفاظ اور ائمہ حدیث اور ماہرین فن کے اثبات کے بعد شبلی صاحب کے انکار کا کوئی وزن نہیں رہتا۔ نیز اس سلسلہ میں بحث کرتے وقت یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ امام اعظم کے بارے میں شوافع نے بھی کتابیں تصنیف کی ہیں اور ان میں کچھ حضرات انصاریین

تھے لیکن بعض متعصب بھی تھے نیز امام اعظم کی صحابہ سے روایات جن سے اسناد ثابت ہیں ان میں بعض راویوں پر اگرچہ جرح کی گئی ہے تاہم ان میں کوئی راوی ایسا نہیں ہے جس کو باطل یا وضاع قرار دیا گیا ہو چنانچہ ملا سیروطی اس باب میں حافظ ابن حجر عسقلانی کی رائے پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں :

وحاصل ما ذکرہ ہو وغیرہ الحکم علی اسانید
دلت بالضعف وعدم الصحة لا بالبطلان و
حینئذ فسهل الامر فی ابوابہا لان الضعیف
یسجون روایت و یطلق علیہ اند وازر
حافظ عسقلانی اور دوسرے ناقدین نے ان اسانید
پر ضعف کا حکم کیا ہے بطلان یا وضع کا نہیں اور
اب بات آسان ہے کیونکہ حدیث ضعیف کی روایت
جائز ہے اور اس پر روایت کا اطلاق کرنا صحیح ہے۔

(تبیض الضعیفہ ص ۶)

اور قوت و ضعف ایک اضافی وصف ہے جو شخص بعض کے نزدیک ضعیف ہے دوسرے اس کو قوی خیال کرتے ہیں کیونکہ رجال سے بحث کرنے والے حضرات بھی مختلف آراء رکھتے ہیں مشکل سے ہی ایسا ہوگا کہ کسی راوی کی جرح یا تعدیل پر سب کا اتفاق ہو۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ چودہ سو پچیس راوی ایسے ہیں جو امام مسلم کے نزدیک لائق استدلال ہیں اور امام بخاری ان سے روایت نہیں لیتے۔ جابر جعفی کوفہ کا ایک مشہور راوی تھا جسے دعوی تھا کہ اسے پچاس ہزار حدیثیں یاد ہیں، اس کے بارے میں سفیان ثوری کہتے ہیں کہ میں نے جابر سے زیادہ کسی کو حدیث میں متطاب نہیں دیکھا۔ شعبہ کہتے ہیں کہ جب جابر اُخْرَنا و حَدَّثَنَا کہے تو وہ سب سے زیادہ مستند ہے۔ وکیع کا قول ہے کہ جابر کی ثقاہت میں شک نہیں، اس کے برخلاف ابن معین کہتے ہیں کہ جابر کذاب ہے۔ نسائی نے کہا وہ متروک ہے، سفیان بن عیینہ نے کہا کہ جابر کی باتیں سنکر مجھے خوف ہوتا ہے کہ کہیں چھت نہ گر جائے۔

الغرض جرح و تعدیل ایک ظنی چیز ہے اور بعض بعض لوگوں کی تضعیف کی بنا پر امام اعظم کی صحابہ کرام سے روایات کو ساقط الاعتبار قرار دینا زیادتی ہے خصوصاً جبکہ ان سندوں کا کوئی راوی عسقلانی اور سیروطی کی تصریح کے مطابق باطل اور وضاع نہیں ہے۔

امام اعظم کی صحابہ سے روایات قرآن عقلیہ کی روشنی میں | اشبل نعمانی نے امام اعظم کی صحابہ کرام سے روایت کے انکار پر کچھ عقلی وجوہات بھی پیش کی ہیں، لکھتے ہیں :-

”میرے نزدیک اس کی ایک اور وجہ ہے، محدثین میں باہم اختلاف ہے کہ حدیث سیکھنے کے لئے کم از کم کتنی عمر مشروط ہے؟ اس امر میں اگر باب کوفہ سب سے زیادہ احتیاط کرتے تھے یعنی بیس برس سے کم عمر کا شخص حدیث کی

دس گاہ میں شامل نہیں ہو سکتا تھا، ان کے نزدیک چونکہ حدیثیں بالمعنی روایت کی گئی ہیں اس لئے ضروری ہے کہ ہر علم پوری عمر کو پہنچ چکا ہو ورنہ مطالب کو سمجھنے اور اس کے ادا کرنے میں غلطی کا احتمال ہے، غالباً یہی قید تھی جس نے امام ابو حنیفہ کو ایسے بڑے شرف سے محروم رکھا۔

اس سلسلہ میں اولاً تو ہم یہ پوچھتے ہیں کہ اہل کوفہ کا یہ قاعدہ کہ ساری حدیث کے لئے کم از کم بیس سال عمر درکار ہے کونسی یقینی روایت سے ثابت ہے؟ امام صاحب کی مرویات صحابہ کے لئے جب یقینی اور صحیح روایت کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو اہل کوفہ کے اس قاعدہ کو بغیر کسی یقینی اور صحیح روایت کے کیسے مان لیا گیا، ثانیاً یہ قاعدہ خود خلاف حدیث ہے کیونکہ صحیح بخاری میں امام بخاری نے منیٰ یصح سماع الصغیر کا باب قائم کیا ہے اور اس کے تحت ذکر فرمایا ہے کہ محمد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سے پانچ سال کی عمر میں سنی ہوئی حدیث کو روایت کیا ہے، اس کے علاوہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی عمر حضرت مصعب رضی اللہ عنہ سے دو سال کے وقت چھ اور سات سال تھی اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر حضرت مصعب کے وصال کے وقت تیرہ سال تھی اور یہ حضرات آپ کے وصال سے کئی سال پہلے کی سنی ہوئی احادیث کی روایت کرتے تھے، پس روایت حدیث کے لئے بیس سال عمر کی قید لگانا طریقہ صحابہ کے مخالف ہے اور کوفہ کے ارباب علم و فضل اور دیانت دار حضرات کے بارے میں یہ بدگمانی نہیں کی جاسکتی کہ انہوں نے اتنی جلدی صحابہ کی روش کو چھوڑ دیا ہوگا۔

ثالثاً بر تقدیر تسلیم گزارش یہ ہے کہ اہل کوفہ نے یہ قاعدہ کب وضع کیا، اس بات کی کہیں وضاحت نہیں ملتی، اغلب اور قرین قیاس یہی ہے کہ جب علم حدیث کی تحصیل کا چرچا عام ہو گیا اور کثرت سے درس گاہیں قائم ہو گئیں اور وسیع پیمانے پر آثار و سنن کی اشاعت ہونے لگی، اس وقت اہل کوفہ نے اس قید کی ضرورت کو محسوس کیا ہوگا تا کہ ہرگز وہ حدیث کی روایت کرنا شروع نہ کرے یہ کسی طرح بھی باور نہیں کیا جاسکتا کہ عبد صحابہ میں ہی کوفہ کے اندر باقاعدہ درس گاہیں بن گئیں اور ان میں داخلہ کے لئے قوانین اور عمر کا تعین بھی ہو گیا تھا۔

رابعاً اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ سلسلہ ہی میں کوفہ کے اندر باقاعدہ درس گاہیں قائم ہو گئی تھیں اور ان کے ضوابط اور قوانین بھی وضع کئے جا چکے تھے تو ان درس گاہوں کے اساتذہ سے ساری حدیث کے لئے تو بیس برس کی قید فرض کی جاسکتی ہے مگر یہ حضرت انس اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفی وغیرہ ان درس گاہوں میں اس تہذیب تو مقرر تھے نہیں کہ ان سے ساری حدیث بھی بیس سال کی عمر میں کیا جاتا۔

خامساً بیس برس کی قید اگر ہوتی بھی تو کوفہ کی درس گاہوں کے لئے لیکن اگر کوفہ کا کوئی رہنے والا بصرہ ہا کر صحابہ سے ساری حدیث کرے تو یہ قید اس پر کیسے اثر انداز ہوگی؟ حضرت انس بصرہ میں رہتے تھے اور امام اعظم ان کی زندگی میں بارہا بصرہ گئے اور

ان کی آپس میں ملاقات بھی ثابت ہے تو کیوں نہ امام صاحب نے ان سے روایت حدیث کی ہوگی؟

سادساً اگر بیس سال عمر کی قید کو بالعموم بھی فرض کر لیا جائے تو بھی کسی طور قرین قیاس نہیں ہے کہ حضرات صحابہ کرام جن کا وجود مسعود نوادہ روزگار اور مقتنات عصر میں سے تھا۔ ان سے ازراہ تبرک و تشریف احادیث کے سماع کے لئے بھی کوئی شخص اس انتظار میں بیٹھا رہے گا کہ میری عمر بیس سال کو پہنچے تو میں ان سے جا کر ملاقات اور استماع حدیث کروں۔ حضرت انس کے وصال کے وقت امام عظیم کی عمر پندرہ برس تھی اور امام کو مروی فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی زندگی میں امام عظیم بیس سے زائد مرتبہ بصرہ تشریف لے گئے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ امام عظیم پندرہ برس تک کی عمر میں بصرہ جاتے رہے ہوں اور حضرت انس سے مل کر اور ان سے سماع حدیث کر کے نہ آئے ہوں، مادی اور مروی عنہ میں معاشرت بھی ثابت ہو جائے تو امام مسلم کے نزدیک روایت مقبول ہوتی ہے، یہاں معاشرت کی بجائے ملاقات کے بیس سے زیادہ قرائن موجود ہیں پھر بھی قبول کرنے میں تاثر کیا جا رہا ہے۔

الحمد للہ العزیز! کہ ہم نے اصول روایت و درایت اور قرائن عقلیہ کی روشنی میں اس امر کو آفتاب سے زیادہ روشن کر دیا ہے کہ امام عظیم رضی اللہ عنہ کو صحابہ کرام سے روایت حدیث کا شرف حاصل تھا اور اس سلسلے میں جتنے اعتراضات کئے جاتے ہیں ان پر سیر حاصل گفتگو کر لی ہے، اس کے باوجود بھی ہم نے جو کچھ لکھا وہ ہماری تحقیق ہے، ہم اسے منوانے کے لئے ہرگز اصرار نہیں کرتے۔

تنبیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تبرکاً چند احادیث کی روایت کے مسلا وہ امام عظیم نے اپنے زمانے کے مشاہیر سائنذہ اور افاضل شیوخ سے احادیث کا سماع کیا اور ان سے بکثرت احادیث روایت کی ہیں۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے امام عظیم کے شیوخ میں عطار بن ابی رباح، علقمہ بن مرثد، حماد بن ابی سلیمان، حکم بن عتیبة، سعید بن مسروق، عدی بن ثابت انصاری، ابوسفیان بصری، یحییٰ بن سعید انصاری، ہشام بن عروہ اور دیگر مشاہیر محدثین کا ذکر کیا ہے۔

بعض لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ امام عظیم ابوحنیفہ نے امام مالک سے بھی سماع حدیث کیا ہے اور ان کی شاگردی اختیار کی ہے، تعجب ہے کہ شبلی نعمانی بھی اس غلطی کا شکار ہو گئے چنانچہ لکھتے ہیں:

”امام صاحب کو طلب علم میں کسی سے عار نہ تھی۔ امام مالک ان سے عمر میں تیرہ برس کم تھے ان کے حلقہ

درس میں بھی اکثر حاضر ہوئے اور حدیثیں سنیں۔“ (سیرۃ النہان ص ۵۶)

پھر حافظ ذہبی سے نقل کر کے لکھتے ہیں :-

• امام مالک کے سامنے ابو حنیفہ اس طرح مؤدب ہو کر بیٹھتے تھے جس طرح استاد کے

سامنے بیٹھتا ہے ۔

حقیقت یہ ہے کہ امام مالک خود امام عظیم کے شاگرد تھے اور ان کی تصانیف سے علمی استفادہ کرتے تھے۔ خطیب بغدادی اور دارقطنی نے صرف دو روایتیں ایسی پیش کی ہیں جن کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ یہ امام عظیم نے امام مالک سے روایت کی ہیں لیکن خاتم الحفاظ حافظ ابن حجر عسقلانی نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ روایتیں صحیح سند سے مروی نہیں ہیں اور امام عظیم کی امام مالک سے روایت قطعاً ثابت نہیں ہے چنانچہ لکھتے ہیں :

لم تثبت رواية أبي حنيفة عن مالك وانما
اور دھا الدارقطنی ثم الخطیب روایتیں
امام ابو حنیفہ کی امام مالک سے روایت ثابت نہیں
ہے۔ دارقطنی اور خطیب نے اس بات کا دعویٰ
وقعتا لهما باسنادین فیہما مقال۔
دو روایتوں کی وجہ سے کیا ہے جن کی اسناد میں

خلل ہے۔

(الکت علی ابن الصلاح)

اور اس خلل کا بیان حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں کیا ہے کہ ان سندوں میں عمران بن عبدالرحیم نامی ایک شخص ہے اور یہ
وضع تھا چنانچہ لکھتے ہیں :

هو الذي وضع حديث أبي حنيفة عن مالك
یہی وہ شخص ہے جس نے امام ابو حنیفہ کی امام مالک
سے روایت وضع کی ہے۔
(میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۲۷۸)

در اصل حماد بن ابی حنیفہ جو امام عظیم کے صاحبزادے تھے انہوں نے امام مالک سے روایت حدیث کی ہے، بعض سندوں
سے حماد کا لفظ رہ گیا ہوگا جس سے یہ غلط فہمی ہوئی اور اچھے اچھے لوگ اس میں مبتلا ہو گئے۔

مرویات امام عظیم کی تعداد | چونکہ بعض اہل ہوا یہ کہتے ہیں کہ امام عظیم کو صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں اس لئے ہم ذرا
تفصیل سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ امام عظیم کے پاس احادیث کا کتنا ذخیرہ تھا

حضرت تلا علی قاری امام محمد بن سماعہ کے حوالے سے لکھتے ہیں :

ان الامام ذكر في تصانيفه نيفا وسبعين الف
امام ابو حنیفہ نے اپنی تصانیف میں ستر ہزار سے زائد
حدیث و منتخب الآثار من اربعين الف
احادیث بیان کی ہیں اور چالیس ہزار احادیث سے
حدیث (مناقب علی قاری بذیل الجواہر ج ۲، ص ۴۴)

کتاب الآثار کا انتخاب کیا ہے

اور صدر الامم امام موفق بن احمد تحریر فرماتے ہیں :

وانتخب ابو حنیفۃ الاثار من اربعین الف امام ابو حنیفہ نے کتاب الاثار کا انتخاب چالیس ہزار

حدیث (مناقب موفق ج ۱ ص ۱۰۵) حدیثوں سے کیا ہے۔

ان حوالوں سے امام عظیم کا جو علم حدیث میں تجرظا ہر موزما ہے وہ محتاج بیاں نہیں ہے۔

روایت حدیث میں امام عظیم کا مقام

ممكن ہے کہ کوئی شخص کہے کہ ستر ہزار احادیث کو بیان کرنا اور کتاب الاثار کا

چالیس ہزار حدیثوں سے انتخاب کرنا چنداں کمال کی بات نہیں ہے، امام بخاری کو ایک لاکھ احادیث صحیحہ اور دو لاکھ احادیث غیر صحیحہ یاد تھیں اور انہوں نے صحیح بخاری کا انتخاب چھ لاکھ حدیثوں سے کیا تھا پس فن حدیث میں امام بخاری کے مقابلہ میں امام عظیم کا مقام بہت کم معلوم ہوتا ہے۔ اس کے جواب میں گزارش ہے کہ احادیث کی کثرت اور قلت و حقیقت

طرق اور اسانید کی قلت اور کثرت سے عبارت ہے۔ ایک ہی متن حدیث اگر سو مختلف طرق اور سندوں سے روایت کیا ہے تو محدثین

کی اصطلاح میں اسے حدیثیں کہا جلتے گا حالانکہ ان تمام حدیثوں کا متن واحد ہوگا، منکرین حدیث انکار حدیث کے سلسلے میں یہ دلیل بھی

پیش کرتے ہیں کہ تمام کتب حدیث کی روایات کو اگر جمع کیا جائے تو یہ تعداد کروڑوں کے لگ بھگ ہوگی اور حضور کی پوری سات

کی زندگی کے شب و روز پر ان کو تقسیم کیا جائے تو یہ احادیث حضور کی حیات مبارکہ سے بڑھ جائیں گی پس اس صورت میں احادیث کی

صحت کیونکر قابل تسلیم ہوگی لیکن ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ روایات کی یہ کثرت دراصل اسانید کی کثرت ہے ورنہ نفس احادیث

کی تعداد چار ہزار چار سو سے زیادہ نہیں ہے

چنانچہ علامہ میر یحییٰ نکتے میں :

ان جملة الاحادیث المسندۃ عن النبی صلی

اللہ علیہ وسلم یعنی الصحیحة بلا تکرار اربعۃ

الاف و اربع مائۃ

بلاشبہ وہ تمام مسند احادیث صحیحہ جو بلا تکرار حضور

صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں ان کی تعداد چار

ہزار چار سو ہے۔

(توضیح الافکاء ص ۳۰)

امام عظیم رضی اللہ عنہ کی ولادت سنہ ۱۹۳ھ میں پیدا ہوئے اور ان کے درمیان ایک سو چودہ سال کا

طویل وقفہ ہے اور ظاہر ہے کہ اس عرصہ میں بکثرت احادیث شائع ہو چکی تھیں اور ایک ایک حدیث کو سینکڑوں بلکہ ہزاروں شخص

نے روایت کرنا شروع کر دیا تھا۔ امام عظیم کے زمانہ میں راویوں کا اتنا شیوع اور عموم تھا نہیں، اس لئے امام عظیم اور بخاری کے

درمیان جو روایات کی تعداد کا فرق ہے وہ دراصل اسانید کی تعداد کا فرق ہے نفس روایات کا نہیں ہے ورنہ اگر نفس احادیث

کا لحاظ کیا جائے تو امام اعظم کی مرویات امام بخاری سے زیادہ ہیں۔

اس زمانہ میں احادیثِ نبویہ جس قدر اسناد کے ساتھ مل سکتی تھیں امام اعظم نے ان تمام طرق و اسانید کے ساتھ ان احادیث کو حاصل کر لیا تھا اور حدیثِ دارِ کسی صحیح سند کے ساتھ موجود نہ تھے مگر امام اعظم کا علم انہیں شامل تھا۔ وہ اپنے زمانہ کے تمام محدثین پر اور اکِ حدیث میں فائق اور غالب تھے چنانچہ امام اعظم کے معاصر اور مشہور محدث امام سعید بن کدام فرماتے ہیں:

طببت مع ابی حنیفۃ الحدیث فقلینا و
اخذنا فی الزہد فبرع علینا و طلبنا معہ
الفقہ فجاء منہ ما نزلنا و
میں نے امام ابو حنیفہ کے ساتھ حدیث کی تحصیل کی
لیکن وہ ہم سب پر غالب رہے اور زہد میں
مشغول ہوئے تو وہ اس میں سب سے بڑھ کر تھے
اور فقہ میں ان کا مقام تو تم جانتے ہی ہو۔

(مناقب ابی حنیفۃ للذہبی ص ۲۷)

نیز محدث بشر بن موسیٰ اپنے استاد امام ابو عبد الرحمن مرقی سے روایت کرتے ہیں:

وکان اذا حدث عن ابی حنیفۃ قال حدثنا
امام مرقی جب امام ابو حنیفہ سے روایت کرتے تو
شاہنشاہ (تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۴۵) کہتے کہ ہم سے شاہنشاہ نے حدیث بیان کی۔

ان حوالوں سے ظاہر ہو گیا کہ امام اعظم اپنے معاصرین محدثین کے درمیان فنِ حدیث میں تمام پر فائق اور غالب تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث ان کی نگاہ سے اوجھل نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے تلامذہ انہیں حدیث میں حاکم اور شاہنشاہ تسلیم کرتے تھے۔ اصطلاح حدیث میں حاکم اس شخص کو کہتے ہیں جو حضور کی تمام مرویات پر تئیں سند و سترس رکھتا ہو۔ مراتبِ محدثین میں یہ سب سے اونچا مرتبہ ہے اور امام اعظم اس منصب پر یقیناً فائز تھے کیونکہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سے بھی نادانف ہو وہ حیاتِ انسانی کے تمام شعبوں کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی ہدایات کے مطابق جامع دستور نہیں بنا سکتا۔

امام اعظم کے مقام حدیث پر ایک شبہ کا ازالہ
گزشتہ سطور میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا تکرار احادیثِ مرویہ کی تعداد چار ہزار چار سو ہے۔

اور امام حسن بن زیاد کے بیان کے مطابق امام اعظم نے جو احادیث بلا تکرار بیان فرمائی ہیں ان کی تعداد چار ہزار ہے پس امام اعظم کے بارے میں حاکمیت اور حدیث میں مہم دانی کا دعویٰ کیسے صحیح ہوگا! اس کا جواب یہ ہے کہ چار ہزار احادیث

کے بیان کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ باقی چار سو حدیثوں کا امام اعظم کو علم بھی نہ ہو کیونکہ حسن بن زیاد کی حکایت میں بیان کی نفی ہے علم کی نہیں۔

خیال رہے کہ امام اعظم نے فقہی تصنیفات میں ان احادیث کا بیان کیا ہے جن سے مسائل مستنبط ہوتے ہیں اور جن کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے لئے عمل کا ایک راستہ متعین فرمایا ہے جنہیں عرف عام میں سنن سے تعبیر کیا جاتا ہے لیکن حدیث کا مفہوم سنت سے عام ہے کیونکہ احادیث کے مفہوم میں وہ روایات بھی شامل ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صیہ مبارکہ آپ کی قلبی واردات، خصوصیات، گزشتہ امتوں کے قصص و مستقبس کی پیش گوئیاں موجود ہیں اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی احادیث سنت کے قبیل سے نہیں ہیں اور نہ ہی یہ احکام و مسائل کے لئے مائذی حیثیت رکھتی ہیں۔

پس امام اعظم نے جن چار ہزار احادیث کو مسائل کے تحت بیان فرمایا ہے وہ از قبیل سنن ہیں اور جن چار سو احادیث کو امام اعظم نے بیان نہیں فرمایا وہ ان روایات پر محمول ہیں جو احکام سے متعلق نہیں ہیں لیکن یہاں بیان کی نفی ہے، علم کی نہیں۔

فن حدیث میں امام اعظم کا فیضان | امام اعظم علم حدیث میں حسن عظیم مہارت کے حامل اور جلیل القدر مرتبہ پر فائز تھے اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ تشنگان علم حدیث کا انبوه کثیر آپ کے حلقہ دوس

میں سماع حدیث کے فتنے حاضرم ہوتا، علامہ ابن حجر عسقلانی نے ذکر کیا ہے کہ امام اعظم سے حدیث کا سماع کرنے والے مشہور معمرات میں حماد بن نمان، ابراہیم بن مہمان، حمزہ بن حبیب، زفر بن ہذیل، قاضی بویوسف، عیسیٰ بن یونس، وکیع، یزید بن زریع، اسد بن عمرو، خارجہ بن مصعب، محمد بن بشر، عبدالرزاق، محمد بن حسن شیبانی، مصعب بن مقام، ابو عبد الرحمن مقرئ، ابو نعیم، ابو عاصم اور دیگرے یگانہ روزگار افراد شامل تھے۔

حافظ ابن عبد البر امام وکیع کے ترجمے میں لکھتے ہیں :

وکان یحفظ حدیث کلہ وکان قد سمع من ابی حنیفہ حدیثا کثیرا۔
وکیع بن جراح کو امام اعظم کی سب حدیثیں یاد تھیں اور انہوں نے امام اعظم سے احادیث کا بہت زیادہ سماع کیا تھا۔

امام مکی بن ابراہیم، امام اعظم ابو حنیفہ کے شاگرد اور امام بخاری کے استاذ تھے اور امام بخاری نے اپنی صحیح میں بائیس ثلاثیات میں سے گیارہ ثلاثیات صرف امام مکی بن ابراہیم کی سند سے روایت کی ہیں۔ امام صدہ الامہ موفق بن احمد مکی ان کے بارے میں لکھتے ہیں :-

والزم اباحیفة رسمہ اللہ وسمع منہ الحدیث انہوں نے اپنے اوپر سماع حدیث کے لئے ابو حنیفہ کے
(مناقب موفی ج ۱ ص ۲۰۲) درس کو لازم کر دیا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری کو اپنی صحیح میں عالی سند کے ساتھ ملائیات درج کرنے کا جو شرف حاصل ہوا ہے وہ دراصل امام عظیم
کے تلامذہ کا صدقہ ہے۔ اور یہ صرف ایک یحییٰ بن ابراہیم کی بات نہیں ہے امام بخاری کی اسانید میں اکثر شیوخ حنفی ہیں۔ ان حوالوں سے یہ
امراقاب سے زیادہ روشن ہو گیا کہ امام عظیم علم حدیث میں مرجع خلافت تھے۔ ائمہ فن نے آپ سے حدیث کا سماع کیا اور جن شیوخ کے وجود
سے صحاح ستہ کی عمارت قائم ہے ان میں سے اکثر حضرات آپ کے علم حدیث میں بالواسطہ یا بلاواسطہ شاگرد ہیں۔

علم حدیث میں امام عظیم کی تصنیف | متقدمین میں تصنیف و تالیف کے لئے آج کل کا مرد جب طریقہ معمول نہیں تھا بلکہ ان کی
تصانیف اہل کی تصانیف کی صورت میں ہوتی تھیں جن کو ان کے لائق اور قابل فہم

تلامذہ شیوخ کی تعلیم اور تدریس کے وقت تحریر میں لے آتے تھے اور پھر وہ تصانیف ان شیوخ کی طرف ہی منسوب کی جاتی تھیں چنانچہ
احکام الاحکام جو ابن دقیق العید کی تصنیف قرار دی جاتی ہے، اصل میں ان کی تصنیف نہیں ہے بلکہ انہوں نے اس کو اپنے تلمیذ رشید قاضی
اعلیٰ سے اٹھا کر لیا ہے۔ اسی طرح امام عظیم درس حدیث کے وقت جو احادیث بیان کرتے ان کے لائق اور قابل صد انتقاد تلامذہ قاضی ابویوسف
محمد بن شیبانی، زفر بن ہذیل اور حسن بن زیادہ ان روایات کو محدث اور اخیر نام کے صیغوں کے ساتھ قید تحریر میں لے آتے تھے۔

امام عظیم نے اپنی بیان کردہ احادیث کو اٹھا کر ان کے بعد اس مجموعہ کا نام کتاب الآثار رکھا، امام عظیم کے تلامذہ چونکہ کثیر التعداد
تھے اس لئے کتاب الآثار کے نسخے بھی بہت زیادہ ہو گئے لیکن مشہور نسخے چار ہیں (۱) کتاب الآثار بروایت امام ابو یوسف (۲) کتاب
الآثار بروایت امام محمد (۳) کتاب الآثار بروایت امام زفر (۴) کتاب الآثار بروایت حسن بن زیاد۔ لیکن ان تمام نسخوں میں سے
زیادہ مقبولیت اور شہرت امام محمد کے نسخہ کو حاصل ہوئی ہے۔

تاریخ کے معتد سادہ، متقین اہل نظر و علماء ربانیین، امام عظیم کی تصنیف حدیث کو سب ہی ملتے ہیں لیکن شہل صاحب امام عظیم کی
تصنیف کا صاف انکار کرتے ہیں لکھتے ہیں:

”جو لوگ امام صاحب کے سلسلہ کلمات میں تصنیف و تالیف کا وجود بھی ضروری سمجھتے ہیں وہ انہی منسلک بالاکتابوں (جن

میں کتاب الآثار بھی ہے) کو شہادت پیش کرتے ہیں لیکن انصاف یہ ہے کہ ان تصنیفات کو امام صاحب کی طرف منسوب

کرنا نہایت مشکل ہے۔“ (سیرۃ النعمان ص ۱۲۲)

عقائد، حدیث اور فقہ، ان تمام موضوعات پر امام عظیم کی تصانیف موجود ہیں، سر دست ان تمام موضوعات سے بحث ہمارے
مخبران سے خارج ہے اس لئے ہم صرف حدیث کے موضوع پر امام عظیم کی شرف آفاق تصنیف ”کتاب الآثار“ کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں

شعبل صاحب نے اس بارے میں صرف اتنا کہہ دیا ہے کہ اس کا انتساب امام عظیم کی طرف کرنا مشکل ہے لیکن اس انکار یا اشکال پر نہ تو انہوں نے کوئی تاریخی شہادت پیش کی ہے اور نہ ہی کوئی عقلی دلیل پیش کی ہے لہذا ہمارے لئے صرف یہی چارہ کار رہ گیا ہے کہ ہم ”کتاب الآثار“ کے ثبوت پر تاریخی شہادتیں جمع کر دیں۔

امام عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں :

روى الأثر عن نبل ثقات غزار العلم مشيخة حصيف

(ترجمہ) امام عظیم نے ”الآثار“ کو ثقہ اور معزز لوگوں سے روایت کیا ہے جو وسیع علم اور عمدہ مشائخ تھے۔

(مناقب موفق، ج ۲، ص ۱۹۱)

اور علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں :

والموجود من حديث أبي حنيفة موقوفاً اندا اور اس وقت امام عظیم کی احادیث میں سے

هو كتاب الآثار التي رواه محمد بن ”کتاب الآثار“ موجود ہے جسے محمد بن حسن نے

الحسن (تعليل المنفعة برجال الأئمة الأربعة) روایت کیا ہے۔

اور امام عبدالقادر شافعی امام یوسف بن قاضی ابو یوسف کے ترجمہ میں لکھتے ہیں :

روى كتاب الآثار عن أبي حنيفة وهو امام يوسف نے (اپنے والد ابو یوسف کے واسطے

سے، امام ابو حنیفہ سے کتاب الآثار کو روایت کیا ہے

جو کہ ایک ضخیم جلد ہے۔

(المواہب، ج ۲، ص ۲۵)

مسند امام عظیم | کتاب الآثار میں امام عظیم نے اپنے جن شیوخ سے احادیث کو روایت کیا ہے بعد میں لوگوں نے ہر بر شیخ کی

مرویات کو علیحدہ کر کے مسند کو ترتیب دیا۔ اس طرح امام عظیم کے ہر شیخ کی مرویات الگ الگ کتاب کی صورت

میں جمع ہو گئیں اور یہ ساری سند ابی حنیفہ کے نام سے مشہور ہو گئیں۔

قاضی ابو یوسف، امام محمد، ابو بکر احمد بن محمد، حافظ عمر بن حسن، حافظ ابو نعیم اصبہانی، حافظ ابو الحسن، حافظ ابو محمد عبداللہ اور امام

ابوالقاسم زبیر بن جہز غفرلہ نے امام عظیم کی مسند کو ترتیب دیا ہے۔

امام عبدالوہاب شوافعی مسند امام عظیم کو ان الفاظ سے خراج تحسین پیش کرتے ہیں :

وقدمنا الله على مطالعة مسانيد الامام الله تعالیٰ نے مجھ پر احسان کیا کہ میں نے امام عظیم کی

ابی حنیفہ الثلاثة فرأيت لا مروي حديثا مسند ثلاثہ کا مطالعہ کیا، پس میں نے دیکھا کہ امام عظیم

الا عن اخبار التابعين العدول الثقات الذين
 هم من خير القرون بشهادة رسول الله صلى
 الله عليه وسلم كالاسود وعنقمة وعطار
 وعكرمة ومجاهد ومكحول والحسن البصري
 واصلهم رضی اللہ عنہم اجمعین فكل الرواة
 الذين هم بين وبين رسول الله صلى الله
 عليه وسلم عدول ثقات اعلام اخبار ليس
 فيهم كذاب ولا متهم بكذب
 ثقة اور مصادق تابعین کے سوا کسی سے روایت نہیں
 کرتے جن کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر القرون
 ہونے کی شہادت دی جیسے اسود، عنقہ، عطار،
 عکرمہ، مجاہد، مکحول، اور حسن بصری وغیرہ
 پس امام عظیم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 کے درمیان تمام راوی عدول، ثقہ اور مشہور
 اخبار میں سے ہیں جن کی طرف کذب کی نسبت بھی
 نہیں کی جاسکتی اور نہ وہ کذاب ہیں۔

(میزان الشریعۃ الکبریٰ ج ۱، ص ۶۸)

قبول حدیث میں امام عظیم کی شرائط

روایت حدیث میں حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت
 عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم بہت زیادہ محتاط تھے، یہی وجہ ہے کہ

ان حضرات سے بہت کم حدیثیں روایت کی گئی ہیں اور قبول حدیث کے معاملہ میں بھی یہ حضرات بہت سخت تھے جب تک کسی حدیث
 پر اچھی طرح اطمینان نہ ہو جاتا اس وقت تک یہ لوگ کسی حدیث کو قبول نہیں کرتے تھے امام عظیم بھی اسی مکتب فکر سے متاثر اور اسی کے
 پیرو کا ستھے یہی وجہ ہے کہ آپ نے دوسرے محدثین کی طرح بے تحاشا روایت نہیں کی۔

امام عظیم نے احادیث کو قبول کرنے کے لئے بڑی بڑی شرطیں عائد کی ہیں اور اس سلسلہ میں جو اصول اور قواعد مقرر فرمائے ہیں وہ
 آپ کی دور رس نگاہ اور تفتقہ پر مبنی ہیں۔ یہ شروط اور قواعد باقاعدہ منضبط نہیں ہیں، علمائے احناف نے ان میں سے اکثر کو
 آپ کے بیان کردہ مسائل سے مستنبط کیا ہے، ہمیں مختلف کتابوں کے تتبع سے جس قدر قواعد حاصل ہو سکے انہیں پیش کر رہے ہیں
 ۱۔ امام عظیم ضبط کتاب کی بجائے ضبط مد کے قائل تھے اور صرف اسی راوی سے حدیث لیتے تھے جو اس روایت کا حافظ ہو، مقداد بن اسحاق،

۲۔ صحابہ اور فقہاء تابعین کے علاوہ اور کسی شخص کی روایت بالسنی کو قبول نہیں کرتے تھے (شرح مسند امام عظیم از علامہ قاضی)

۳۔ امام عظیم اس بات کو ضروری قرار دیتے تھے کہ صحابہ کرام سے روایت کرنے والے ایک یا دو شخص نہ ہو بلکہ اقلیہ کی ایک جماعت

نے صحابہ سے اس حدیث کو روایت کیا ہو (میزان الشریعۃ الکبریٰ)

۴۔ معروفہ زندگی سے متفق عام احکام میں امام ابو حنیفہ یہ ضروری قرار دیتے تھے کہ ان احکام کو ایک سے زیادہ صحابہ نے روایت

کیا ہو (الخیرات الحسان)

- ۵۔ جو بے عقل قطعی کے مخالف ہو (یعنی اس سے اسلام کے کسی مسلم اصول کی مخالفت لازم آتی ہو) وہ امام اعظم کے نزدیک مقبول نہیں ہے۔ (مقدمہ تاریخ ابن خلدون)
- ۶۔ جو حدیث خبر واحد ہو اور وہ قرآن کریم پر زیادتی یا اس کے عموم کو خاص کرتی ہو امام صاحب کے نزدیک وہ بھی مقبول نہیں ہے۔ (الخیرات الحسان)
- ۷۔ جو خبر واحد معتزک قرآن کے مخالف ہو وہ بھی مقبول نہیں ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح)
- ۸۔ جو خبر واحد سنت مشہورہ کے خلاف ہو وہ بھی مقبول نہیں ہے۔ (احکام القرآن)
- ۹۔ اگر راوی کا اپنا عمل اس کی روایت کے خلاف ہو تو وہ روایت مقبول نہیں ہوگی کیونکہ یہ مخالفت یا تو راوی میں طعن کا موجب ہوگی یا نسخہ کے سبب سے ہوگی۔ (نبراس)
- ۱۰۔ جب ایک مسئلہ میں صحیح اور محرم دو روایتیں ہوں تو امام اعظم محرم کے مقابلہ میں صحیح کو قبول نہیں کرتے۔ (عمدة القاری)
- ۱۱۔ ایک ہی واقعہ کے بارے میں اگر ایک راوی کسی امر زائد کی نفی کرے اور دوسرا اثبات تو اگر نفی دلیل پر مبنی نہ ہو تو نفی کی روایت قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ نفی کرنے والا واقعہ کو اصل حال پر محمول کر کے اپنے قیاس سے نفی کر رہا ہے اور اثبات کرنا میثاقہ سے امر زائد کی خبر دے رہا ہے۔ (حسامی)
- ۱۲۔ اگر ایک حدیث میں کوئی حکم عام ہو اور دوسری حدیث میں چند خاص چیزوں پر اس کے برخلاف حکم ہو تو امام اعظم حکم عام کے مقابلہ میں خاص کو قبول نہیں کرتے۔ (عمدة القاری)
- ۱۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح قول یا فعل کے خلاف اگر کسی ایک صحابی کا قول یا فعل ہو تو وہ مقبول نہیں ہے صحابی کے خلاف کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ اسے یہ حدیث نہیں پہنچی۔ (عمدة القاری)
- ۱۴۔ خبر واحد سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قول یا فعل ثابت ہو اور صحابہ کی ایک جماعت نے اس سے اختلاف کیا ہو تو آثار صحابہ پر عمل کیا جائے گا کیونکہ اس صورت میں یا تو وہ حدیث صحیح نہیں ہے اور یا وہ منسوخ ہو چکی ورنہ حضور کے صحیح اور معتزک زمان کے ہونے ہوئے صحابہ کرام کی جماعت اس کی کبھی مخالفت نہ کرتی۔ (الخیرات الحسان)
- ۱۵۔ ایک واقعہ کے مشابہہ کے بارے میں متعارض روایات ہوں تو اس شخص کی روایت کو قبول کیا جائے گا جہاں میں زیادہ قریب سے مشابہہ کرنے والا ہو۔ (فتح القدیر)
- ۱۶۔ اگر دو متعارض حدیثیں ایسی ہوں کہ ایک میں قلت و سائط سے ترجیح ہو اور دوسری میں کثرت تفقہ تو کثرت تفقہ کو قلت و سائط پر ترجیح دی جائے گی۔ (علامہ)

۱۷۔ کوئی مدیا کفار سے کے بیان میں وارد ہوا اور وہ صرف ایک صحابی سے مروی ہو تو قبول نہیں ہوگی کیونکہ حد و اور کفایت
شبہات سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ (انخیزات الحسان)

۱۸۔ جس حدیث میں بعض اسلاف پر طعن کیا گیا ہو وہ بھی مقبول نہیں ہے۔ (انخیزات الحسان)

امام عظم کے بیان کئے ہوئے بے شمار مسائل میں سے یہ چند اصول و قواعد کا استخراج بہت دور روایات کے قبول و رد
میں امام عظم کی تمام شروط کا احصاء کرنا بے حد مشکل ہے۔ بہر حال ان قواعد سے امام عظم کی جس عمیق نظر و بصارت فکر اور گہری تحقیق
کا پتہ چلتا ہے وہ اہل فہم پر مخفی نہیں ہے حقیقت یہ ہے کہ بعد میں آنے والے محدثین میں سے اکثر نے امام عظم کی شروط کی روشنی
میں روایات کو پرکھا ہے۔ اور اگر تعصب کو چھوڑ کر تمام محدثین امام عظم کی قائم کردہ شروط پر متفق ہو جاتے تو آج ہمارا ذخیرہ
احادیث مطہرہ اور موضوع روایات سے اصلاً بے غبار ہوتا۔

مخالفت حدیث کا الزام اور اس کی حقیقت بعض انتہا پسند حضرات امام عظم رضی اللہ عنہ پر بالکل یہ احادیث کی

مخالفت کا الزام عائد کرتے ہیں کہ وہ حدیث کے علی الرغم اپنی
رائے اور قیاس پر عمل کرتے تھے۔ ایسے ہی لوگ امام عظم رضی اللہ عنہ کو امام اہل الرائے کہتے ہیں۔ یہ بات تو ہم نشاۃ اللہ کسی اور موقع
پر بتائیں گے کہ اپنی رائے اور قیاس کے مقابلہ میں حدیث کو کون ترک کرتا ہے، مردست یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ امام عظم رضی اللہ عنہ
حدیث ضعیف کے مقابلہ میں بھی مزیح قیاس کو چھوڑ دیتے ہیں۔ چنانچہ علامہ الموقنین میں ابن قیم، ابن حزم ظاہری کے حوالہ سے
لکھتے ہیں کہ تمام احناف اس بات پر متفق ہیں کہ حدیث ضعیف کے مقابلہ میں قیاس کو چھوڑ دیا جائے گا۔ اور انخیزات الحسان میں
ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ اسی وجہ سے امام عظم راہبیل کو قیاس پر مقدم کرتے ہیں۔

عام مخالفین یہ کہتے ہیں کہ امام عظم نے بعض حدیثوں کی مخالفت کی ہے اور مزیح حدیث کے مقابلہ میں قیاس پر عمل کیا ہے۔
ایسی تمام احادیث پر گفتگو تو اس مختصر مقالہ میں بے حد مشکل ہے ہم چند ان احادیث کو بحث میں لارہے ہیں جن پر مخالفین زیادہ
زور دیتے ہیں۔

حدیث بیع مصراتہ عرب میں دواج تھا کہ آدمیوں کا دواج یعنی دن تک دودھ کرتے تاکہ اس کے خنوں میں دودھ

جمع ہوتا رہے اور بوقت فروخت زیادہ دودھ نکل سکے۔ ایسے جانور کو وہ لوگ مصراتہ کہتے تھے
خریدار زیادہ دودھ دیکھ کر اس جانور کو بڑی سے بڑی قیمت پر خرید کر لے جاتا لیکن بعد میں اس سے اتنا دودھ حاصل نہ ہوتا حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیع سے منع فرمادیا۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

بکریوں اور اونٹنیوں کے مخنوں میں دودھ جمع نہ کر دے جس شخص نے ایسی بکری یا اونٹنی کو خریدنا تو وہ دودھ دہنے کے بعد مختار ہے یا اسے اسی قیمت پر رکھ لے یا اس کو واپس کر دے اور استعمال شدہ دودھ کے عوض ایک صاع کھجوریں بھی دے۔

امام عظیم فرماتے ہیں کہ اس صورت میں خریدار اس جانور کو واپس نہیں کر سکتا البتہ دودھ کے سلسلہ میں اس سے جو دھوکہ کیا گیا ہے اس وجہ سے اس جانور کی قیمت بازار کے نرخ کے مطابق کم کی جائیگی اور باقی رقم وہ فروخت کنندہ سے واپس لے گا۔

امام عظیم کے اس حدیث پر عمل دیکھنے کے متعدد وجوہ ہیں۔ اولین وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث خبر واحدہ ہے اور مرتع قرآن کے خلاف ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے فمن اعتدى عليك فاعتدوا عليه بمثل ما اعتدى عليك جس کا مفاد یہ ہے کہ کسی شی کے بدلہ میں تمہارا کرنا جائز ہے اور صورت مذکورہ میں اگر ایک صاع کھجوریں مستعمل دودھ سے زیادہ ہوں تو فروخت کنندہ کی طرف سے تجاوز ہے اور اگر کم ہوں تو خریدار کی طرف سے۔

ثانیاً یہ حدیث سنت مشہورہ کے خلاف ہے۔ ترمذی میں ہے الخراج بالحنان جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تاوان بقدر ذمہ لیا جائے گا اور اس شکل میں جو تاوان لیا جا رہا ہے وہ بقدر ذمہ نہیں بلکہ اصل ذمہ سے کم یا زیادہ ہے۔ ثالثاً ابن القین نے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث مضطرب ہے۔ بعض روایات میں ایک صاع کھجوروں کا ذکر ہے، بعض میں ایک صاع طعام کا، بعض میں دودھ کی مثل دودھ کا اور بعض میں دودھ کے بدلے میں دگنے دودھ کا ذکر ہے۔ رابعاً عیسیٰ بن ابان نے کہا ہے کہ دودھ کے بدلہ میں کھجوریں بمنزلہ بدل قرض ہیں۔ ابتداء اسلام میں بدل قرض میں زیادتی جائز تھی بعد میں جب قرآن نے اباحت سوا کو منسوخ کر دیا تو اس حدیث کا حکم بھی منسوخ ہو گیا۔

بہر حال بیع مضارۃ کے سلسلہ میں امام عظیم نے جو کچھ فرمایا ہے وہ قرآن کریم اور احادیث مشہورہ کے مطابق ہے اور حضرت ابوہریرہ کی روایت یا منسوخ ہے اور یا مضطرب اور محمول ہونے کی وجہ سے متردک ہے۔

تازہ کھجوروں کی بیع چھوہاروں کے عوض | امام عظیم تازہ کھجوروں اور چھوہاروں کو ایک دوسرے کے عوض فروخت کرنا جائز قرار دیتے تھے لیکن حدیث شریف میں ہے کہ معنوصلی اللہ

علیہ وسلم نے تازہ کھجوروں کو خشک کھجوروں کے عوض فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اہل بغداد امام عظیم سے اس حدیث کی مخالفت کے سبب شاکی رہتے تھے۔ جب آپ بغداد گئے تو ان لوگوں نے اس سلسلہ میں آپ سے گفتگو کی آپ نے فرمایا بتاؤ تازہ کھجوریں چھوہاروں کی جنس سے ہیں یا نہیں؟ اگر وہ چھوہاروں کی جنس سے ہیں تو معنوصلی اللہ علیہ وسلم کی

حدیث مشہور التمس بالتمس (چھوڑ دوں کی بیچ چھوڑ دوں کے عوض ہاں ہے) کے تحت اسے جائز ہونا چاہئے۔ اور اگر وہ چھوڑ دوں کی جنس سے نہیں ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اذا اختلف النعمان فبیعوا کیف شئتم (جب جنس بدل جائے تو بطرح چاہو فروخت کرو) کے تحت اس بیع کو جائز ہونا چاہئے! اہل ہندو نے عاجز اگر وہ حدیث پیش کی جس میں تازہ کھجوروں کو خشک کھجوروں کے عوض فروخت کرنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے! امام غزالی نے فرمایا یہ حدیث زید بن عیاض پر موقوف ہے اور اس کی روایت نامقبول ہے۔

چار سے زیادہ ازواج کا مسئلہ اگر کسی کی چار سے زیادہ بیویاں ہوں تو امام صاحب فرماتے ہیں کہ اس کا پہلی چار

بیویوں سے نکاح صحیح ہے اور ان کے بعد جن عورتوں سے نکاح کیا ہے وہ باطل ہے، لیکن امام ترمذی کی روایت ہے کہ غیلان بن سلمہ ثقفی جب سلمان ہوئے تو ان کی دس بیویاں تھیں اور وہ سب ان کے ساتھ سلمان ہو گئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا کہ ان میں سے جن چار کو چاہو اختیار کر لو، چنانچہ کسا حاتا ہے کہ امام صاحب کا مسلک حدیث کے خلاف ہے۔

امام صاحب کی اس حدیث کو قبول نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ روایت قرآن کریم کے خلاف ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلاث وارباع، پس از روئے قرآن پہلی چار عورتوں سے نکاح جائز ہوا اور بعد کی عورتوں سے ناجائز، لہذا کوئی شخص پانچویں یا چھٹے درجہ کی بیوی کو اپنے پاس نہیں رکھ سکتا، اور حدیث شریف اس آیت کے نزول سے پہلے کے زمانہ پر مہمول ہے اور یا یہ اس شخص کی خصوصیت تھی اور یا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمومی اختیار سے غیلان بن سلمہ کو اس عام حکم سے مستثنیٰ کر دیا تھا۔

امام غزالی پر جن احادیث کی مخالفت کا حکم لگایا جاتا ہے ان سب کی یہی حقیقت ہے کہ چونکہ جن احادیث پر امام غزالی عمل نہیں کرتے وہ یا تو کسی فنی عیب کی بنا پر نامقبول ہوتی ہیں یا منسوخ ہوتی ہیں اور یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت پر مبنی ہوتی ہیں۔

روایات میں تطبیق فن حدیث میں امام غزالی کے کمالات میں سے ایک عظیم کمال یہ ہے کہ آپ مختلف اور متعارض روایات میں بکثرت تطبیق دیتے تھے اور مختلف اور متناقض روایات کو کامل اس طرح الگ الگ بیان کر دیتے تھے کہ فتنہ رسالت بکھر کر شگ آجاتا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے کون ایمان لایا تھا، اس بارے میں روایات مختلف ہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت ابو بکر، حضرت خدیجہ الکبریٰ اور حضرت علیؓ، میں ہر ایک کے بارے میں احادیث میں آتا ہے کہ وہ سب سے پہلے ایمان لائے تھے، اور ظاہر ہے کہ سب سے پہلے ایمان لانے والا ان میں سے ایک ہی ہو سکتا ہے۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ امام غزالی ابو حنیفہؒ سے پہلے شافعیؒ ہیں جنہوں نے ان متعارض روایات کو جمع کیا اور فرمایا، مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت ابو بکرؓ تھے، عورتوں میں سے حضرت خدیجہؓ اور بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت علیؓ تھے۔ (رضی اللہ عنہم)

سفر میں روزہ کے بارے میں بھی احادیث مختلف ہیں بعض میں مسافر کے لئے روزہ کو نیکی قرار دیا ہے اور بعض میں نیکی کے منافی اور بعض میں روزہ رکھنے نہ رکھنے کا اختیار دیا ہے۔ امام عظیم نے ان تمام روایات میں تطبیق دی ہے اور فرمایا اگر سفر آرام دہ ہو تو روزہ رکھنا یقیناً بہتر ہے اور اگر سفر میں مشقت ہو تو روزہ نہ رکھنا بہتر ہے اور اگر سفر معتدل ہو تو مسافر کو اختیار ہے، روزہ رکھے یا نہ رکھے۔

کُتے کے جھوٹے برتن میں بھی حضرت ابو ہریرہ سے مختلف روایتیں آئی ہیں بعض میں حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کُتے کے جھوٹے برتن کو سات مرتبہ دھونے کا حکم دیا ہے اور بعض میں کہتے ہیں کہ حضور نے تین بار دھونے کا حکم فرمایا ہے۔ امام عظیم دونوں حدیثوں پر عمل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تین بار دھونے کا حکم وجوب پر اور سات بار کا حکم استحباب پر معمول ہے۔

روایات میں فرق مراتب | امام عظیم ابو حنیفہ وہ واحد اور منفرد شخص ہیں جنہوں نے قرآن کریم اور احادیث طیبہ میں فرق مراتب کو ملحوظ رکھا، چنانچہ قرآن اور حدیث میں تعارض ہو تو حدیث کو چھوڑ دیتے

ہیں اور باہم روایات میں بھی متواتر مشہور اور فرد کے فرق کو قائم رکھتے ہیں پس تعارض کے وقت پہلے متواتر پھر مشہور اور پھر اس کے بعد فرد کو درجہ دیتے ہیں، اور حدیث فرد اگرچہ ضعیف بھی ہو پھر بھی اس کو قیاس پر مقدم رکھتے ہیں۔

حرفِ آخر

امام عظیم نے حدیث کی تمام انواع و اقسام پر اجتہادی نوعیت سے کام کیا ہے، بصیرت افروز راہنما اصول قائم کئے ہیں اور محض روایتی انداز سے سماع حدیث کرنے والوں کو عقل و آگاہی کی روشنی دی ہے، ان کے حلقہٴ درس میں شریک ہو کر نہ جانے کتنے افراد دنیا کے علم و فضل میں اُمَر ہو گئے۔ ان کے تلامذہ کی عظمت کا بھی یہ عالم تھا کہ انہوں نے ذروں کو اٹھایا تو رشک ہٹا بنا دیا، یہ حنفی سلسلہ کی کڑیاں تھیں جو احادیث رسول سے قرناً فقرناً ائمہ و مشائخ کے سببوں کو منور کرتی چلی گئیں، سلام ہو اس امام پر جس نے جملہ تاتے چراغوں کو سوچ کی توانائیاں بخشیں آفرین ہو اس کی فکر صائب پر جس نے اسلامی علوم کو رعنائیاں دیں۔ آج دینی علوم کے تمام شعبوں میں انہیں کے فیض کے دھارے بہہ رہے ہیں، جب تک علم کا یہ سلسلہ چلتا رہے گا جب تک درس گاہوں میں فقہ و حدیث کا چرچا رہے گا زمانہ ابو حنیفہ کو سلام کرتا رہے گا۔

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه)



ملتِ اسلامیہ کی کامیابی کا راز کتاب و سنت کی پیروی میں مضمر ہے لیکن احکامِ شریعت کا استنباط ہر کس و ناکس کا کام نہیں ورز فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون (الایہ) سے اہل علم کی طرف رجوع کا حکم نہ دیا جاتا، ائمہ مجتہدین کی پیروی اور تقلید کا باعث یہی ہے کہ وہ قرآن و حدیث کے اسرار و غوامض سے باخبر تھے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوت اجتہاد سے کام لیکر مسالکی و احکام کی وضاحت کی اور اہل اسلام کے لئے اتباعِ شریعت کا راستہ آسان کر دیا، کوئی مسلمان بھی یہ تصور نہیں کر سکتا کہ ہم جن کی تقلید کرتے ہیں انہوں نے کچھ احکام قرآن و حدیث کے مقابل اختراع کئے اور امت مسلمہ نے انہیں خوش دلی سے قبول کیا۔ غیر مقلدین اس مسئلہ حقیقت سے غماض کر کے آئے دن مقلدین پر طعن و تشنیع کے تیر برساتے رہتے ہیں حالانکہ اگر وہ نظراً انصاف سے دیکھیں تو انہیں اعتراف کرنا پڑے گا کہ علماء مقلدین سے انحراف کر کے وہ امور دینیہ اور مسالکِ علمیہ میں دو قدم بھی نہیں چل سکتے۔

یوں تو قرونِ سابقہ میں کثیر التعداد مجتہد ہوئے مثلاً ائمہ اربعہ کے علاوہ سفیان ثوری، امام ابواللیث، امام عیسیٰ، امام شعبی، امام عبدالرحمن او زاعی، امام سفیان بن عیینہ اور امام اسحق وغیرہم (قدست اسواہم) لیکن یہ شرف صرف ائمہ اربعہ کے حصہ میں آیا کہ ان کے مذاہب مدون طور پر اب تک موجود ہیں اور ان کے متبعین اکنافِ عالم میں کسی نہ کسی جگہ پائے جاتے ہیں اسی لئے اہل علم نے فرقہ ناجیہ اہل سنت کو اس دور میں مذاہبِ اربعہ میں منحصر قرار دیا ہے۔ علامہ احمد رضاوی فرماتے ہیں :

هذه الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم في
 اهل سنت كاجمعيه گروه اس وقت چار مذہبوں
 مذاہب اربعہ وہم الخنفیون والمالکیون والشافعیون
 میں مجتمع ہے حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی۔ اللہ

والجہلین رحمہ اللہ تعالیٰ ومن کان خارجاً عن
 هذه الأربعة ف هذا الزمان فهو
 من اهل النار والبدعة سہ
 تعالیٰ ان مذہب والوں پر رحمت فرمائے ، اس
 زمانے میں جو شخص ان چار مذہبوں سے باہر ہو وہ
 بدعتی اور جہنمی ہے ۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رقمطراز ہیں :

اعلم ان الاخذ بهذه المذاهب الاربعة مصلحة
 عظيمة وفي الامراض عنها كلها مفسدة كبيرة
 مذہب اربعہ کے اختیار کرنے میں عظیم فائدہ ہے
 اور ان کے ترک کر دینے میں بہت بڑا فساد ہے ۔

اس سے ائمہ اربعہ کی جلالت شان کا پتہ چلتا ہے کہ نہ صرف وہ خود حق پر تھے بلکہ ان کا پیرو ہونا اہل حق کی علامت قرار
 دیا ہے تاہم امام الاممہ سراج الامم امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت تمام ائمہ میں ارفع و اعلیٰ مقام رکھتی ہے ، انصاف
 پسند حضرات نے شرح صدر کے ساتھ آپ کی عظمت و جلالت کا اعتراف کیا ہے مثلاً :

• بخدا ! میں نے ان جیسا کوئی نہیں دیکھا ، اگر وہ دعویٰ کرتے کہ یستون سونے کا ہے تو عقلی دلیل
 سے اسے ثابت کر دکھاتے ۔
 (امام مالک)

• تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کے محتاج ہیں ۔
 (امام شافعی)

• امام ابوحنیفہ زہد و تقویٰ اور اختیار آخرت میں ایسے مقام پر فائز تھے جسے کوئی دوسرا حاصل
 نہیں کر سکتا ۔
 (امام احمد)

• امام ابوحنیفہ وہ روشن ستارہ ہیں جس سے رات کا راہرو ہدایت پاتا ہے اور ایسا علم ہیں جسے ایمانداروں
 کے دل قبول کرتے ہیں ۔
 (امام داد دطائی)

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ متعدد وجوہ سے دیگر ائمہ مجتہدین پر فضیلت و شرافت رکھتے ہیں ، ذیل میں بعض
 وجوہ پیش کی جاتی ہیں :-

(۱) نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے واضح الفاظ میں آپ کی بشارت دی اور فرمایا :

سہ احمد رضا بریلوی ، امام : افضل المومنین (طبع حزب الاحناف لاہور) ص ۲۳ (بحوالہ حاشیہ در مختار للعلامہ الطحاوی)

سہ ولی اللہ محدث دہلوی ، شاہ : عقد الجید (طبع مکتبائی ، دہلی ، ۱۳۴۴ء) ، ص ۳۱

سہ ابن حجر مکی شامی ، امام : الخیرات الحسان ، عربی (مطبوعہ رضوی کتب خانہ لاہور) ، ص ۴۲ ، ۴۸

لو كان العلم عند الذی بالذهب به رجل اگر دین ثریا کے پاس ہوتا تو (ملک) فارس
من فارس له کا ایک مرد اسے حاصل کر لیتا۔

امام جلال الدین سیوطی یہ روایت الفاظ مختلفہ سے بیان کر کے فرماتے ہیں :

فهذا اصل صحيح يعتمد عليه في البشارة و بشارت و نصیحت کے سلسلے میں یہ حدیث مستند علیہ ہے
الفضيلة نظير الحديثين الذين في الامم ان دو حدیثوں کی طرح جو امام مالک اور امام شافعی
و يستغنى به عن الخبر الموضوع له کے بارے میں ہیں، اس کے ہوتے ہوئے کسی موضوع

روایت کی ضرورت نہیں۔

علامہ سیوطی کے شاگرد علامہ شافعی (اصحاب سیرت) فرماتے ہیں کہ شیخ کا یہ فرمانا بلا شک و شبہ صحیح ہے کہ اس حدیث کا
اشارہ امام اعظم کی طرف ہے کیونکہ اہل فارس میں سے کوئی بھی ان کے مبلغ علم کو نہیں پہنچ سکا۔

ایک دوسری حدیث میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ترفع زينة الدنيا سنة خمسين ومائة . منہلہ میں دنیا کی زینت اٹھالہائی برسے گی۔

امام شمس الاممہ انکروری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر محمول ہے کیونکہ آپ کی وفات اسی
سن میں ہوئی۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حدیث شریف میں امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بشارت ہے :

يوشك ان يضرب الناس اكباد الابل قریب ہے کہ لوگ طلبِ علم میں اونٹوں کو مشقت

يطلبون العلم فلا يجدون احدا اعظم میں مبتلا کریں گے تو انہیں "عالمِ مدینہ" سے بڑا

من عالم المدينة . عالم کوئی نہ ملے گا۔

۱۔ مسلم بن الحجاج القشیری ، امام ، صحیح مسلم ، جلد ۲ ، ص ۳۱۲

۲۔ جلال الدین سیوطی ، امام ، تبیيض الصغیر (مطبوعہ حیدرآباد دکن) ، ص ۲

۳۔ ابن عابدین ، الشافعی ، عللہ ، رد المحتار ، جلد ۱ ، ص ۹۴

۴۔ ابن جریر مکی شافعی ، امام ، الخیرات الحسان ، عربی ، ص ۲۱

۵۔ جلال الدین سیوطی ، امام ، تبیيض الصغیر ، ص ۳

اسی طرح امام شافعی قدس سرہ کے بارے میں یہ بشارت وارد ہے :
 لا تستبرأ قريشا فان عالمها يملأ قريش كوكالي نه دو کیونکہ ان کا ایک عالم زمین
 الارض علما۔ لے کو علم سے بھر دے گا۔

امام مالک اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یعتب شان سے کوئی ہاموش انکار نہیں کر سکتا اور اس میں
 بھی شک نہیں کہ یہ حدیثیں ان حضرات پر محمول ہو سکتی ہیں لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ حدیثیں کسی اور پر محمول نہیں ہو سکتیں
 کیونکہ مدینہ طیبہ میں بڑے بڑے یگانہ روزگار فہما ہوئے ہیں۔ پہلی حدیث ان پر بھی محمول ہو سکتی ہے اسی طرح دوسری
 حدیث کا مصداق سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرار دیا جاسکتا ہے بلکہ وہ اس کے زیادہ حقدار
 ہیں کیونکہ وہ عالم امت اور ترجمان قرآن ہیں برعکس ان احادیث کے جو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ذکر
 کی گئی ہیں ان کا محل سوائے امام اعظم کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ بے شک یہ امام اعظم کی بہت بڑی فضیلت ہے۔

۲۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ متعدد صحابہ کرام کی زیارت سے مشرف ہوئے اس لئے آپ زمرہ تابعین میں شمار
 ہوتے ہیں، یہ فضیلت آپ کے معاصرین میں سے کسی کو بھی حاصل نہیں ہوئی۔ حدیث شریف کے حکم کے مطابق نہ صرف
 آپ کے لئے بلکہ آپ کی زیارت کرنے والے مسلمانوں کے لئے بھی بشارت ہے اور آپ کو خیر القرون (بہترین زمانے)
 میں ہونے کا شرف حاصل ہے حضرت عبداللہ بن بسر راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :
 " خوشخبری ہے اس شخص کے لئے جس نے میری زیارت کی اور مجھ پر ایمان لایا، خوشخبری ہے،
 میرے صحابہ اور تابعین کی زیارت کرنے والے ایمانداروں کے لئے، ان سب کے لئے
 بشارت اور حسن انجام ہے۔" لے

ایک دوسری روایت میں ہے :

خیر امتی القرن الذی بعثت فیہ شر
 الذین یلوئہم شر الذین یلوئہم
 میری امت کے سب سے بہتر افراد وہ ہیں جو
 میرے زمانہ بعثت میں ہیں (یعنی صحابہ کرام)
 پھر ان کے بعد واسے (تابعین) پھر ان کے بعد
 (تبع تابعین) لے

لے جلال الدین السیوطی، امام، تبیین الصیغہ، ص ۳
 لے ابن حجر مکی، امام، الصواعق المحرقة، ص ۶ (بحوالہ طبرانی وحاکم)
 لے ایضاً : ص ۶ (بحوالہ مسلم شریف)

۳۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اساتذہ کی تعداد صرف تابعین میں سے چار ہزار تک پہنچتی ہے جبکہ فنِ حدیث کے مشہور ائمہ میں سے کسی کے اساتذہ اتنے نہیں ہوئے۔ اس سے حضرت امام کے وفورِ علم اور احادیثِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے والہانہ محبت کا پتہ چلتا ہے۔ ایسے امامِ جلیل الشان کے بارے میں یہ بات کبھی بھی تسلیم نہیں کی جاسکتی کہ ان کا ذخیرہ معلومات صرف سترہ احادیث میں منحصر تھا۔ علامہ ذہبی نے حفاظِ حدیث میں آپ کا ذکر کر کے ایسے شبہات کو بالکل ختم کر دیا ہے۔ ۱

۴۔ امام ابوحنیفہ کے دریائے علم سے سیراب ہو کر ان گنت علماء دین کے مقتدا بنے۔ ائمہ اسلام میں سے کسی کے شاگرد آپ کے برابر نہیں ہوئے۔ ائمہ اربعہ میں سے باقی تین امام آپ کے فیض یافتہ ہیں۔ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ براہِ راست آپ کے شاگرد ہیں، اسی لئے امام مالک آپ کی حد درجہ تعظیم کرتے تھے، امام اعظم تشریف لائے تو انہیں بلند جگہ بٹھائے۔ اکثر اوقات ان کی جستجو میں ہتے اور انہیں اختیار کرتے تھے اسی لئے حضرت امام کا مذہب حنفی مذہب سے زیادہ فریب ہے۔

امام شافعی، امام محمد کے واسطے سے امام اعظم کے فیض یافتہ ہیں، اسی لئے فرماتے ہیں :
 ”جو شخص فقہ کا طالب ہو اسے امام ابوحنیفہ کے تلامذہ سے وابستہ ہو جانا چاہئے کیونکہ ان کے لئے معافی آسان کر دی گئی ہے، بخدا! میں امام محمد بن حسن کی کتابوں سے ہی فقیہ بنا ہوں“ ۲

نیز یہ بھی فرمایا :

”اگر یہود و نصاریٰ امام محمد بن حسن شیبانی کی تصانیف کو دیکھ لیتے تو بے اختیار ایمان لے آتے“ ۳

۱۔ الذہبی، علامہ : تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۶۸ (مطبوعہ بیروت)

۲۔ ابن حجر مکی شافعی، امام : الخیرات الحسان، عربی (طبع لاہور)، ص ۳۴

۳۔ ایضاً : ص ۸

۴۔ ایضاً : ص ۴۲

۵۔ فقیر محمد حبیبی مولانا : السیف الصامد لکنر شان الامام الاعظم، ص ۱۸ (بجواز کتاب المناقب للعلامہ موفق بن احمد مکی، ج ۲، ص ۲۲)

۶۔ محمد علاؤ الدین محسنی، علامہ : در مختار برہامش رد المحتار، ج ۱، ص ۴۸

۷۔ عبد العزیز پر بادوی، علامہ : کوثر النبی، ج ۱، ص ۵۴ (طبع مئتان)

امام احمد بن حنبل تمام شافعی کے شاگرد ہیں اسی لحاظ سے وہ بھی امام اعظم کے سلسلہ تلامذہ میں منسلک ہیں، اسی طرح احمد بن حنبل یہاں تک کہ مسنین صحاح ستہ بھی آپ کے سلسلہ تلامذہ کی صف میں شامل ہیں۔

۵۔ مذہب حنفی روایت و روایت کے اعتبار سے مستحکم ہونے کی وجہ سے اکناف عالم میں تمام مذاہب سے زیادہ مقبول ہے بلکہ بعض علاقوں میں تو آپ کے مذہب کے علاوہ اور کوئی مذہب معروف نہیں ہے مثلاً بلادِ روم، پاک و ہند، ماوراء النہر اور سمرقند وغیرہ۔^۱ علامہ انشاء اللہ العزیز قیامت تک آپ کے متبعین باقی رہیں گے اور بڑھتے رہیں گے۔ علامہ عبدالوہاب شرعانی فرماتے ہیں:-

”وہ امام اعظم ہیں، تمام مذاہب کے اختتام تک ان کی پیروی کی جائے گی جیسا کہ بعض مہم کشف وائے بزرگوں نے مجھے بتایا، وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ آپ کے متبعین میں اضافہ ہوتا جائے گا۔“^۲ علامہ قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”امام اعظم کے اتباع تمام ائمہ سے زیادہ ہیں جس طرح نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متبعین تمام انبیاء سے زیادہ ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت اہل جنت میں دو تہائی ہوگی اور حنفی اہل ایمان میں دو تہائی ہوں گے۔“^۳

۶۔ آپ کا مذہب تنہا آپ کے اجتہاد کا اور غور و فکر کا نتیجہ نہیں بلکہ حدیث، تفسیر، لسانِ عربی، فقہ، تصوف اور قیاس و اجتہاد کے مادرِ روزگار ماہرین کی مشترکہ کاوشوں کا پھول ہے۔ دوسرے مذاہب ائمہ مجتہدین کی انفرادی کوششوں کا حاصل ہیں۔ علامہ شرعانی فتاویٰ سراجیہ کے حوالے سے فرماتے ہیں:

”امام ابو حنیفہ کے برابر کسی اور کے تلامذہ نہیں ہوئے، آپ نے اپنے مذہب کی بنا اجتماعی مشورے پر رکھی آپ نے انفرادی طور پر مسائل حل نہیں کئے بلکہ ایک ایک مسئلہ اپنے اصحاب پر پیش فرماتے اور اس پر ان سے گفتگو فرماتے، یہاں تک کہ کوئی ایک قول طے پا جاتا تو اسے امام ابو یوسف لکھ لیتے۔ آپ نے خداداد

^۱ علامہ قاری، علامہ: مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ج ۱، ص ۲۲

^۲ علامہ ابن عابدین الشامی، علامہ: رد المحتار، ج ۱، ص ۵۲

^۳ علامہ عبدالوہاب الشرعانی، علامہ: المیزان الکبیر، ج ۱، ص ۴۴

^۴ علامہ قاری، علامہ: مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ج ۱، ص ۲۴

ہم سے ایسے مسائل حل کئے جن سے اذکیار عاجز تھے۔ ۱۷

ایسے ہی تاثرات کا اظہار حضرت شفیق بلخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا۔ حضرت دکیع بن جراح کے سامنے کسی نے کہا کہ ابو حنیفہ نے خطا کی، انہوں نے فرمایا، وہ کیسے خطا کر سکتے ہیں جب کہ ان کے حلقہ میں امام ابو یوسف، زفر اور محمد جیسے مجتہد، امام عیسیٰ بن زکریا جعفی، حبان اور مندل ایسے حفاظ حدیث، امام قاسم ایسے لغت عربی کے ماہر اور حضرت داؤد ہائی اور فضیل عسب من ایسے اقلیاء موجود ہوں؟ ایسا شخص غلطی نہیں کرے گا اور اگر کہیں غلطی ہوئی بھی تو یہ حضرات انہیں راہ حق کی طرف پھیر دیں گے۔ ۱۸

۷۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے مسائل شریعت کو ابواب و کتب کی صورت میں مرتب کیا۔ اس سے پہلے صحابہ کرام اپنے حفظ پر اعتماد فرماتے تھے اس لئے انہیں ابواب و کتب مرتب کرنے کی ضرورت پیش نہ آئی۔ امام اعظم نے محسوس کیا کہ اگر مسائل شریعت کی تدوین نہ کی گئی تو علم کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے اس لئے آپ نے اس اہم کام پر پوری توجہ صرف کی، امام مالک نے مؤطا کی ترتیب میں آپ ہی کی پیروی کی ہے، علامہ شعرانی فرماتے ہیں:

ومذهب اول المذاهب تدوینا و آپ کا مذہب تدوین میں سب سے پہلے اختتام
اخرها انقراضا قال بعض اهل میں سب سے بعد ہے، جیسا کہ بعض اہل کشف
الکشف۔ ۱۹

۸۔ مذہب حنفی کے اصول اجتہاد و استنباط کتاب و سنت کے بہت زیادہ مطابق اور اصولِ درایت سے حد درجہ ہم آہنگ ہیں اور کیوں نہ ہو جبکہ امام اعظم پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاص نگاہِ عنایت تھی، حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ العزیز حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزارِ انور کے قریب خواب میں سرورِ دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں اور کیا دیکھتے ہیں کہ حضورِ ایک مہرِ بزرگ کو بچوں کی طرح پہلو میں اٹھائے ہوئے ہیں حضرت داتا گنج بخش تعجب ہوا کہ یہ کون بزرگ ہیں جنہیں بارگاہِ رسالت میں اتنا قرب حاصل ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

۱۷ عبد الوہاب الشعرانی، امام : المیزان الکبریٰ، ج ۱، ص ۵۹

۱۸ ایضاً : ص ۷۱

۱۹ فضل رسول قادری، مولانا شاہ : سیف الجبار (طبع مکتبہ رضویہ، لاہور) ص ۵۲

۲۰ جلال الدین سیوطی، امام : تبیض الصغیر، ص ۳۶

۲۱ عبد الوہاب الشعرانی، امام : المیزان الکبریٰ، ج ۱، ص ۶۳

” یہ تیرا اور تیرے شہر والوں کا امام (ابو حنیفہ) ہے “ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت داتا گنج بخش فرماتے ہیں کہ مجھے اس خواب سے حقیقت منکشف ہوئی کہ امام اعظم فانی الصفات اور فانی الرسول ہیں اور چونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطا نہیں ہو سکتی لہذا جسے آپ کی ذات اقدس میں فنا کا مقام حاصل ہو گا وہ بھی خطا سے محفوظ ہوگا، اگر امام اعظم خود چیتے تو خطا کا احتمال ہوتا، لہ

اللہ تعالیٰ نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دقت نظر سے حفظ وافر عطا فرمایا تھا۔ مابستعمل کے بارے میں آپ کے تین قول ہیں (۱) نجس غلیظ (۲) نجس خفیف (۳) طاہر غیر مسطر۔ حضرت علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان اقوال کا محل یوں بیان کیا ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ ومنور کے پانی میں زائل ہونے والے گناہوں کو دیکھ لیتے تھے لہذا اگر ومنور کرنے والے نے گناہ کبیرہ کیا ہے تو پانی نجس غلیظ اور اگر گناہ صغیرہ ارتکاب کیا ہے تو پانی نجس خفیف، اور اگر مکروہ تنزیہی کا ارتکاب کیا ہے تو پانی طاہر غیر مسطر ہوگا۔

حضرت علی خواص فرماتے ہیں :

مدارك الامام ابو حنیفۃ دقیقۃ لا یکاد یطلم امام ابو حنیفہ کے مسائل ایسے دقیق ہیں کہ جنہیں کابر

علیہا الاہل الکشف من اکابر الاولیاء لہ اہل کشف ادیا رہی جان سکتے ہیں۔

امام اعظم کے اصول و قواعد دیگر ائمہ کی نسبت عقل و نقل کے زیادہ موافق ہیں، ذیل میں چند مثالوں سے اس مدعا کی وضاحت کی جاتی ہے :

اصول فقہ کی اصطلاح میں خاص ”وہ لفظ ہے جو ذات معلوم اور وصف معلوم کے لئے افراد کا اعتبار کے بغیر معین کیا گیا ہو، جیسے رُجُل۔ مخاطب اگر عربی زبان سے واقف ہے تو وہ سمجھ لے گا کہ اس کا معنی ”مرد“ ہے جس میں تعدد کا اعتبار نہیں ہے۔ اسی طرح لفظ ”ثلاثہ“ خاص ہے جس کی وضع عدد معین کے لئے کی گئی ہے، احناف کا قاعدہ ہے کہ خاص اپنے مدلول کو شامل ہونے میں قسمی ہے، اس میں غیر کا احتمال باقی نہیں رہتا، مثلاً زُیْدٌ عَالِمٌ میں زید لفظ خاص ہے، اس میں غیر کا احتمال نہیں ہو سکتا اور اس کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ خالد عالم ہے۔

لہ علی الجوری، داتا گنج بخش، رسید : کشف المحجوب (اردو ترجمہ از مولانا ابوالحسنات، طبع لاہور) ص ۲۱۶

لہ عبدالوہاب الشعرانی، امام : المیزان الکبریٰ، ج ۱، ص ۶۳

حضرات شافعیہ فرماتے ہیں کہ لفظِ خاص کا اپنے مدلول کو شامل ہونا قطعی نہیں ظنی ہے کیونکہ ممکن ہے کہ لفظِ خاص کا معنی حقیقی (جس کے لئے لفظ معین کیا گیا ہے) مراد نہ ہو بلکہ معنی مجازی مراد ہو، احناف نے جواب دیا کہ اگر دلیل سے ثابت ہو جائے کہ لفظِ خاص کا معنی حقیقی مراد نہیں ہے تو بے شک معنی مجازی مراد ہوگا، اور اگر ایسی دلیل نہ پائی جائے تو معنی حقیقی کے قطعی طور پر متعین اور مراد ہونے سے نہیں روک سکتا، اس کی مثال یوں ہے کہ کوئی شخص حبکی ہوئی دیوار کے پاس کھڑا ہو تو اسے کہا جاسکتا ہے۔ یہاں سے ہٹ جاؤ، ہو سکتا ہے دیوار گر جائے۔ دیوار کا جھکاؤ اس احتمال کی دلیل ہے مگر صحیح سالم اور سیدھی دیوار کے پاس کھڑا ہونے والے کو یہی بات کہنا کسی طرح بھی درست نہیں کیونکہ اس وقت دیوار کے گرنے کا احتمال بلا دلیل ہے، اس طرح لفظِ خاص سے معنی مجازی مراد ہونے کا احتمال بلا دلیل ہے لہذا قابل قبول نہ ہوگا اور معنی حقیقی یقیناً متعین ہوگا۔

جب یہ واضح ہو گیا کہ لفظِ خاص اپنے معنی کو قطعی طور پر شامل ہوتا ہے تو اگر قیاس یا خبر واحد کتاب اللہ کے خاص کے مقابلے میں آجائے تو دو ہی صورتیں ہیں (۱) خاص میں تغیر و تبدل کے بغیر دونوں میں تطبیق ہو سکے تو دونوں پر عمل کیا جائے گا۔ (۲) ان میں اس طور پر تطبیق نہ ہو سکے تو صرف کتاب اللہ کے خاص پر عمل کیا جائے گا۔

ارشادِ ربانی ہے وَالْمُطَلَّاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ (الایۃ) قرو جمع قرء کی اور قرء حیض اور طہر حیض سے پاک ہونا، دونوں معنوں کے لئے آتا ہے۔ احناف کے نزدیک اس سے مراد حیض ہے۔ آیت کا معنی یہ ہوگا کہ طلاق والی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک (کسی اور سے نکاح کرنے سے) روک رکھیں، شافعیہ کے نزدیک اس سے مراد طہر ہے کیونکہ اگر قرء سے مراد حیض ہر تو چونکہ حیض کلام عرب میں مؤنث استعمال ہوتا ہے اور قواعد عربیہ کے مطابق مؤنث کے لئے تین سے دس تک کے اعداد تار کے بغیر آتے ہیں اس لئے ثلاث قرو رکنا چاہئے تھا۔ ثلاثہ قرو تار کے ساتھ اس امر کی دلیل ہے کہ قرو سے مراد طہر ہیں اس لئے کہ طہر مذکر ہے اور مذکر کے لئے تین سے دس تک کے اعداد تار کے ساتھ لئے جاتے ہیں۔ احناف کا کہنا ہے کہ ثلاثہ کا لفظ خاص ہے جو اپنے معنی کو قطعی طور پر شامل ہے لہذا اگر قرو سے مراد حیض ہوں تو ثلاثہ کا مدلول بلاشبہ ثابت ہو جائے گا کیونکہ طلاق کے بعد پورے تین حیض گزرنے سے عورت کی عدت ختم ہو جائے گی۔ اور اگر قرو سے مراد طہر ہوں تو ثلاثہ کا مدلول ثابت نہیں ہو سکے گا کیونکہ شرعی طور پر طلاق طہر میں دی جاتی ہے۔ اس طہر کے بعد دو اور طہر گزریں گے تو عدت ختم ہو جائے گی حالانکہ طلاق کے بعد پورے تین طہر نہیں گزرے بلکہ دو طہر کامل اور ایک طہر نامکمل جس میں طلاق دی گئی اور اس کا کچھ حصہ پہلے گزر چکا تھا، کے گزرنے سے عدت ختم ہو گئی۔ اس صورت میں ثلاثہ ایسے لفظ خاص کا مدلول برقرار نہیں رہتا اس لئے قرو سے مراد حیض ہیں نہ کہ طہر۔

اس تقریر سے حضرات شافعیہ کے استدلال کا جواب اگلی کیونکہ انہوں نے کتاب اللہ کے فہم کے مقابل قیاس لغوی پیش کیا ہے اور ان کے درمیان تطبیق نہیں ہو سکتی لہذا یہ قیاس غیر مقبول ہوگا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ فقط قروہ مذکور ہے اگرچہ اس سے مراد عین ہی ہو کیونکہ لفظ حیض کے مؤنث ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس معنی کے لئے جو لفظ بھی استعمال کیا جائے وہ مؤنث ہی ہو اور جب قروہ بمعنی حیض مذکور ہوا تو اس کے لئے ثلاثہ تار کے ساتھ لانا درست ہوگا۔ دیکھئے لفظ بُرْ بَعْنِ حُضْطٌ (گنیم) ہے۔ اب حفظہ کے مؤنث ہونے سے بُرْ کا مؤنث ہونا لازم نہیں آتا بلکہ وہ مذکور ہی ہے۔ لہ

قروہ حیض مراد لینا اس اعتبار سے بھی راجح ہے کہ عدت اس لئے مقرر کی جاتی ہے کہ رحم کا حمل سے غلی ہو جانا معلوم ہو جائے اور اس کے لئے حیض علامت ہے نہ کہ طہر کیونکہ حمل کی صورت میں حیض نہیں آتا۔ نیز اصناف کی یہ رائے حدیث پاک کے بھی موافق ہے۔ امام ترمذی، ابو داؤد اور ابن ماجہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

حِلَاقُ الْأُمَّةِ تَطْلِيقَتَانِ وَقَرْعَا كِنِيزُكِ طَلَقَيْنِ دَوْمِيْنِ اَدْرَقَر (عدت) دَوْمِيْنِ حِیْضَتَانِ ۔

ظاہر ہے کہ کنیز ہونے کی وجہ سے آزاد عورت کی نسبت کنیز کی عدت کی تضعیف ہوگی، اس طرح نہیں ہوگا کہ آزاد کی عدت طہر سے ہو اور کنیز کی حیض سے، اس حدیث سے کتاب اللہ کے مشترک لفظ قروہ کا ایک معنی (حیض) متعین ہو جاتا ہے۔ (اس بیان سے یہ بات کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ فقہ حنفی میں قیاس کو کتاب و سنت پر ہرگز ترجیح نہیں دی جاتی۔ قیاس اس وقت کیا جاتا ہے جب کوئی حکم کتاب و سنت اور اجماع امت میں صراحت نہ مل سکے۔ اصول فقہ کی کتب میں تصریح موجود ہے کہ قیاس اس وقت صحیح ہے جب نص کے مقابل نہ ہو، نص کے کسی حکم کو تبدیل نہ کرے اور فرع (وہ جزئی جس میں قیاس سے حکم معلوم کیا گیا ہے) میں نص کا حکم موجود نہ ہو، ایسی صورت میں قیاس کرنے کو بارگاہ رسالت سے مندر تا مبدل چکی ہے چنانچہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مین بھیجا تو فرمایا "اے معاذ! تم کس چیز سے فیصلہ کرو گے؟" عرض کیا کتاب اللہ سے، فرمایا، اگر تمہیں کتاب اللہ میں حکم نہ ملے؛ عرض کیا پھر سنت رسول اللہ سے، فرمایا، اگر تمہیں اس میں بھی نہ مل سکے؛ عرض کیا، پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ تو حضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا :

لے فصول الحواشی لاصول الشاشی ، مطبوعہ افغانستان ، ص ۱۳ ، ۲۱

لے حواشی مدایہ ، ج ۲ ، مطبوعہ مطبع مجیدی، کانپور ، ص ۳۳۰

” اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اپنے رسول کے فرستادہ کو پسندیدہ چیز کی توفیق بخشی“۔

بعض لوگ ناواقف کی بنا پر یا بغض و عناد کے سبب کہہ دیا کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ نے کتاب و سنت کے مقابل اور مخالف قیاس سے کام لیا ہے، یہ ایسا اعتراض ہے جسے حق و صداقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ اس شبیہ کا جواب خود حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دے دیا تھا مگر بڑا ہوتے تعصب کا جو پھر بھی قبول حق پر رضا مند ہونے نہیں دیتا۔ ہوا یوں کہ مدیر تعلیم میں حضرت محمد بن حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دوران ملاقات امام اعظم سے پوچھا کہ آپ وہ ہیں جو میرے جد امجد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث کے خلاف قیاس کرتے ہیں۔ امام اعظم نے فرمایا: پناہ بخدا! ایسی بات نہیں ہے۔ آپ نے انہیں بڑے ادب سے بٹھایا اور خود دو زانو اُن کے سامنے بیٹھ گئے، پھر پوچھا کہ مرد کمزور ہے یا عورت؟ انہوں نے فرمایا: مرد کمزور ہے پھر فرمایا کہ وراثت میں عورت کا حصہ کتنا ہے؟ انہوں نے فرمایا مرد سے نصف، امام اعظم نے فرمایا اگر میں قیاس کرتا تو عورت کو مرد سے دو گنا حصہ دینے کا حکم کرتا کیونکہ عورت کمزور اور زیادہ ضرورت مند ہے۔ پھر پوچھا کہ نماز افضل ہے یا روزہ؟ انہوں نے فرمایا: روزہ افضل ہے، امام اعظم نے کہا اگر میں قیاس سے کام لیتا تو حیض والی عورت کو روزے کی بجائے نماز کی قضا کا حکم دیتا کیونکہ نماز زیادہ اہم ہے۔ پھر پوچھا پیشاب زیادہ نجس ہے یا منی؟ انہوں نے فرمایا: پیشاب، امام اعظم نے کہا اگر میں قیاس کرتا تو حکم کرتا کہ خروج منی کی بجائے پیشاب سے غسل لازم ہے کیونکہ پیشاب زیادہ غلیظ ہے، خدا کی پناہ! کہ میں حدیث کے خلاف حکم کروں، میں تو حدیث کا خادم ہوں۔ یہ گفتگو حضرت محمد بن حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرط مسرت سے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر پورے دیا اور رخصت ہو گئے۔

علاء الشمرانی فرماتے ہیں :

ومن فتن مذہبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وجہ
من اکثر المذاهب احتیاطاً
الدین ومن قال غیر ذلک فهو من جملة
الجاهلین المتعصبین المنکرین علی امت
الہدی بفہم السقیم۔

جس نے آپ کے مذہب کا تتبع کیا ہے وہ جانتا ہے
کہ آپ کا مذہب ان مذاہب میں سے ہے
جن میں دینی احتیاط بہت زیادہ ہے جو شخص
اس کا انکار کرتا ہے وہ جاہل متعصب ہے اور کج فہمی
کی بنا پر ائمہ بدی پر انکار کرتا ہے۔

۱۔ اصول اثباتی . بحث قیاس

۲۔ ابن حجر مکی، امام : الخیرات الحسان، عربی، (طبع لاہور) ص ۶۶، ۶۷،

۳۔ عبدالباق الشمرانی، امام : المیزان الکبریٰ، ص ۴۲،

دوسری جگہ فرماتے ہیں :

وقد تتبعنا بحمد الله احواله واقدوال
اصحاب لهما الفت كتاب ادلة المذاهب
فلم نجد قولاً من احوالنا واول انباءنا
مستند الى اي واحد من احوالنا والما منهم ذلك
او حديث ضعيف اكثر من طريقه والى قياس صحيح
على اصل صحيح فمن اراد الوقوف على ذلك
فليطالع كتابي المذكور
میری کتاب مذکور کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

اخفاء کے نزدیک چونکہ لفظ خاص اپنے مدلول کو قطعاً اور پر شامل ہوتا ہے اور مراد کے معلوم ہونے کی وجہ سے محتاج بیان نہیں ہوتا
اس لئے کتاب شد کے خاص پر اخباراً عامہ سے اضافہ نہیں کیا جاسکتا جبکہ ائمہ ثلاثہ اس کے قائل نہیں لہذا خبر واحدہ سے کتاب شد
پر اضافہ کر دیتے ہیں امام مالک یعنی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اعضاء وضو کا پئے درپے دھونا فرض ہے اس طرح کہ ایک عضو کے خشک
ہونے سے پہلے دوسرا عضو دھولیا جائے اس پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دائمی معمول کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں امام احمد بن
محبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ وضو میں بسم اللہ شریف پڑھنے کا لازم قرار دیتے ہیں اور حدیث شریف (لا وضوء لمن لم یبسم سے استدلال
کرتے ہیں امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اعضاء وضو کے بالترتیب دھونے کو فرض قرار دیتے ہیں اور حدیث پاک لا یقبل اللہ صلوة
امرہ حتی یغسل الطہر فی مواضع فیصل وجہ ثم یدیه (الحديث) اللہ تعالیٰ بندے کی نماز قبول نہیں فرماتا جب
تک وہ وضو کو اس کی جگہ پر نہ رکھے اس طرح کہ چہرہ دھوئے پھر ہاتھ دھوئے اسے دلیل پیش کرتے ہیں۔

لیکن احناف کے نزدیک جب آیت وضو میں تین اعضاء کے دھونے اور سر کے مسح کا الفاظ خاصہ سے ذکر آچکا ہے تو اس میں
بیان اور اضافے کی گنجائش نہیں ہے یہ تو نہیں ہو سکتا کہ آیت وضو سے چار چیزوں کی فرضیت ثابت ہو اور اخباراً عامہ سے مزید
اشیاء کی فرضیت ثابت کر دی جائے البتہ تطہیر کی یہ بات ہے کہ آیت مبارکہ سے جن امور کا لزوم ثابت ہے وہ فرض ہوں اور
پے درپے ادائیگی، بسم اللہ شریف، اور ترتیب وغیرہ امور جو اخباراً عامہ سے ثابت ہیں سنت ہوں، یہی احناف کا مسلک ہے۔
پھر باندا زہد گرامر ثلاثہ کے دلائل پر نظر ڈالی جائے تو ظاہر ہوگا کہ وہ مفید مدعا نہیں ہیں کیونکہ امام مالک حضو نبی اکرم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مواظبت کو فرضیت کی دلیل ٹھہراتے ہیں حالانکہ بعض مواظبت دلیل فرضیت نہیں، دلیل سنتیت ہے۔

مثلاً احکامات سنتِ موکدہ ہے باوجودیکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر ہدایت فرمائی، البتہ ہدایت کے ساتھ ترک کی ممانعت بھی ہو تو اس سے وجوب ثابت ہوتا ہے۔

لا وضوء لمن لم یسقط سے امام احمد رحمہ اللہ نے اس کے استدلال کا ایک جواب تو یہ ہے کہ بقول محقق علی الاطلاق ابن ہمام صاحب فتح القدیر اس حدیث کے تمام طرق ضعیف ہیں بلکہ امام ترمذی خود امام احمد سے راوی ہیں کہ اس سلسلے میں کوئی حدیث جتلا اسناد نہیں ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے مصادر میں ایک حدیث دائرہ نے حضرت ابو ہریرہؓ، ابن مسعود اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "مَنْ شُيْخُكُمْ فَهُوَ كَرَّمَ" اور بسم اللہ شریف پڑھتے تو اس کا پورا جسم پاک ہو جائے گا اور جو شخص بسم اللہ تعالیٰ کا نام سے بغیر ذکر کرے اس کے صرف اعضا بر وضو پاک ہوں گے،

ان دونوں حدیثوں کے درمیان تطبیق کی صورت یہ ہے کہ بسم اللہ شریف کے بغیر وضو ہو تو جانا ہے لیکن کامل نہیں ہوتا، لا وضوء لمن لم یسقط کا یہی مطلب ہے اور ضعیف کا یہی مختار ہے

امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیش کردہ حدیث لا یقبل اللہ صلوٰۃ امرء (الحدیث) کو امام نووی نے ضعیف کہا، امام دارمی نے کہا کہ صحیح نہیں ہے، ابن حجر نے کہا لا اصل لہ۔ ظاہر ایسی حدیث سے ترتیب کی فرضیت ثابت نہیں ہو سکتی، امام ابوداؤد و راوی کذبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ وسلم سے وضو میں سر کا مسح رہ گیا تو آپ نے وضو کے بعد سر کا مسح فرمایا اگر ترتیب فرض ہوتی تو از سر نو وضو فرماتے۔ لہ

دنیا کے انسانیت کے عظیم محسن، عالم اسلام کے مسلم راہنما، جنہیں بارگاہ رسالت سے نوید بشارت ملی جن پر اللہ بہ خیر ابفقہ فی الدین سے مقرر فرمایا، ائمہ اسلام نے انہیں اپنا مقتدا مانا، امام مالک جن کے مداح ہیں، امام شافعی جن کے مرقدا نور سے برکت حاصل کرتے ہیں، قاضی ابو یوسف، زہراور امام محمد جن کے خوشہ چین ہیں، غزالی جن کے ثنا خواں ہیں، رازی جن کے سامنے طفل مکتب ہیں، دنیا کے اسلام کی اکثریت جن کی پیروی ہے، ابن ہمام، برہان الدین، مرقینی اور احمد رضا بریلوی جن کے مقلد ہیں، اس امام علیل کی بارگاہ میں جس قدر ہر یہ تبریک پیش کیا جائے، کم ہے مولائے کریم ان کے مزار پر انوار پر گھٹائے رحمت کی بارش فرمائے اور ان کا گلستانِ علم روز افزوں ترقی کرتا رہے، آمین ثم آمین۔

حکام فقہ و طریقت

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت آغا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف لطیف کشف المحجوب شریف میں ائمہ تبع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے باب میں حضرت سیدنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بدین مذکرہ کیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ انہیں ائمہ میں سے ”امام ہمام، مقتدا، ستیاں، شرف فقہاء اور عز علماء امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ آپ مجاہدات و عبادات میں نہایت ثابت قدم اور طریقت کے اصول میں بڑے جلیل القدر، رفیع الشان عالم تسلیم کئے گئے ہیں۔ آپ نے ابتدا میں گوشہ گیری اور عزت نشینی اختیار کر لی تھی اور مخلوق سے بالکل الگ خلگ جتے تھے اس عمل سے آپ کی خواہش یہ تھی کہ دل کو ریاست و جاہ مخلوق سے پاک و منزہ کر لیں اور خالصۃ اللہ تعالیٰ جل مجدہ کی اطاعت و بندگی میں مستغرق رہیں لیکن ایک رات آپ نے دیکھا کہ حضور سید عالم و عالمیا صلی اللہ علیہ وسلم کے استخوان مبارک مرقہ منور سے جمع کر کے ان میں سے بعض کو پسند کر رہے ہیں۔ آپ پر اس خواب سے ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ سخت پریشانی کے عالم میں بیدار ہو گئے، آخر صبا کے تلامذہ میں سے حضرت محمد بن میرین کی خدمت میں جا کر خواب بیان کیا۔ انہوں نے بتایا کہ خواب بہت مبارک ہے، آپ علم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم حاصل کر کے احیاء و محافظت سنت میں اعلیٰ درجہ پائیں گے بلکہ روایات سنت میں نقد و تنقیح کر کے تصوف کرنے میں بھی مجاہز ہوں گے اور صحیح کو سقیم سے علیحدہ کریں گے۔

آپ نے دوسری مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں: ”اے ابو حنیفہ! تجھے اللہ تعالیٰ نے میری سنت زندہ کرنے کے لئے پیدا کیا ہے، گوشہ نشینی ترک کر دو، چنانچہ آپ نے اس کے بعد مدتِ دین متین شروع کر دی اور طے و رستائے شلا حضرت ابراہیم بن ادہم، حضرت فضیل بن عیاض، حضرت داؤد الطائی اور حضرت بشر حافی رحمہم اللہ کے استاد ہوئے۔ علاوہ ازیں علماء میں آپ کے تورع اور پرہیزگاری کے بہت سے واقعات مشہور ہیں، چنانچہ عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور کے عہد کا مشہور واقعہ ہے کہ اس نے چار اشخاص کو اپنی حکومت کے شعبہ فقہاء کے لئے منتخب کیا اور فیصلہ کیا کہ ان میں ایک کو قاضی القضاۃ بنا دیا جائے، ان حضرات میں حضرت سیدنا ابو حنیفہ حضرت سفیان ثوری، حضرت مسعر بن کدام اور حضرت شریح کے نام شامل تھے چونکہ یہ چاروں حضرات حقیقتہً زبردست علماء میں سے تھے، ابو جعفر نے اپنے ملازمین میں سے کسی کو حکم دیا کہ چاروں حضرات کو بلالائے، پینا مہر پہنچا تو چاروں حضرات اس کے ساتھ ہوئے۔ راستہ میں حضرت امام صاحب نے فرمایا کہ میں آپ حضرات سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں جو فرستہ میرے ذہن میں آئی ہیں، انہوں نے کہا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا میں نو حید سے اپنے آپ کو عمدہ فقہاء سے بچاؤں گا، مسعر بن کدام دیوانہ بن کر بیچ جائیں گے، سفیان ثوری دربار سے مہاک جائیں گے اور شریح قاضی بنیں گے چنانچہ سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ تابعی ہیں کیونکہ آپ نے کافی صحابہ کرام کی دیارت کی اور ان کا زمانہ پایا، معلوم ہوتا ہے کہ بعد کے لوگوں کے کشف المحجوب کی ترویج کے وقت سہو ہو گیا ہے وگرنہ حضرت امام صاحب لازماً تابعی ہیں (ادارہ)

ایسا ہی ہوا حضرت سنیان ثوری تو کہہ سکتے ہی سے بھاگ گئے اور کشتی میں بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ مجھے چھپا دو حکومت مجھے قتل کرنا چاہتی ہے اور یہ حدیث شریف کا جملہ بھی بزرگان تھا "جو قاضی بنایا گیا وہ بغیر حیر کے دیکھ کر دیا گیا" ملاخوں نے آپ کو چھپا لیا اور باقی تینوں حضرات دربار میں آئے۔ ابو جعفر منصور نے خصوصاً حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کو منصب قضا پر متین ہونا چاہیے آپ نے فرمایا یا سائیر المہتممین میں عربی النسل نہیں ہوں، میں تو سادات سے بہت رکھتا ہوں، سادات، عرب میرے حکم سے کیسے خوش ہوں گے؟ ابو جعفر نے کہا، حضرت اس عہدہ کو نسب سے تعلق نہیں ہوتا یہ عہدہ تو علم کے لیے ہوتا ہے نہ آپ نے فرمایا "عرب کسی پر چھپو تو میں اس علم کے لیے اس عہدہ کو نہیں ہوں، پھر اگر میں سچ کہہ رہا ہوں تو ہر سچے کو میرا دشمن کہلاتا ہے اور اگر وہ غلو کوئی ہے، کام سے رہے ہوں تو اس عہدہ کو اس کا ہونا ہو سکتا پھر تم تو خلیفہ ہو جو کسی صورت میں ردائیں رکھ سکتا کہ وہ دربار کو چھپانا نہیں چاہتے، اور سلطانوں کے خیر و شر سے اس عہدہ کو بچانے کے لیے اس پر بھروسہ کرے۔ آپ نے یہ کہا اور اپنی پیشین گوئی کے مطابق چھپکارا پائے، اب حضرت مسدقین کلام کو ماری تھی آپ آگے آئے اور ابو جعفر منصور کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگے "کہو ابو جعفر اچھے ہو؟ تمہارے اہل و عیال بھی اچھے ہوں گے؟" منصور نے ہر رابطہ کلام سن کر حضرت کو دربار سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔ بعد ازیں شریح کو منصب قضا سنبھالنے کے لیے کہا گیا آپ نے فرمایا میں تو سوداگر ہوں، میرا دماغ کمزور ہے۔ انصاف نے کہا علاج کرالیں، عصارہ ہائے موافقہ اور نیفہ ہائے مثلث استعمال میں لائیں تو آپ کی عقل کامل ہو جائے گی، آخر کار منصب قضا حضرت شریح کو سونپ دیا گیا۔ حضور سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اسی وقت حوزہ شریح کو چھوڑ دیا اور پھر کبھی ان سے مہکلام نہ ہوئے اور یہ آپ کے کمال حال کی خاموشی تھی حسین و علیحدہ علیحدہ شائیں نظر آتی ہیں ایک تو آپ کی پیشگوئی سچی ہوئی دوسرے آپ نے آپ کو صحت و سلامتی برقرار قائم رکھا کہ جاہ و اعزاز و خلعت کی پردہ نہ کی۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! (عرصہ عشر) میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟ آپ نے فرمایا ابو ضیفہ کے جھنڈے کے پاس۔ ”الغرض آپ کے راع و تقویٰ میں متعدد ناقب محامد میں کہ کتابان کی محفل نہیں ہو سکتی۔ میں علی بن عثمان جبلی ایک دفعہ ملک شام میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ مؤذن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقد کے سرکار سوا تھا کہ میں نے اپنے آپ کو مکہ منظمہ میں پایا اور دیکھا کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم باب بنی شیبہ سے تشریف لارہے ہیں اور سن سیدہ خنصہؓ کو اپنے پہلو میں اس طرح پکڑے ہوئے ہیں جیسے شفقت سے بچوں کو پکڑتے ہیں، میں جوشِ محبت سے دوڑا اور جنور کے دست و پا کو بوسہ دیا، میں تعجب میں تھا کہ یہ عمر بزرگ کون ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے خطرہ دل کو نورِ اطمینان سے جان لیا اور اپنے فرمایا یہ تیرا وزیر ہے شہر کے لوگوں کا امام یعنی ابو ضیفہ ہے“ مجھے اس خواب کے بعد اپنے شہر والوں سے امید قوی و البستہ ہو گئی اور اس خواب کے بعد یہ خیال بھی صحیح ہو گیا کہ حضرت ابو ضیفہ انہیں پاک سنہیوں میں سے تھے جو ادب و صلہ سے فانی اور احکام شرع کے ساتھ باقی ہیں اس لئے کہ ان کے چلانے لے کے (قائم) حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اگر آپ خود چلتے تو باقی العفۃ ہوتے اور باقی العفۃ نفل ہوتا ہے یا مصیب جب آپ کے قلباً غفلت صلی اللہ علیہ وسلم میں تو وہ فانی العفۃ ہیں اور آپ کی صفت بقا کے ساتھ باقی ہیں اور چونکہ پیغمبر اسلام سے خطانا ممکن ہے اس لئے آپ بھی اسی صفت کے ساتھ قائم ہیں، رحمۃ اللہ علیہ۔

لے نفل اسے کہتے ہیں کہ جس سے نیک نیتی سے اجتہاد کی خطا سرزد ہو اور وہ اس خطا پر بھی ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔

فقہ حنفی اکسیر اعظم اور کبریت احمر سے

مفت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
ترجمہ: بشیر حسین ناظم بی۔ اے

میں نے جناب محمد کریم علیہ التبیۃ والتسلیم سے ایک دعائی سوال کیا جیسا کہ میں کئی بار اس سے متعلق مطلع کر چکا ہوں کہ میرے لئے تائب بہتر ہے یا ترک تائب؟ اپنی سیری جانب ایسے نفعات روح پرور بڑھے جن سے میل دل مال اولاد سے ٹھنڈا پڑ گیا (یعنی میرے دل سے حبال دلاؤ زائل ہو گئی) اس کے بعد میں نے کشفی طور پر مشاہدہ کیا کہ میری طبیعت مال بہ اسباب سے اور ان سے استلذاذ کرتی ہے لیکن میں نے اپنی روح کا مشاہدہ کیا تو وہ مال بغیر حق اور اسی سے ہی استلذاذ کرتی تھی اور اس کی طلب میں تھی۔ میں نے طبیعت و روح کو آپس میں جھکڑنے ہوئے بھی دیکھا اور مرضی کیا ہوتی ہے، اس سے مراد روح کی طرف لوٹنا ہے، ہاں اللہ تعالیٰ کے لطاف خفیہ بھی ہیں جو عنقریب ظاہر ہوں گے۔ اس کے بعد ایک خوشبو کا جھونکا آیا جس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ ہے کہ مجھ میں ان چیزوں کو جمع کر دے جو امت مرحومہ سے چھٹ گئی ہیں اور خبردار اس قول سے بچتے رہنا کہ اس وقت تک صمدی نہیں ہوتا تا وقتیکہ ہزار صدیق اُسے زندیق نہ کہہ دیں، اور فروع میں قوم کی مخالفت نہ کرنا اس لئے کہ یہ چیز مراد حق کی مناقض ہوتی ہے۔

اس کے بعد ایک اور راہ کھلی جس کے ذریعہ مجھ پر فقہ حنفیہ یعنی امام اعظم رضی اللہ عنہ اور صاحبین رضی اللہ عنہما کے اقوال میں سے کسی کے قول کی تخصیص اور اس کے مقاصد پر وقوف اور لفظ حدیث کے معنی پر اکتفا کرنے میں حدیث کی مطابقت اور کیفیت ظاہر ہوتی اور مجھ پر ان کے عمومات کی تخصیص اور ان مقاصد کا وقوف منکشف ہوا اور الفاظ سنت کے مفہوم پر اکتفا کرنا اور فقہ حنفی میں نہ تو تاویل بعید ہے اور نہ ہی بعض احادیث پر بعض کی تفسیر ہے اور نہ ہی امت میں سے کسی کے قول سے کسی صحیح حدیث کا رافع ہے اس طریقہ کو اگر اللہ تعالیٰ انعام بخشے اور کمالیت عطا فرمائے تو یہ کبریت احمر اور اکسیر اعظم کی حیثیت رکھتی ہے۔

فقہ حنفی بہترین طریقہ ہے | حضور سید عالم و عالمیان نے مجھے اس کی معرفت عطا فرمائی کہ مذہب حنفی ایک بہترین طریقہ ہے جو سنت معوفہ جس کی تتبع امام بخاری اور ان کے ساتھیوں کے زمانے میں کی گئی، کی موافقت میں سب اچھا طریقہ ہے، یا سوائے کہ مسئلہ میں اقوال ثلاثہ یعنی حضرت امام اعظم اور صاحبین (حضرت ابو یوسف اور حضرت امام محمد شیبانی) میں جو قول سنت سے زیادہ قریب ہوا سے اختیار کیا جائے، بعد ازاں ان عالی مرتبت حنفی فقہار کی اتباع کی جائے حدیث میں سے ہیں کیونکہ بعض ایسی چیزیں ہیں جن کے بارے میں اصول وضع کرنے میں حضرت سیدنا امام اعظم اور صاحبین رضی اللہ عنہم نے سکوت فرمایا اور نہ ہی ان کی نفی فرمائی ہے اور یہاں حدیث انہیں پر دلالت کرتی ہیں لہذا ان کا اثبات ضروری ہے اور یہی کلیہ مذہب حنفی ہے۔

حنفی مذہب کی کمالی تعریف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

فقہی مذاہب کا ذکر کرتے ہوئے دورِ حاضر کے ممتاز قانون دان ڈاکٹر مبینہ معصانی فقہ حنفی کے بارے میں لکھتے ہیں :-
”حنفی مذہب تمام ممالک اسلامیہ میں اس لئے سب سے زیادہ پھیلا کہ خلفائے عباسیہ نے محکمہ عدل و قضاء کے لئے یہی مذہب منتخب کیا تھا اور اہل عراق عموماً اسی مذہب کے مقلد تھے۔ اس کے علاوہ سلطنت عثمانیہ کا سرکاری مذہب بھی یہی تھا اور اسی مذہب کی روکشی میں مجلۃ الاحکام العدلیہ کی تدوین ہوئی“ :-
مذہب حنفی کی مقبولیت اور عالمی اشاعت کے ضمن میں مصنف موصوفت رقمطراز ہیں :-

”جو ملک سلطنت عثمانیہ کے زیرِ حکومت رہے ہیں جیسے مصر، سوڈان اور لبنان، ان کا مذہب بھی محکمہ عدل و قضاء میں حنفی چلا آتا ہے، حکومت تونس کا مذہب بھی یہی ہے۔ ترکی اور اس کے زیرِ اثر ممالک مثلًا شام و لبنان کے باشندوں کا مذہب بھی مسألی عبادات میں یہی ہے اور مسلمان بلقان و قفقاز بھی مسألی عبادات میں اسی مذہب کے مقلد ہیں۔ اسی طرح افغانستان و ترکستان اور (پاک و) ہندو چین کے ہاں بھی یہی مذہب غالب ہے، اور اس مذہب کے پیرو دوسرے ملکوں میں بھی بکثرت پائے جاتے ہیں جو دوسرے زمین کے تمام مسلمانوں کا دو تہائی ہیں۔
دورِ حاضر میں فقہ حنفی کے عروج اور عالمی فروغ کی کیفیت ایک مستشرق کی زبانی ملاحظہ کیجئے :

Even now a days the Hanafi school prevails in
the former Ottoman countries ; Tunisia for

۱۔ مبینہ معصانی : فلسفۃ التشریع نے الاسلام ۱۰۱ دوزیمہ فلسفۃ تشریع اسلام از محمد احمد رضوی، لاہور ۱۹۶۲ء، ص ۸۰

۲۔ ایضاً

instance it is equal to the Maliki rite and also in Egypt it is the officially recognized law-school. Further it is predominant in Central Asia (Afghanistan, Turkestan, Bukhara, Samarkand) and in (Pakistan and) India. ۳

ترجمہ: ”آج بھی حنفی مکتب فکر کو سابق عثمانی ممالک میں فوقیت حاصل ہے۔ تونس میں اسے مالکی مکتب فکر کے مساوی حیثیت حاصل ہے۔ مصر میں اسے سرکاری قانون کے ایک مکتب فکر کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا ہے علاوہ ازیں حنفی مکتب فکر وسط ایشیا (افغانستان، ترکستان، بخارا، سمرقند اور (پاک و) ہند میں بھی غالب و فائق ہے۔“

یہ تو ہے دورِ حاضر میں مذہبِ حنفی کی مقبولیت کا کچھ انداز، آج سے چھ سو برس پہلے ابنِ خلدون لکھتا ہے:-

”امام ابوحنیفہ کے مقلدین آج عراق، ہند، چین، مادرا، النہر اور بلادِ عجم میں ہجرت پھیلے

ہوئے ہیں۔“ ۴

یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ مذہبِ حنفی دنیا میں سب سے زیادہ پھیلا۔ بادی النظر میں اس کی اشاعت کا سبب حنفی فقہاء کا قصار و عدل کے ادنیٰ مناصب پر فائز ہونا اور سرکاری مذہب کی حیثیت سے رائج ہونا نظر آتا ہے لیکن اگر فقہِ اسلامی کی پوری تاریخ کا بہ نظرِ متن جائزہ لیا جائے اور مختلف فقہی مکاتبِ فکر کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو علیٰ وجہ البصیرت یہ کہنا بالکل درست ہے: ”اور سچا ہو گا کہ فقہِ حنفی کے مسائل میں، اس کے طریقِ استنباط میں، مناجِ استدلال اور اصول و قواعد میں بنیادی طور پر دینِ شریعت پائی جاتی ہیں جو اسے نہ صرف یہ کہ اسے دوسرے فقہی مکاتبِ فکر سے ممتاز کرتی ہیں بلکہ انہی خصوصیات کی بنا پر اسے وہ عالمی مقبولیت حاصل ہوئی کہ آج روئے زمین کے درجنائی مسلمان فقہ حنفی کے پیرو ہیں۔“

ایک عام مسلمان کے ذہن میں جو فقہِ اسلامی کی تاریخ چھ گری نظر نہیں رکھتا، یہ خیال آسکتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مبارک کے بعد صحابہ کرام میں اور بعد ازاں ائمہ کرام میں فتنی اختلافات کیوں رونما ہوئے! شاہ ولی اللہ محدث

۳۔ شاہِ ٹرانساکلویڈ: تاریخ اسلام مطبوعہ لاہور ۱۱۰۱ھ، ص ۱۳۱

۴۔ ابن خلدون: مقدمہ، ۱۰۰ھ، ص ۲۶۹

دہلوی نے ”فردعات میں صحابہ اور تابعین کے اندر اختلاف کے اسباب“ پر ایک پورا باب باندھا ہے اور سیر حاصل بحث کی ہے۔ بحث کو سیٹے ہوئے لکھتے ہیں :-

”غرض! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس زمانہ اسی بیچ پر ختم ہوا۔ صحابہ کرام کا بھی یہی دستور اور معمول اور طریقہ رہا۔ اس کے بعد جب صحابہ کرام مختلف بلاد و ممالک میں پھیل گئے تو ہر صحابی ملک کے مختلف گوشوں میں اپنی جگہ مقعد اور پیشوا ہو گیا۔ وقتاً فوقتاً مختلف قسم کے حوادث، واقعات اور مسائل پیش آنے لگے، لوگ ان سے فتوے پرچھتے، مسائل دریافت کرتے، ہر صحابی اپنے اپنے حفظ اور یاد اور اپنے اپنے اجتہاد، اخذ و استنباط کے بموجب جواب دیتا، جب ان کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی روایات سے جواب نہ ملتا تو وہ اپنی رائے سے اجتہاد کرتے اور اس علت کو معلوم کرنے کی کوشش کرتے جس کو خود رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی منصوصات میں حکم کی علت اور حکم کا مدار علیہ گردانا تھا اور پھر اس حکم کو علت کے مطابق، جہاں جہاں یہ علت پائی جاتی، جاری کرتے اور پوری قوت اور کامل توجہ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غرض مطلوب کی واقفیت میں کوشاں رہتے۔ ان حالات اور اس طریق کار کی وجہ سے صحابہ کرام میں مختلف قسم کا اختلاف رونما ہو گیا“

ابن خلدون نے اسی ضمن میں ایک بنیادی بات کی نشاندہی کی ہے، وہ لکھتا ہے :-

”اور اختلاف کا پیدا ہونا ضروری تھا کیونکہ احکام شرعیہ کے اصول و ادلہ جو قرآن میں ہیں بہر حال لغت عرب میں جو کئی کئی معانی کے متعلی ہیں اور اس اختلاف معانی کے سبب ائمہ میں اختلاف پیدا ہو گیا، یہی حال سنت کلبہ کو وہ مختلف الطرق ہے اور اکثر متعارض فی الاحکام، اس لئے لامحالہ ترجیح کی ضرورت پڑتی ہے اور یہیں سے اختلاف کی بنیاد پڑتی ہے، قطع نظر ان باتوں کے دنیائے واقعات نئے نئے رونما ہوتے رہتے ہیں جس میں نصوص سے بظاہر کوئی راہنمائی نہیں ملتی، مجبوراً کسی مشابہت سے ان کو منصوص کے زمرہ میں شمار کرنا پڑتا ہے بس یہیں سے اختلاف کے راستے پھوٹتے ہیں اور یونہی سلف آپس میں مختلف الراء رہے اور ان کے بعد ائمہ مجتہدین بھی“

اس اختلاف کی بنا پر جو فقہی مکاتب فکر وجود میں آئے، ان پر تبصرہ کرتے ہوئے ابن خلدون رقمطراز ہیں :-

”اب دوسری مذہب رواج پذیر رہے، یا تو اہل الراس کے مذہب عراق میں یا اہل حدیث کا مذہب حجاز میں۔“

۱۔ حجتہ اللہ البالغہ، اردو ترجمہ برہان الہی از محمد جمیل گورکھوی، لاہور، حصہ اول، ص : ۳۷۵

۲۔ ابن خلدون : مقدمہ اردو ترجمہ، ص : ۴۶۷

اہل عراق کے امام اور مذہبی پیشوا امام ابو حنیفہ النعمان بن ثابت میں جن کا مقام فقہ میں اتنا اعلیٰ و ارفع ہے کہ کوئی اس تک نہ پہنچ سکا، یہاں تک کہ ان کے ہم مشرب معذرات بھی ضرورنا امام مالک و شافعی کھلے الفاظ میں کہہ گئے کہ فقہ میں امام ابو حنیفہ کا کوئی ثیل و نظیر نہیں ہے۔

فقہ حنفی کی ابتداء اور اہل اہلسنۃ کی توجیہ کہتے ہوئے ڈاکٹر مصبی مصطفیٰ لکھتے ہیں :-

”مذہب حنفی بھی کوفہ میں پیدا ہوا جس کے بانی امام ابو حنیفہ النعمان بن ثابت ہیں جو امام عظیم کے لقب سے مشہور ہیں، آپ کی علمی زندگی کی ابتداء علم کلام کے مطالعہ سے ہوئی، پھر آپ نے اہل کوفہ کی فقہ اپنے استاد حماد بن ابی سیبہ (متوفی ۱۲۸ھ) سے پڑھی۔ علمی زندگی کے لحاظ سے آپ ریشمی کپڑوں کے تاجر تھے، علم کلام اور پیشہ تجارت نے آپ میں عقل و دلالت سے استغراب کرنے، احکام شرعیہ کو علمی زندگی میں جاری کرنے اور مسائل جدیدہ میں قیاس و استنباط سے کام لینے کی صلاحیت تیار پیدا کر دی تھی، اسی لئے آپ کے مذہب کا نام، مذہب اہل اہلسنۃ مشہور ہو گیا۔“ ۷

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے مذہب حنفی کے فروغ کی طرف ان الفاظ میں اشارہ فرمایا ہے :-

”امام ابو حنیفہ کے اصحاب اور شاگردوں نے امام محمد کی تصانیف کی طرف خاص اور کامل توجہ کی، ان کی کتابوں کی تفصیص کی اور ان کو رد و فہم کرنے کی کوشش کی، ان کی شرح و توضیح کی اور تخریج کی تاسیس و تعمیر کی بنیاد میں قائم کر دیں اور دلائل و براہین بھی فراہم کئے۔ اس کے بعد یہ علماء غلامان اور ماسد النہر وغیرہ میں پھیل گئے اور ان کے ذریعے یہ مسائل ان ممالک میں بھی عام ہو گئے اور اسی کا نام امام ابو حنیفہ کا مذہب ہو گیا۔“ ۸

پیشتر اس کے کہ مذہب حنفی کی خصوصیات کا تفصیلی جائزہ لیا جائے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان چار عظیم الشان اور جلیل القدر ہستیوں کا مختصر تعارف پیش کیا جائے، جنہیں بجا طور پر فقہ حنفی کی عمارت کے عماد اربعہ کہا جاسکتا ہے اور جنہوں نے فقہ حنفی کو پروان چڑھایا، ان میں سب سے پہلی شخصیت امام عظیم ابو حنیفہ کی ہے جو فقہ حنفی کے بانی، قائد اور رہنما ہیں اور باقی تین آپ کے سب سے مشہور تلامذہ امام ابو یوسف، امام محمد اور امام زفر ہیں۔ اب ہم ان کے حالات مختصر بیان کرتے ہیں۔

امام اعظم ابو حنیفہ آپ کا اصل نام نعمان بن ثابت ہے۔ آپ شہر میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور شہرہ میں ابتدا میں وفات

۷ ابن خلدون، مقدمہ، اردو ترجمہ، ص ۶۸۔

۸ مصبی مصطفیٰ، فلسفۃ التشریع فی الاسلام، اردو ترجمہ از محمد احمد رضوی، لاہور، ۱۹۶۲ء، ص ۳۷، ۳۸۔

۹ شاہ ولی اللہ، حجتہ اللہ البالغہ، اردو ترجمہ از محمد اسماعیل گودھری، لاہور، مصلحہ اول، ص ۳۷۷۔

پائی۔ کوہ میں ہی آپ نے پرفروش پائی شے۔ آپ کی پرورش ایک خاص اسلامی گھرانے میں ہوئی۔ عظیم ہندوؤں کے حسبِ نسل
:یاں سے جہاں آپ کے خاندان کے متول اور خوشحال ہونے کا اندازہ ہوتا ہے وہاں اس امر کا بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ کے والد اور دادا کو
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شرفِ ملاقات حاصل ہوا تھا :-

وذهب ثابت الی علی بن ابی طالب
وہو صنف قد عالہ بالبرکۃ فیہ
وفی ذریعہ..... والنعمان بن
المرزبان ابو ثابت هو الذی اھدی
لعلی بن ابی طالب الفالی ذج فی یوم
السیر و ذ قال نود و ناکل یوم۔ لہ
اور امام ابو حنیفہ کے والد ثابت حضرت علی بن ابی طالب
کی خدمت میں حاضر ہوئے جب کہ آپ ابھی کسبِ تہذیب
آپ نے اس کے لئے اور اس کی اولاد کے لئے خیر و برکت
کی دعا فرمائی۔۔۔۔۔ اور نعمان بن مرزبان جو ثابت کے
والد (اور امام عظیم کے دادا) ہیں، وہی ہیں جنہوں نے
یوم نور و ذ پر حضرت علی بن ابی طالب کو فائدہ پیش کیا
تو آپ نے فرمایا ہمارا ہر دن ہی نور و ذ ہے۔

ایک متول اور خوشحال خاندان کے چشم و چراغ ہونے کی حیثیت سے آپ نے عملی زندگی کا آغاز تجارت سے کیا اور
زندگی بھر تجارت سے وابستہ رہے۔ تاہم آپ نے جس ماحول میں آنکھ کھولی تھی وہاں مختلف النوع عقائد کے لوگ آباد تھے۔ ان میں شیعہ
تھے تو ان کے مقابل خارجی تھے، معتزلہ تھے تو ان کے مقابل علمِ صحابہ کے حامل تابعی تھے اور ان میں مناظروں کی گرم بازادی تھی۔ اللہ
تعالیٰ نے آپ کو ذہانت و لطافت کا ہر وہافر عطا فرمایا تھا لہذا آغازِ شباب ہی میں آپ نے بھی ان مناظروں میں بڑی سرگرمی سے
حصہ لیا۔ بعد میں پوری سنجیدگی سے علمِ فقہ کی طرف مائل ہو گئے۔ یہ میلان کیسے پیدا ہوا؟ اس بارے میں متعدد روایات ہیں ایک
دلیپ روایت خود ان سے مذکور ہے :

ابو یوسف فرماتے ہیں ایک مرتبہ امام سے سوال کیا گیا : آپ کو فقہ کی توفیق کیسے نصیب ہوئی؟ امام نے فرمایا : سنئے ؛
جہاں تک توفیق کا تعلق ہے وہ تو بارگاہِ علمِ یزید سے تھی، فہمہ الحمد ! میں جب طلبِ علم کے لئے کربستہ ہوا تو
میں نے تمام علوم پر ایک ایک کر کے غور و درانی، ان کے نفع اور نتیجے پر غور کیا، میرے جی میں آیا علمِ کلام پڑھوں غور

للہ خیل الدین الزکری : الاعلام ، الجزء التاسع ، ص ۴۱

للہ ابو زہرہ : ابو حنیفہ حیات و عصرہ آراء و فقہ ، اردو ترجمہ حیات حضرت امام ابو حنیفہ از غلام احمد حویری ، مکتبہ سفینہ ، لاہور ، ص ۴۶

للہ خلیل ہندو ، تاریخ ہندو ، مطبوعہ مدرسہ ، جلد ۱۳ ، ص ۳۲۶

کرنے پر معلوم ہوا، اس کا انجام اچھا نہیں اور اس میں فائدہ بھی کم ہے، آدمی اس میں ماہر بھی ہو جائے تو اپنا عندیہ برسرعام بیان نہیں کر سکتا، اس پر طرح طرح کے الزام عائد کئے جاتے ہیں اور اسے صاحب بدعت و ضلالت کا لقب دیا جاتا ہے۔

پھر ادب و نحو پر غور کیا، اس نتیجے پر پہنچا کہ آخر اس کا مقصد اس کے ماسوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ بیٹے کن بچوں کو نحو و ادب کا سبق دوں۔ پھر شعر و شاعری کے پہلو پر غور کیا تو اس کا مقصد مدح و تجوید و غ کوئی اور تخریب دین کے سوا کچھ نہ پایا۔ پھر قرأت و تجوید کے معاملے پر غور کیا، میں نے سوچا کہ اس میں ہمارے تمام حاصل کچھ کے بعد آخر یہی ہوگا کہ چند نو عمر جمع ہو کر میرے پاس تلاوت قرآن کریں، باقی رہا قرآن کے مفہوم و معنی تو وہ بہ نسبت ایک دشوار گزار گھاٹی رہے گی۔

پھر خیال آیا طلبِ حدیث میں لگ جاؤں، پھر سوچا کہ ذخیرہ احادیث جمع کرنے کے بعد مجھے طویل عمر کی ضرورت ہوگی تاکہ علمی استعدادہ کے لئے لوگ میرے محتاج ہوں، اور ظاہر ہے کہ طلبِ حدیث کے لئے احتیاجِ نوخیز لوگوں کو ہی ہو سکتا ہے، پھر ممکن کہ مجھے کذب اور سوءِ حفظ سے متہم کرنے لگیں، اور روزِ محشر تک یہ الزام میرے گلے کا ہار ہو جائے بعد ازاں میں نے فقہ کی درق گردانی شروع کی، جوں جوں تکرار و اعادہ ہوا، اس کا رعب بڑھتا ہی گیا اور اس میں مجھے کوئی عیب دکھائی نہ دیا۔ میں نے سوچا کہ تحصیلِ فقہ میں علماء و مشائخ کی مجالست و مصاحبت اور ان کے اخلاقِ جلیہ سے آہستہ و پیراستہ ہونے کے مواقع میسر آئیں گے۔ میں اس نتیجے پر پہنچا کہ ادارہ فرائض، اقامتِ دینِ متین، اظہارِ عبودیت اور دنیا و آخرت کا حصول فقہ کے بغیر ممکن نہیں۔ اگر کوئی شخص فقہ کے ذریعے دنیا کما چاہے تو وہ بڑے بلند مناصب پر فائز ہو سکتا ہے اور اگر تخلیہ و عبادت کا آہ نہ دمنہ ہو تو کوئی شخص یہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا کہ وہ حصولِ علم کے بغیر مشغولِ عبادت ہے بلکہ کہا یہ جائے گا کہ وہ صاحبِ علم فقہیہ اور علم کی راہ پر گامزن ہے۔“ ۱۳

اس روایت کو بیان کرنے کے بعد ابو زہرہ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

”روایت بالا کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے راسخ الوقت علوم و فنون پر تنقیدی نگاہ

۱۳۔ ابو زہرہ: حیاتِ حضرت امام ابو حنیفہ، ص ۵۰، ۵۱، نیز دیکھئے سیوطی، تصنیف، الصحیفۃ فی مناقب الامام ابی حنیفہ، مجلہ حاشیہ طہارن، ص ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱

ڈالی تاکہ ان میں سے اپنے لئے کسی مناسب علم کا انتخاب کر کے اس میں امتیاز و تخصص پیدا کر سکیں۔ اس سے یہ حقیقت بھی کھل کر سامنے آتی ہے کہ آپ نے تمام عصری علوم میں داعی حد تک واقفیت حاصل کر لی تھی۔ اگرچہ بعد میں صرف علم فقہ ہی آپ کا جو لانا گاہِ فکر و نظر بنا " ۱۱

علم فقہ سے آپ کی وابستگی کا عالم یہ تھا کہ آپ اپنی تمام تر ذہانت و فطانت، استعداد و مہارت کے باوجود کمال اٹھارہ برس اپنے استاد حماد کے دامنِ فیض سے وابستہ رہے۔ خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں آپ کا یہ قول نقل کیا ہے :

فجعلت حلی نفسي ان لا افارق حماداً پس میں نے اپنے اوپر یہ لازم کر لیا کہ (اپنے استاد حماد سے
حتی يموت فصحبته ثمانی عشرة سے تائیں حیات الگ نہ ہوں گا چنانچہ میں پورے اٹھارہ
سنة - ۱۵ برس ان کی صحبت میں رہا۔

۱۱ ابو زہرہ، حیات امام بو حنیفہ، ص : ۵۱ - ابو زہرہ ہادیہ تبصرہ در اصل بعض ناقدین کے اس اعتراض کے جواب میں ہے کہ امام عظیم کو سوائے فقہ کے دوسرے علوم میں دسترس حاصل نہ تھی شیخ ابن حجر مکی نے اس قسم کے اعتراضات کی وجہ حسد بتائی ہے، وہ لکھتے ہیں : احذران توهم من ذلك ان ابا حنيفة لم يكن له خبرة تامة بغير الفقه حاشا لله كان في العلوم الشرعية من التفسير والحديث والآلة من العلوم الادبية والمقائيس الحكمية بعرا لا يجاری واما ما لا يمارى وقول بعض اعدائه فيه خلاف ذلك منشؤه الحسد (یہ وہم نہ کر بیٹھا کہ امام ابو حنیفہ کو سوائے فقہ کے کسی علم سے پوری واقفیت نہ تھی حاشا للہ وہ علوم شرعیہ تفسیر و حدیث اور علوم ادبیہ و مقایس حکمیہ میں سمندر تھے جن کی ہماری نہیں کی جاسکتی، اور امام تھے جن کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا اور آپ کے بعض مخالفین کا جو قول اس ضمن میں آپ کے عقائد میں ہوا ہے اس کی وجہ حسد ہے (الخصال احمد و معز ص ۲۸۰، ۲۹۰)

علامہ نوخیز شیش تو کلی نے سعد بن ابی السرح علیہ السلام کی اس تصنیف اور علامہ حسن کی اس تصنیف اور فقہاء میں کئے گئے اسی قسم کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے :

”حضرت امام لا تمہ“ المرجع الامر تودہ المکالی شاں میں کہ جس کے حامد کی توصیف میں تنفیہ کے علاوہ مذاہب ثلاثہ کے ائمہ و فقہاء و محدثین بھی رطب اللسان میں تمام محبت کے لئے یہاں نمونہ کے طور پر مذاہب ثلاثہ ہی کے چند علماء کے اسماء گرامی مع تصنیفات و راجع کئے جاتے ہیں : (تفصیل کیلئے دیکھئے الاذوال ص ۹۱ تا ۹۲)

ڈاکٹر سبھی محمد صافی نے بھی اسی قسم کی غلط فہمی کا ازالہ ان الفاظ میں کیا ہے :

”ابن خلدون نے بعض لوگوں کے حوالے سے جو یہ بیان کیا ہے کہ ابو حنیفہ سے صرف تقریباً سترہ حدیثیں روایت کی گئی ہیں، ہم اسے قرین بحث اور

ادنیٰ قابلِ پذیرائی نہیں سمجھتے“ فقہ شریعت اسلام، ص : ۳۰ - نیز دیکھئے امام عظیم کے علم حدیث پر محمد علی کا زحابی کی مستقل کتاب

”امام عظیم اور علم حدیث“

۱۱ خطیب بغدادی : تاریخ بغداد، جلد ۱۳، ص : ۲۲۳

صحابہ کی صحبت سے آپ کی استعداد کو اور زیادہ نکھار بخشا اور آپ نے اس علم میں وہ مہارت حاصل کر لی کہ اس فن کے بڑے بڑے کا برنے آپ کو خراج تحسین پیش کیا۔ ڈاکٹر صبحی محصانی لکھتے ہیں :-

”تجمر طبری کی وجہ سے امام ابو حنیفہ کا لقب امام اعظم ہو گیا۔ آپ کے بارے میں امام شافعی نے فرمایا کہ علم فقہ کیلئے والا ابو حنیفہ کا محتاج ہے۔ امام ابو یوسف نے فرمایا کہ جب کسی مسئلے میں ہمارا باہمی اختلاف ہوتا تھا تو ہم اسے امام ابو حنیفہ کے سامنے پیش کرتے تھے، آپ اتنی جلدی جواب دیتے تھے جیسے اپنی آستین سے نکالا ہو۔“
غیر الدین الزرکلی نے ”الاعلام“ میں امام شافعی کے اس قول کو نقل کیا ہے :

وعن الأمام الشافعي الناس عيال في الفقه ، الإمام شافعي فرماتے ہیں کہ لوگ فقہ میں ابو حنیفہ کے حلیٰ ابی حنیفہ - ۱۷۱ محتاج ہیں ۔

غلیب بغدادی نے امام شافعی کے اسی مفہوم کے مختلف اقوال نقل کئے ہیں :-

ما رأيت احدا افقه من ابی حنیفہ ، الناس عيال علی ابی حنیفہ فی الفقه ۔
من اراد ان يتبحر فی الفقه فهو عيال علی ابی حنیفہ - ۱۷۲

غلیب نے امام مالک اور امام شافعی کے علاوہ غنت بن ایوب، ابن عیینہ، ابوبکر بن عیاش، سل بن مزاحم، قاسم بن معن، ابن جریج، عبداللہ بن مبارک، مسمر بن کدام، ابو جعفر الرازی، عیاش، فضیل بن عیاض، سفیان ثوری اور ایسی ہی دیگر مقتدر اور صاحب علم و فنل شخصیتوں کے درجہ اقوال درج کئے ہیں جس میں آپ کے مختلف کمالات کو خراج تحسین پیش کیا گیا ہے۔ لہٰذا ان میں سے صرف ابن المبارک کا ایک قول پیش کیا جاتا ہے ،

”رأيت مسمرًا في حلقة ابی حنیفہ جالسًا بين يديه يسأله ويستفيد منه“

وما رأيت احدا قط تكلم في الفقه احسن من ابی حنیفہ - ۱۷۳

۱۷۴ صبحی محصانی ، فلسفہ شریعت اسلام ، ص ۳۸ ، ۳۹۔

۱۷۵ الزرکلی ، الاعلام ، الجزء التاسع ، ص ۵۰۔ الزرکلی نے ابو حنیفہ کے ترجمے میں امام مالک کا یہ قول بھی نقل کیا ہے قال الامام مازان یصفه رأيت رجلا لو كلمته في هذا السارية ان يجعلها ذهبًا لقام بحجته ۔

۱۷۶ غلیب بغدادی ، تاریخ بغداد ، جلد ۱۳ ، ص ۲۲۶۔

۱۷۷ ص ۳۳۵ تا ۳۳۶ ، نیز دیکھیے علی بن سلطان محمد ہروی ، مخطوطہ ۱۷۸ ، ص ۸۰۷۔

۱۷۸ ایضاً

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں آپ کا تعارف ان الفاظ میں پیش کیا گیا ہے

The leading high scholar and theologian in Iraq

ترجمہ : " عراق کا فقیہ عظیم اور متکلم "

یوں تو آپ کے مناظرات، مکالمے کثرت سے قبضہ کئے گئے ہیں جن میں سے ہر ایک آپ کی فراست و بصیرت کا جیتا جاگتا ثبوت ہے تاہم یہاں صرف دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں جن سے آپ کی ذہانت و فطانت کا اندازہ آسانی سے لگایا جاسکتا ہے ۔
ابن الاثیر الجزری نے اپنی مشہور تاریخ الکامل میں لکھا ہے کہ اہل بہدان حضرت علیؑ کے حامی تھے منصور نے موصل پر چڑھ کر کشتی اور شب غول مارنے کا ارادہ کیا لیکن اس سے قبل اس نے مشہور فقیہ کریم سے مشورہ کرنا ضروری سمجھا ۔

ابن الاثیر کے الفاظ یہ ہیں :

فا حضر اباحنیفۃ وابن ابی لیلیٰ وابن
شبرمۃ وقال لہما ان اهل الموصل
شرطوا لی انہما لا یخرجون علی فان فعلوا
حلت دما وھما واما الھم وقد خرجوا فانت
ابو حنیفۃ و تحکم السرحلان و
قالا لعیتک فان عنوت فاحل
ذلک انت و ان عاقبت فبما
یستحقون !

پس منصور نے ابو حنیفہ، ابن ابی لیلیٰ اور ابن شبرمہ
کو بلوایا اور کہا : اہل موصل نے میرے ساتھ یہ عہد کیا
تھا کہ وہ میرے خلاف بغاوت نہیں کریں گے اور
اگر انہوں نے اس کا اہ تکاب کیا تو ان کا مال و
جان مباح ہو جائے گا اور اب وہ بغاوت کے قریب
ہوئے ہیں۔ امام ابو حنیفہ تو خاموش رہے، دوسرے
دو حضرات بولے " اہل موصل آپ کی رعیت ہیں آپ
محاکات کر دیں تو آپ اس کے اہل ہیں اور اگر مزادیں
تو وہ اس کے مستحق ہیں " منصور نے ابو حنیفہ کو مخاطب ہو کر
کہا " حضرت ! آپ کیوں خاموش ہیں ؟ آپ نے
فرمایا : امیر المؤمنین ! جس چیز کو ان لوگوں نے آپ
کے لئے مباح قرار دیا ہے انہیں اس کا حق حاصل
نہیں (کیونکہ مومن صرف تین صورتوں میں مباح الدم

فقال لابی حنیفۃ ادالک
مکت یا شیخ ! فقال یا امیر
المؤمنین ! ابا حولک ما لا یملکون
ادایت لو ان امراة اباحت فرجھا
بغیر عقد نکاح و ملک یمین

اکان یحضر ان نوطاً؟ قال لا، و
 کف عن اهل الموصل واهل باحنیفة
 وصاحبہ بالعود الی الکوفة۔ ۱۱
 ہوتا ہے اور یہاں ان میں سے کوئی ایک صورت بھی نہیں
 بھلا فرمائیے اگر کوئی عورت منکوحہ یا باندی ہونے کے
 بغیر اپنے جسم کو کسی شخص کے لئے مباح کر دے تو کیا اس
 سے مقاربت کرنا درست ہوگا؟ (یعنی عورت نے ایسے
 طریق سے اپنے جسم کو مباح کیسے جسے شریعت روا نہیں رکھتی) منصور بولا نہیں، اور اہل موصل سے ہاتھ د
 لیا اور ابوحنیفہ اور ان کے دونوں رفقاء کو کوفہ لوٹ جانے کا حکم دیا۔

خلیب بغدادی تاریخ بغداد میں ابوحنیفہ کے ترجمے میں ایک مستقل فصل "ما ذکر من وفور عقل ابی حنیفة وفطنتہ وتلفظہ
 قائم کی ہے ۱۲۔ اس میں امام اعظم کی ذہانت و فطانت کے کئی واقعات درج ہیں، ایک میں ابو یوسف کے حوالے سے لکھا ہے:

دعا لمنصور اباحنیفة فقال الربیع
 حاجب المنصور وكان یعادى اباحنیفة
 یا امیر المؤمنین هذا ابوحنیفة
 یخالف جدك كان عبد اللہ بن
 عباس یقول اذا حلفت علی الیمین ثم
 استثنی بعد ذلك بیوم او بیومین جان
 الاستثناء وقال ابوحنیفة لا یجوز
 الاستثناء الا متصلاً بالیمین۔ فقال
 ابوحنیفة یا امیر المؤمنین! ان
 الربیع یرى عمارہ لیس لك فی رقاب
 جندك بیعة فقال وکیف؟ قال
 یحلفون لك ثم یرجعون الی
 ایک دفعہ منصور نے ابوحنیفہ کو بلا بھیجا، منصور کے
 حاجب ربیع نے جو آپ کا جانی دشمن تھا، کہا: امیر المؤمنین
 یہ ہیں ابوحنیفہ جو آپ کے دادا کی خلافت و زری کرتے
 ہیں، عبداللہ بن عباس فرمایا کرتے تھے اگر کوئی شخص
 حلف اٹھائے اور اس کے ایک یا دو دن بعد بھی
 انشاء اللہ کہے تو یہ جائز ہے مگر ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ
 استثناء یعنی انشاء اللہ حلف سے متصل ہونا چاہئے
 ابوحنیفہ بولے: امیر المؤمنین! ربیع کا گمان ہے
 کہ آپ کی فوج کے لوگ آپ کے حلقہ بیعت میں
 داخل نہیں ہیں! حنیفہ بولا وہ کیسے؟ آپ نے
 فرمایا وہ یوں کہ آپ کے دو بار حلف اٹھالیں اور
 پھر گھر جا کر استثناء کر لیں، اس طرح ان کو قسم باطل

۱۲ ابن الاثیر الجزیری، تاریخ الکامل، الجزر الخامس، ص ۲۱۷۔

۱۳ خلیب بغدادی، تاریخ بغداد، جلد ۱۳، ص ۳۶۳ تا ۳۶۴۔

منازلهم فيستثنون فتبطل ايماضهم
 قال فضحك المنصور وقال يا ربيع
 لا تعرض لاجل حنيفة فلما خرج
 ابو حنيفة قال له الربيع : اردت
 ان تشيط بدمي قال تو الكنت اريدت
 ان تشيط بدمي فخلصتك وخلصت
 برجائے گی۔ منصور ہنس پڑا اور ربیع سے کہا ابو حنیفہ
 سے تعرض نہ کیجئے جب ابو حنیفہ نکلنے لگے تو ربیع نے
 ان سے کہا : آپ نے تو میرا خون بہانے کا ارادہ کر لیا
 تھا ! فرمایا یوں نہ کیئے بلکہ میرا خون بہانے کا ارادہ
 آپ نے کیا تھا ، میں نے تمہاری بھی گلو خلاصی کرا دی
 اور خود اپنی بھی رہائی کرائی۔

نفسی ۔ ۱۷۷

امام اعظم کی شخصیت اتنی بلند و بالا ہے کہ آپ کے مناقب میں بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں ۱۷۸
 امام اعظم کے بعد دوسری شخصیت جس نے فقہ حنفی کی تدوین میں گرانقدر خدمات انجام دی ہیں ، وہ قاضی ابویوسف کی ہے
 آپ کا اصل نام یعقوب بن ابراہیم بن حبیب انصاری ہے ، ۱۷۹ میں کوفہ میں پیدا ہوئے ، وہیں تعلیم حاصل کی ، آپ عربی نسل تھے
 آپ شروع میں بڑے غریب تھے لیکن علم سے وابستگی اور شوق کی بنا پر علماء کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان سے استفادہ
 کرتے۔ امام اعظم نے آپ کی یہ حالت دیکھی تو مالی امداد فرمانے لگے۔ ابویوسف پہلے قاضی ابن ابی لیلیٰ کے شاگرد رہ چکے تھے ، بعد میں
 جب امام اعظم کی صحبت اختیار کی تو انہی کے ہو کر رہ گئے۔ علم و فضل کی بنا پر عمدہ قضاء پر فائز ہوئے اور اس طرح عباسی خلافت کے
 اولین قاضی قرار پائے۔ خطیب بغدادی نے لکھا ہے :

ولاه موسى بن المهدى القضاء بها ثم هارون الرشيد من بعده وهو اول من
 دعى بقاضى القضاة فى الاسلام ۔ ۱۸۰

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حجتہ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں :-

” امام ابو حنیفہ کے مشہور ترین شاگرد امام ابویوسف ہیں ، امام ابویوسف خلیفہ ہارون الرشید کے زمانے میں
 قاضی القضاۃ کے عہدے پر مامور تھے اور انہی کے ذریعے عراق ، خراسان ، ماوراء النہر وغیرہ ممالک میں امام ابو حنیفہ کا

۱۸۱ ایضاً ص : ۳۶۵

۱۸۲ تفصیل کے لئے دیکھئے الزرکلی ، الاعلام ، الجزء التاسع ، ترجمہ ابو حنیفہ ۔

۱۸۳ ابوزہرہ ، حیات امام ابو حنیفہ ، ص ۳۲۱-۳۲۲ ، نیز دیکھئے تاریخ بغداد ، جلد ۱۴ ، ترجمہ یعقوب بن ابراہیم ابویوسف القاضی ۔

مذہب اور ان کے قضایا شائع ہوئے ۲۷

ابوزہرو نے ابن جریر طبری اور ابن عبد البر کے ان مدعیات کو نقل کیا ہے جو انہوں نے امام ابو یوسف کے متعلق کہے ہیں
امام ابن جریر طبری کہتے ہیں :

” قاضی ابو یوسف بڑے فقیہ ، عالم اور حافظ تھے ، حفظ حدیث میں بڑی شہرت رکھتے تھے ۔ محدث کے بیان حاضر
ہوتے اور پچاس یا ساٹھ احادیث تک یاد کر لیتے ، پھر کھڑے ہو کر اعلان کر دیتے ، بڑے کثیر الحدیث تھے ۔ آپ تین
غلط ، مہدی ، ہادی اور ہارون الرشید کے قاضی رہے ۲۸

ابن عبد البر کہتے ہیں :-

” ہارون الرشید آپ کا بہت احترام کرتے تھے اور ابو یوسف ان کے ہاں بڑے موقر و مکرم تھے ۲۹
خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں ابو یوسف کے ترجمے میں لکھا ہے ” تلاش نے ابو یوسف سے ایک مسئلے کے متعلق دریافت
کیا ۔ ابو یوسف نے اس کا شافی جواب دیا تو تلاش نے کہا تم نے یہ جواب کس شرعی سند کی بنا پر دیا ہے ؟ ابو یوسف نے کہا اس
حدیث کی بنا پر جسے آپ نے ہمارے سامنے بیان کیا ہے ، تلاش نے کہا بخدا میں نے اس حدیث کو اس وقت حفظ کیا کہ تمہارے
باپ کی ابھی شادی بھی نہ ہوئی تھی لیکن اس کے معنی آج معلوم ہوئے ۳۰ (تاریخ بغداد ، جلد ۱۲ ، ترجمہ ابو یوسف القاضی)
اس سے آپ کی دہانت و فطانت اور استنباط مسائل کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے ۔

امام ابو یوسف نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں انہوں نے اپنے اور اپنے استاد امام ابو حنیفہ کے افکار و نظریات
کا ذکر کیا ہے ۔ آپ کی سب سے مشہور تصنیف کتاب الخراج ہے ۔ ۳۱ یہ دراصل ایک خطبہ جو انہوں نے خلیفہ ہارون الرشید
کے نام لکھا ہے اس میں وہ حکومت کے مالی وسائل اور ذرائع آمدنی کی تفصیلات ذکر کرتے ہیں ۔ بقول ابو ذہرہ ” یہ کتاب بلاشبہ اپنے
موضوع پر بہتر اور قیمتی فہمی سرمایہ ہے جس دور میں یہ لکھی گئی اس میں اس کتاب کی کوئی نظیر نہیں ملتی ۳۲

۲۷ شاہ ولی اللہ دہلوی ، حجتہ اللہ البالغہ ، اردو ترجمہ بریل الٹی ، حصہ اول ، ص ۳۸۷ ۔

۲۸ ابوزہرو ، حیات حضرت امام حنیفہ ، ص ۳۲۱

۲۹ ایضاً

۳۰ اس کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں E. Fagnan نے کیا ہے جو ۱۹۲۱ء میں پیرس سے شائع ہو چکا ہے (دیکھئے شار و مناسک لکچر پڑیاات اسلام ، ص ۱۳۱)

۳۱ ابوزہرو ، ص ۳۲۶ ۔

امام ابو حنیفہ کی ایک اور کتاب اختلاف ابی حنیفہ اور ابن ابی لیلیٰ ہے جس میں امام موصوف نے وہ مسائل جمع کئے ہیں جو امام اعظم اور قاضی ابن ابی لیلیٰ میں مختلف دیتے تھے، ان تمام مسائل میں امام ابو یوسف نے امام اعظم کا ساتھ دیا ہے۔

امام ابو یوسف کی کتب پر تبصرہ کرتے ہوئے ابو زہرہ لکھتے ہیں :

”یہ ہیں امام ابو یوسف کی تصانیف، مذکورہ بالا کتب کی عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ ان میں کس قدر حسین تعبیر و مخرج بیان، جزالت و قناعت، دقت نظر اور قوت فکر پائی جاتی ہے۔ اس کے پہلو بہ پہلو فقہی دلائل ہیں جن سے امام ابو حنیفہ کے منہاج فکر کا پتہ چلتا ہے۔“

فقہ حنفی کے تیسرے عظیم ستون امام محمد ہیں۔ آپ کا پورا نام محمد بن الحسن شیبانی اور کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ آپ کی ولادت ۱۳۲ھ میں اور وفات ۱۹۱ھ میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی طور پر امام اعظم سے کتب فیض کیا، تکمیل امام ابو یوسف کے پاس کی۔ علاوہ ازیں امام ثوری اور امام ادزامی سے بھی استفادہ علمی کیا۔ عراقی فقہ (فقہ حنفی) کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد امام مالک کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ نے فقہ، حدیث، روایات اور ان کے افکار و آثار اخذ کئے۔ آپ نے تین برس امام مالک کے یہاں قیام کیا۔ دارون الرشید کے عہد میں قضاء کے منصب پر فائز رہے۔ آپ بالغ نظر ادیب بھی تھے اس لئے لسانی و بیانی خصوصیت سے بہرہ ور تھے۔ شخصیت بھی بڑی باعرب اور جاذبِ نظر تھی۔ امام شافعی فرماتے ہیں :-

”آپ فصیح ترین انسان تھے، جب بولتے تو سامع محسوس کرتا کہ قرآن آپ کی زبان پر اترتا ہے۔“

غلیب بغدادی نے آپ کا ایک قول نقل کیا ہے کہ، **شك ابی ثلاثین الف درهم فانفقت خمسة عشر الفاعل النحر والشعر وخمسة عشر الفاعل الحديث والفقه**۔ (میرے باپ نے تیس ہزار درہم ترکہ چھوڑا، میں نے پندرہ ہزار درہم نحو و شعر کی تحصیل میں اور پندرہ ہزار حدیث و فقہ کے اکتساب میں خرچ کئے) غلیب بغدادی نے آپ کی علمی فضیلت کے ذکر میں امام شافعی کے متعدد اقوال نقل کئے ہیں جن میں سے فقط دو پیش کئے جاتے ہیں۔ امام شافعی فرماتے ہیں :-

”لو اشارة ان اقول ان القراء ان نزل بلغته محمد بن الحسن لقلت لفصاحتہ“

اور آپ نے فرمایا : ”امن الناس على في الفقه محمد بن الحسن“

غلیب بیان کرتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل سے ابواسم الحر بنی نے پوچھا :-

هذه المسائل الدقائق من این لك؟

تو امام احمد حنبل نے جواباً فرمایا : من صحت محمد بن الحسن !

علی بن سلطان محمد الروی القاری نے امام شافعی کے اس قول کو مناقب خوارزمی کے حوالے سے نقل کیا ہے :

عن الشافعی انه قال محمد بن الحسن يخاطب الناس ويكلمهم

على قدر عقولهم فلو كلمهم على قدر عقله لما فهموا كلامه؟ (مخطوطہ)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں :-

" امام ابو حنیفہ کے شاگردوں میں تصنیف و تالیف ، درس و تدریس کی بہترین خدمات انجام دینے والے محمد بن

الحسن ہیں۔ ان کی حالت یہ بیان کی جاتی ہے کہ انہوں نے امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف سے فقہ کی تحصیل کی۔ اس

کے بعد مدینہ منورہ گئے اور امام مالک کے سامنے زانوئے شاگردی بچھایا اور ان سے موطا پڑھی۔۔۔۔۔ ۳۴

ابو زہرہ لکھتے ہیں :-

" محمد بن حسن ان اوصاف کے جامع تھے جو ان کے استاذ امام ابو یوسف کے سوا کسی میں جمع نہ ہو سکے۔ آپ

نے عراقی فقہ مکمل طور پر حاصل کی ، منصب قضا کی ذمہ داریوں نے اس میں مزید جلا پیدا کی ، استاذ مدینہ امام مالک

سے اہل حجاز کی فقہ حاصل کی۔ اہل شام کی فقہ ملک شام کے مشہور شیخ امام اوزاعی سے پڑھی۔ تفریع اور حساب میں

مہارت تامہ رکھتے تھے۔ زبردست قوت بیان کے مالک تھے۔ جب قضا کی ذمہ داریوں سے دو چار ہوئے تو

آپ کے علم تجربہ کو چار چاند لگ گئے اور آپ کو فقہ کا عملی تجربہ حاصل ہوا۔۔۔۔۔ سچی بات یہ ہے کہ عراقی فقہ کو

متاخرین تک نقل کرنے کا سہرا امام محمد کے سر ہے " ۳۵

امام محمد نے فقہ پر بہت سی کتابیں تصنیف کیں اور یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ امام محمد کی تصانیف ہی فقہ حنفی کا اولین

رجح سمجھی جاتی ہیں ، ان کی تفصیل نوآئندہ اوراق میں پیش کی جائے گی یہاں ان کی صرف دو تصانیف سے متعلق دو تبصرے پیش کئے

جاتے ہیں کہتے ہیں کہ امام اوزاعی نے جب آپ کی کتاب "السیر الکبیر" بھی تو پڑھی ،

۳۳۔ شاہ شامی کتب بیرونیات اسلام ، لاہور ، ص ۱۳۱۔

۳۴۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ (برہان النی) حصہ اول ، ص ۳۰۷۔

۳۵۔ ابو زہرہ ، ص ۳۳۶۔

بے ضروری ہے کہ آپ امام اعظم کے دونوں ارشد تلامذہ ابو یوسف اور محمد سے صحبت کے اعتبار سے مقدم تھے چنانچہ امام اعظم کی وفات کے صرف آٹھ سال بعد ہی وفات پا گئے، مگر آپ کا سن وفات ۱۵۸ھ ہے۔ آپ نے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی۔ ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ آپ امام اعظم کی وفات کے بعد قوثا عرصہ زندہ رہے تاہم اس سے انکار ممکن نہیں کہ پوری زندگی آپ امام اعظم کے افکار و آراء کی نشر و اشاعت میں سرگرم عمل رہے۔ امام اعظم کی زندگی ہی میں آپ بصرہ کے قاضی بن گئے تھے تاہم آپ امام اعظم کے حلقہ درس کے ہاشمین ہوئے اور ان کے بعد ہی مسند تدریس امام ابو یوسف کے حصے میں آئی۔

تاریخ بغداد میں ان چاروں بزرگوں کا بڑا اہمہ تقابل بیان کیا گیا ہے، لکھا ہے :

”مروی ہے کہ ایک شخص امام مزنی کی خدمت میں حاضر ہوا اور اہل عراق کے بارے میں دریافت کرتے ہوئے امام مزنی سے کہا : ”ابو حنیفہ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟“ امام مزنی نے کہا : ”اہل عراق کے سردار“۔ اس نے پوچھا : ”اور ابو یوسف کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟“ وہ بولے : ”وہ سب سے زیادہ حدیث کا اتباع کرنے والے ہیں“۔ اس نے پھر کہا اود امام محمد کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟“ مزنی بولے : ”وہ تغریبات میں سب پر فائق ہیں“ وہ بولا : ”اچھا تو زفر کے متعلق فرمائیے : امام مزنی بولے : ”وہ قیاس میں سب سے زیادہ تیز ہیں“۔“

فقہ حنفی کی تدوین اور اس کا طریق کار

عصر صحابہ میں جو مجتہد پائے جلتے تھے وہ اپنے فتاویٰ اور اجتادات کو جمع نہیں کرتے تھے بلکہ انہوں نے حدیث نبوی کی جمع و تدوین بھی نہیں کی۔ بعد میں مدینہ کے فقہاء حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عائشہ، حضرت ابن عباس اور ان کے بعد تابعین کے فتاویٰ جمع کو ملے گئے۔ ان کو دوسرے مسائل کے لئے مبنی قرار دیتے تھے۔ عراقی فقہاء عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی کے فتاویٰ شریح اود دیگر قضاة کو ذہن کے فیصلوں کو جمع کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ابو ایمن نخعی نے بھی فتاویٰ کو ایک مجموعے میں جمع کیا تھا۔ امام ابو حنیفہ کے استاد حماد کا بھی ایک مجموعہ تھا، تاہم ان کی حیثیت ایک ذاتی دائرہ کی تھی کہ مجتہد عند العزمت اس کی طرف رجوع کرتا تھا، فقہ کی باقاعدہ تدوین کا سہرا امام اعظم کے سر پہ ہے۔

بقول علامہ عکی امام ابو حنیفہ اولین شخص ہیں جنہوں نے علم شریعت کو مدون کیا۔ آپ سے قبل یہ فرسی کو حاصل نہ ہو سکا۔ صحابہ و تابعین نے نہ ابواب مرتب کئے اور نہ کوئی با ترتیب تصنیف کی، ان کا تمام تر اعتماد قوتِ فہم پر تھا۔ ان کے دل ہی علم کے

صندوق تھے۔ امام ابوحنیفہ نے آنکھ کھولی تو دیکھا کہ اوراقِ علم بکھرے پڑے ہیں۔ ان کے ہی میں آیا کہ مبادا بعد میں آنے والے
ناخلف انہیں ضائع کر دیں۔۔۔۔۔ امام ابوحنیفہ نے تدوینِ علم کا بیڑا اٹھایا۔^۱

علی بن سیدان محمد الروی نے بھی اس امر کی نشاندہی کی ہے :

”اذ من المعلوم المقوران الامام الاعظم هو المجتهد الاقدم وهو
الذی اسس الاصول والفروع بادلۃ المعقول والمشرع حتی اعترف
الشافعی حیث قال الخلق کلہم عیال ابی حنیفۃ فی الفقہ۔“

د عکسی نسخہ مکتبہ انورستہ، استنبول، ترکی میں

فقہ حنفی کی تدوین میں امام اعظم کی حیثیت بانی و قائمہ اور رہنما کی ہے تاہم اس امر کا ذکر ضروری ہے کہ امام اعظم کی براہِ
راست فقہ حنفی پر کوئی تصنیف نہیں بلکہ آپ کے تلامذہ نے آپ کی زیرِ سرپرستی آپ کے اقوال و روایات سے اور حضرت امام نے
کبھی کبھی ان پر نظر ثانی فرمائی۔ چنانچہ فقہ حنفی کی کتب کی تدوین میں کچھ حد تک امام ابو یوسف و درہ تقریباً مکمل فقہ حنفی کی تدوین
امام محمد نے کی۔ امام اعظم کی کوئی باقاعدہ تصنیف نہ ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

”فقہ میں امام ابوحنیفہ نے کوئی مرتب و منظم کتاب تصنیف نہیں کی اگر آپ کے عہد کے حالات پر ایک طائرانہ
نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات رواجِ عصر اور رفتارِ زمانہ کے بالکل مطابق ہے کیونکہ کتابیں تصنیف کرنے
کا رواج آپ کی وفات کے بعد یا آپ کی زندگی کے آخری دور میں ہوا جبکہ آپ بوڑھے ہو چکے تھے۔“^۲

فقہ حنفی کی ایک نمایاں اور اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کی تدوین شوری طریق کار پر ہوئی۔ اس طریق کار پر
روشنی ڈالتے ہوئے علامہ مکی ”الناقب“ میں لکھتے ہیں :-

”آپ نے اپنے مسلک کی اسباب اپنے تلامذہ کی شوری پر رکھی اور ان پر اپنی رائے ٹھونسنی نہیں
چاہی۔ اس سے آپ کا مقصد دینی کاوش اور خدا و رسول سے تعلق خلوص میں امکانی مددگار کو شاں رہنا تھا
آپ ایک ایک مسئلہ پیش کر کے تلامذہ کے جوابات سنتے تھے اور پھر اپنا مافی الضمیر بیان فرماتے۔ ضرورت کا تقاضا
ہوتا تو ان سے تبادلۂ افکار بھی کرتے۔ جب ایک قول پر آکر بات ٹھہر جاتی تو ابو یوسف اسے اصول میں درج

^۱ الناقب مکی بحوالہ ابو ذرہ ۱ ص ۳۱۰ -

^۲ ابو ذرہ ۱ ص ۳۰۸ -

کہتے۔ اس طرح انہوں نے سب اصول تحریر کر لئے۔ ﷺ

مجلس شوریٰ میں شریک تلامذہ کس پائے کے تھے اور علم و فضل کے کس مقام پر فائز تھے؟ اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے اپنے وابستہ دامن تلامذہ کے متعلق فرمایا :-

” اصحابنا حولنا ستة وثلاثون رجلا منهم ثمانية وعشرون يصلحون للقضاء ومنهم ستة يصلحون للفتوى ومنهما شان يصلحان يؤدبان للقضاة واصحاب الفتوى و اشار الى ابي يوسف و زفر“

” یہ چھتیس آدمی ہیں، ان میں سے اٹھائیس قاضی بننے کے لائق ہیں اور چھ قاضی بننے کے اور دو قاضی اور مفتیوں کی اصلاح و

تادیب کی قابلیت رکھتے ہیں، اور آپ نے ابو یوسف اور زفر کی طرف اشارہ فرمایا۔“ ﷺ

اس میں جہاں باقی تلامذہ کی فضیلت علمی کا اندازہ بآسانی ہو سکتا ہے وہاں ابو یوسف اور زفر کی علمی عظمت کا اندازہ کرنا چندان دشوار نہیں۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ امام اعظم نے فقہ حنفی میں کوئی مرتبہ و منعم تصنیف نہیں فرمائی تھی، آپ کے اصحاب تلامذہ آپ کی فقہی آراء کو مدون کرتے اور ضبط تحریر میں لاتے تھے، کبھی آپ انہیں اطلاع بھی کراتے تاہم یہ تمام کام امام ابو یوسف، اور امام محمد کے ہاتھوں تکمیلی مراحل تک پہنچا، چنانچہ ابو زہرہ لکھتے ہیں :

” ابو یوسف نے کتاب الخراج اور فقہ حنفی کی دیگر کتب مدون کیں، پھر امام محمد کا دور آیا تو انہوں نے

مکمل یا تقریباً مکمل فقہ حنفی کو ترتیب دیا۔“ ﷺ

امام محمد نے بن کتابوں کی تدوین کی ہے ان کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم وہ ہے جسے ثقہ راویوں نے امام محمد سے روایت کیا ہے انہیں کتب ظاہر الروایہ یا مسائل اصول کہا جاتا ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جو ثقہ راویوں سے روایت نہیں کی گئیں ان کا نام کتب یا مسائل النوادر ہے۔ کتب ظاہر الروایہ چھ ہیں : المبسوط، الجامع الکبیر، الجامع الصغیر، کتاب السیر الکبیر، کتاب

ﷺ المناقب، کتاب الخراج، ابو زہرہ، ص ۳۱۱۔

ﷺ خلیب، تاریخ بغداد، جلد ۱۴، ترجمہ یعقوب بن ابراہیم ابو یوسف القاضی (امام محمد کا شاگرد) میں اس لئے نہیں کیا گیا کہ آپ کی مجلس

وقت چھوٹی تھی کہہ نہ سکے امام اعظم کی وفات کے وقت آپ کی عمر صرف ۱۸ برس تھی۔

ﷺ ابو زہرہ : ص ۳۰۹۔

السیر الصغیر اور زیادات - یہ چھ کتابیں ابو الفضل نے اپنی تصنیف کتاب الکافی میں جمع کر دی ہیں۔ بعد ازاں علامہ سرسی نے کتاب المبرور
میں جو تیس جلدوں پر مشتمل ہے کافی کی شرح لکھی ہے۔ لکھ

(محصانی نے کتاب اتحاد کی تفصیل کے علاوہ امام اعظم کے دیگر کماذہ کی تصانیف نیز فقہ حنفی کے مسائل پر مشتمل مشہور کتب
فتاویٰ کی تفصیل بھی اپنی تصنیف فلسفۃ التشریح فی الاسلام میں دی ہے، دیکھئے صفحہ ۳۰ تا ۳۳)

فقہ حنفی کے اصول اور استنباط مسئلہ کا طریق کار

امام اعظم نے اپنی فقہ کی بنیاد کتاب وسنت اور صحابہ کرام کے اقوال و فتاویٰ پر رکھی۔ آپ نے فرمایا :
”میں حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور ان کے اصحاب و
کماذہ کی فقہ حاصل کر چکا ہوں“ لکھ

ابن عبدالبر نے ”انتقاء“ میں آپ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے :

”جب کوئی مسئلہ کتاب اللہ میں ملے نہ سنت رسول میں تو میں اقوال صحابہ پر غور کرتا ہوں اور اقوال صحابہ
کے سامنے کسی کے قول کو قابل اعتناء نہیں سمجھتا“ لکھ
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں :

”اور امام ابوحنیفہ کے مذہب کی اصل و اساس حضرت عبداللہ بن مسعود کے فتوے اور حضرت علی کے قضایا
اور فتوے اور قاضی شریح کے قضایا، فیصلے اور دیگر کوفہ کے قاضیوں کے قضایا اور فتوے ہیں۔ انہوں نے اسی
سے حسب توفیق الہی مسائل فقہ جمع کئے“ لکھ

شاہ صاحب امام ابوحنیفہ کے طریق اور ان کی فقہی بصیرت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

”اور حضرت امام ابوحنیفہ عموماً حضرت امام ابراہیم نخعی اور ان کے ہم عصر علماء کو نہایت التزام سے تھا۔ ہوتے
تھے اس سے وہ ذرہ برابر متجاوز نہ ہوتے تھے الا ماشاء اللہ۔ حضرت امام ابوحنیفہ ان کے مذہب کی خوبجانت

لکھ محصانی ، فلسفۃ التشریح فی الاسلام، اردو ترجمہ شریعت اسلام ص : ۳۰ -

لکھ ابو زہرہ : ص ۵۷ -

لکھ ابن عبد البر ، انتقاء ، ص ۱۳۳ بحوالہ بھی محصانی ص ۳۸ -

لکھ حجة اللہ البانی ، اردو ترجمہ برہان الہی ، ص : ۳۸۱

میں ایک عظیم الشان حیثیت رکھتے تھے۔ تجزیجات مسائل کی وجوہات پر نہایت دقیق و عمیق نظر رکھتے تھے، اور
فروعیات پر پوری پوری نظر اور کامل توجہ تھی، ۱۴۸

اپنے مندرجہ بالا بیان کی تائید و تصدیق کے لئے شاہ صاحب لکھتے ہیں :

• اگر تم ہمارے اس بیان کی تصدیق چاہتے ہو تو امام محمد کی کتاب الآثار اور جامع عبدالرزاق، مصنف
ابی بکر بن ابی شیبہ کا مطالعہ کرو اور ان میں حضرت ابراہیم نخعی اور ان کے ہمعصر علماء کے اقوال کا تفحص کرو، پھر
ان کو امام ابو حنیفہ کے مذہب پر منطبق کرو، ٹھیک ٹھیک تم اپنے اساتذہ کی روش اور طریقہ کا پیرو پاؤ گے، ۱۴۹
امام ابو یوسف کی کتاب "الرد علی سیر الاوزاعی" پر تبصرہ کرتے ہوئے ابو زہرہ نے امام اعظم کے طرق استنباط اور
فقیہی مہارت کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے :

• کتاب ہذا میں امام ابو حنیفہ کے دلائل، طرق استنباط اور مسالک استدلال کی اہلی صورت دیکھی جاسکتی
ہے۔ اس کے پہلو بہ پہلو یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ آپ فقیہ قیاسات میں کس قدر مہارت تامہ رکھتے تھے
اور نصوص کتاب و سنت کی تشریح و توضیح کرتے وقت آپ کی عقل و فہم کس ان کے غایات اور بواعث
علی تک پہنچ جاتی تھی، ۱۵۰

امام ابو یوسف کی دوسری کتاب "اختلاف ابی حنیفہ و ابن ابی یسلی" پر تبصرہ کرتے ہوئے ابو زہرہ لکھتے ہیں :-
"یہ کتاب جن مفید مسائل و ادلة پر مشتمل ہے وہ امام ابو حنیفہ کی فقیہی بصیرت و فراست کی جیتی جگتی
تصویر ہیں، ۱۵۱

اس مہارت اور دقیق و عمیق نظر اور فقیہی بصیرت و فراست کے باوجود امام اعظم جب کسی مسئلے پر فتوے دیتے تو
کہہ دیتے :

"هَذَا رَأْيُ النُّعْمَانِ بْنِ ثَابِتٍ يَعْنِي نَفْسَهُ وَهُوَ أَحْسَنُ مَا قَدَرْنَا

۱۴۸ حجتہ اللہ البالغہ : اردو ترجمہ برہان النہی، ص : ۳۸۶۔

۱۴۹ ایضاً : ص : ۳۸۷۔

۱۵۰ ابو زہرہ : ص : ۳۳۱، ۳۳۲۔

۱۵۱ ایضاً : ص : ۳۳۱۔

عليه فمن جاء باحسن منه فهو اولي بالصواب ۵۲

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے امام شہرانی کی تالیف کتاب ایواقیت والجواہر کے حوالے سے امام اعظم کا یہ قول نقل

کیا ہے :

”انہ یقول : لا ینبغی لمن لم یعرف دلیلی ان یفتی بکلامی“ ۵۳

یعنی جسے میری دلیل کا علم نہیں اسے میرے قول پر فتوے نہیں دینا چاہیے۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے امام محمد کی ہی شخصیت ہے جنہوں نے امام اعظم سے قرعے استفادہ اور امام ابو یوسف

سے خاطر خواہ بہرہ ور ہونے کے بعد فقہ حنفی کی عملی طور پر تدوین کی۔ ان کے متعلق شاہ صاحب لکھتے ہیں :

” انہوں نے امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے مذہب پر غور و خوض کرنا شروع کیا اور ان کے ہر مسئلے

کو امام مالک کے موطا پر منطبق کرنے کی کوشش کی۔ اگر یہ مسائل موطا پر منطبق ہو جاتے تو فہما و گرنہ پھر صحابہ

اور تابعین کے اقوال پر نگاہ ڈالتے۔ اگر صحابہ اور تابعین کو اپنے اصحاب و اساتذہ کے مذہب کے مطابق پاتے

تو اسے اختیار کر لیتے اور اگر اپنے مذہب و مسلک اور عمل فقہاء کو منعیق قیاس اور کمزور تخریج پر مبنی پاتے

اور وہ صحیح حدیث کے خلاف ہوتا اور اکثر علماء اس کے خلاف ہوتے تو وہ اسے ترک کر دیتے اور علماء سلف

میں سے جس کا مذہب و مسلک راجح اور قوی پاتے، اختیار کر لیتے“ ۵۴

ابو زہرہ کتاب الخراج پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

” ان کا زیادہ اعتماد قرآنی دلائل، احادیث نبویہ اور صحابہ کرام کے فتاویٰ پر ہے وہ احادیث روایت

کر کے ان سے عمل کا استنباط اور صحابہ کے ان پر عمل کا ذکر کرتے ہیں“ ۵۵

جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا ہے، فقہ حنفی کا مدار قرآنی دلائل، احادیث نبویہ اور صحابہ کرام کے فتاویٰ پر ہے اس

کا ذکر کرنا بے حد ضروری ہے کہ عہد عباسی میں چونکہ اسلامی سلطنت کا دائرہ بہت وسیع ہو چکا تھا اور مختلف تہذیب و

۵۲ حجتہ اللہ باللہ ، ج ۱ ، ص ۱۴۰

۵۳ یفتی ، ص ۱۶۰

۵۴ ایضاً ، ص ۱۶۰

۵۵ ابو زہرہ ، ص ۱۶۰

تمدن سے وابستہ لوگ مشرف بہ اسلام ہو رہے تھے لہذا یہ ایک منطقی نتیجہ تھا کہ نئے مسائل پیدا ہوئے، اور عالی ہمت فقہائے کرام نے کتاب و سنت کی روشنی میں ان کے حل کے لئے پوری پوری کوشش کی۔ ظاہر ہے کہ بعض مسائل میں مختلف مکاتب فکر کے فقہاء کرام کے درمیان اختلافات بھی پیدا ہوئے ابن خلدون فقہائے احناف کی مہارت اور فقہی بصیرت پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہے،

”امام ابوحنیفہ کے شاگردوں نے خلفائے عباسیہ کی صحبت میں رہ کر تالیفات کے تودے لگا دیے اور شافعیوں کے ساتھ ان کے زبردست مناظرے رہے اور اختلافی مسائل میں اچھی اچھی بحثیں ان کے قلم سے نکلیں اور وہ علم میں منہج گئے اور عمیق النظر بن گئے اور جو کچھ ان کی نصیحت و برتری تھی وہ منظر عام پر آگئی۔“ ۵۷

ابن خلدون نے مذہب حنفی کے ذکر کے ساتھ ساتھ دیگر مذاہب فقہ پر بھی تبصرہ کیا ہے۔ مذہب مالکی کے متعلق لکھتے ہیں:

”آپ دیکھیں گے کہ مالکی مذہب بہ نسبت اور مذاہب کے حضرت کے رنگ و اثر سے دور ہی رہا۔“ ۵۸

حنبل مذہب کے متعلق بیان کرتے ہیں:-

”امام احمد بن حنبل کے مقلدین بہت کم تعداد میں ہیں کیونکہ ان کا مذہب اجتہاد سے دور رہا۔“ ۵۹

حنبل فقہاء کا فقہائے احناف سے استفادہ علمی کا ذکر کرتے ہوئے ابن خلدون لکھتا ہے:-

”امام احمد بن حنبل کے شاگردوں نے امام ابوحنیفہ کے شاگردوں سے استفادہ علمی کیا، گو ان کا خود اپنا مرتبہ حدیث میں بہت اونچا تھا مگر پھر بھی فقہ حنفی ہی کے خوشہ چین ہوئے۔“ ۶۰

فقہ کے ذکر کے ساتھ ساتھ ابن خلدون نے اصول فقہ کے ضمن میں امام شافعی کے متعلق یہ لکھا ہے کہ سب سے پہلے انہوں نے اس علم پر قلم اٹھایا اور اس میں ایک مشہور رسالہ لکھا، پھر فقہائے حنفیہ نے اس میدان میں قدم رکھا تو قواعد پر بصیرت افروز بحثیں اٹھائیں۔ اصول فقہ میں فقہائے احناف کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے ابن خلدون نے لکھا ہے:

”بہر حال ماننا پڑتا ہے کہ فقہائے حنفیہ کو اس میں بے نظیر مہارت ہے کہ نکات فقہ کی گہرائیوں تک

۵۷ ابن خلدون، مقدمہ، اردو ترجمہ، ص ۲۶۹

۵۸ ایضاً، ایضاً، ص ۲۷۰

۵۹ ایضاً، ایضاً، ص ۲۶۹

۶۰ ایضاً، ایضاً، ص ۲۶۹

”امام شافعی (امام مالک کے) مدنی مکتب فکر کے بجائے امام محمد اشعری کے مرتب استدلال کو جزوی طور پر اپناتے ہیں اور اس پر اپنے استدلال کی عمارت تعمیر کرتے ہیں، اگرچہ وہ ہر مسئلے میں ان دونوں قدیم مکاتب فکر سے بڑے نظر آتے ہیں۔“

مصنف مذکور نے ابو حنیفہ اور ابن ابی سیل کے طرق استنباط اور دلائل کا مقابلہ پیش کیا ہے، بحث کو سمیٹتے ہوئے لکھتا ہے :-

”The examples with which I illustrated the development of legal reasoning show the superiority of Abu Hanifa's technical legal thought over that of Ibn Abi Laila.“ ۲۶۱

ترجمہ :- ”وہ مثالیں جن سے میں نے قانونی استدلال کے نشو و ارتقاء کو واضح کیا اس امر پر دال ہیں کہ ابو حنیفہ کا فنی اور قانونی نقطہ نگاہ ابن ابی سیل کے استدلال اور نقطہ نگاہ سے فوقیت کا حامل ہے۔“

امام اوزاعی (نیز ابن ابی سیل) کے ساتھ امام عظیم کے منہاج استدلال کا موازنہ کرتے ہوئے یہی مصنف قلمراز ہے۔

”..... those numerous cases which show Abu-Hanifa's legal thought not only more broadly based and more thoroughly applied than that of Auzai and Ibn Abi Laila, but technically more highly developed, more circumspect, and more refined.“ ۲۶۲

ترجمہ :- ”ان کثیر التعداد مسائل سے ظاہر ہے کہ نہ صرف یہ کہ اوزاعی و ابن ابی سیل کی نسبت ابو حنیفہ کا قانونی نقطہ نگاہ زیادہ وسیع النظری پر مبنی اور کامل و مکمل طور پر منطقی نظر آتا ہے بلکہ فنی محاسن کے اعتبار سے استثنائی

ارتقائی، زیادہ محتاط اور زیادہ دقیقہ رس ہے۔“

اسی مصنف نے امام اعظم کے طریق استدلال کو ان شاندار الفاظ میں بدیع تحسین پیش کیا ہے

Abu Hanifa shows a high degree of technical reasoning, is sharp-sighted and systematic, and anticipates Shafi's doctrine. ۱۷

ترجمہ: ”ابوحنیفہ ایک اعلیٰ درجے کے فنی استدلال کا ظاہر ثبوت دیتے ہیں، وہ بڑے دقیقہ رس، صاحب بصیرت اور با اصول ہیں اور شافعی کے اصول و نظریات کو ان سے بہت پہلے بحث میں لائے ہیں۔“

فقہ حنفی کی خصوصیات

اسلام دینِ فطرت ہے اور پوری انسانی زندگی کے لئے ایک روشن ضابطہ حیات ہے۔ قرآن حکیم نے جو منبعِ رشد و ہدایت ہے اور اسلامی فقہ و قانون کا ماخذِ اول ہے، انسانی زندگی کے لئے بنیادی ذریعہ اصول کی نشاندہی کر دی ہے۔ اس کے اجمالی احکام کی تشریح و توضیح سنتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے میسر آ جاتی ہے اور ان دونوں یعنی کتاب و سنت کی روشنی میں مشابہ اور مثال مسائل پر قیاس کرتے ہوئے یا علت و حکمت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے فقہائے کرام نے نئے ابھرنے والے مسائل کا حل پیش کیا ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے مسائل کے استنباط میں فقہی اختلافات ناگزیر رہتے (اگرچہ ان اختلافات کی نوعیت موجودہ دور میں کسی عدالت کے فاضل جموں کی آراء میں اختلاف کی طرح ہے) چنانچہ مختلف فقہی مکاتبِ فکر و جہود میں آئے جن میں سے صرف چار کو شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی اور اہل سنت والجماعت کے نزدیک چاروں ائمہ احقرام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں، علی بن سلطان الہروی لکھتے ہیں:-

”اتفق علیہ علماء الامۃ من اهل السنة والجماعة ان الائمة الاربعہ
كلہم علی طریق الهدایۃ السنیۃ علی الاصول القواعد الشرعیۃ
والفروع والمزنیات النقیۃ“

(اہل سنت و جماعت کے علماء اہمیت اس امر پر متفق ہیں کہ چاروں ائمہ کرام، امام اعظم، ابوحنیفہ، امام مالک، امام

شافعی اور امام احمد بن حنبل، رشد و ہدایت کے ایک ایسے طریق پر گامزن ہیں جو شرعی اصول و قواعد، فروع اور خیریات فقہیہ پر مبنی ہے۔

ان چار مقبول و مشہور فقہی مکاتب فکر میں سے فقہ حنفی کو خصوصی طور پر فردغ نصیب ہوا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ فردغ جیسا کہ بعض حضرات نے اس خیال کا اظہار کیا ہے، محض حنفی فقہاء کے عمدہ قضاء پر مامور ہونے کی وجہ سے ہوا یا فقہ حنفی کے ذاتی محاسن کی وجہ سے ہوا ہے۔ قبل اس کے کہ فقہ حنفی کی خصوصیات کا تفصیلی جائزہ لیا جائے۔ فقہ حنفی کی شہرہ آفاق کتاب الہدایہ میں سے چند مسائل بطور مثال پیش کئے جاتے ہیں جن سے فقہ حنفی کے موقف اور طریق استدلال کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

۱۔ نکاح میں گواہ

نکاح میں گواہوں کا عادل ہونا شرط نہیں حتیٰ کہ ہماری رائے میں نکاح دو فاسق گواہوں کی گواہی سے بھی منع نہ ہوگا۔ اس میں امام شافعی کا اختلاف ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ گواہی دو برابر ہے اور فاسق کا شمار حقیر لوگوں میں ہوتا ہے۔ ہمارے (احناف) کے لئے یہ ہے کہ فاسق ولی ہو سکتا ہے لہذا وہ گواہ بھی بن سکتا ہے اور یہ واضح امر ہے کہ جب مسلمان ہو نیکی بنا پر خود اپنے متعلق حق دلالت سے محروم نہیں کیا جاتا تو دوسرے کے متعلق بھی محروم نہیں کیا جائیگا کیونکہ وہ اسی جنس میں سے ہے اور دوسرے جب وہ تانہی مکرر کر سکتا ہے تو وہ خود بھی تانہی ہو سکتا ہے (لہذا گواہ بطریق اولیٰ ہو سکتا ہے)

ولا تشترط العدالة حتى ينعقد
بحضرة الفاسقين عندنا خلافا
لشافعي رحمه الله لان الشهادة
من باب الكرامة والفاسق من اهل
الاهانة ولنا انه من اهل الولاية
فيكون من اهل الشهادة وهذا لانه
لما لم يحرم الولاية على نفسه لاسلامه
لا يحرم على غيره لانه من جنسه و
لانه صلح مقلدا فيصلح مقلدا۔ ۱۵۵

۲۔ تین طلاقیں دینا۔

طلاق بدئی کی صورت یہ ہے تین طلاقیں یکبارگی دے دے یا ایک ہی طہر میں دے جب وہ ایسا کر بیٹھے گا تو طلاق واقع ہو جائے گی اور وہ (غلط طریق سے طلاق دینے والا) گنہگار ہوگا۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ گنہگار ہونے

وطلاق البدعة ان يطلقها ثلاثا
بكلمة واحدة او ثلاثا في طهر واحد
فعل ذلك وقع الطلاق وكان عاصيا

وقال الشافعي رحمه الله: كل الطلاق
مباح لانه تصرف مشروع ولنا ان
الاصل في الطلاق هو الحظر لما فيه
من قطع النكاح الذين تعلقت به
المصاح الدينية والدينية والاباحة
للحاجة الى الخلاص والحاجة الى
الجمع بين الثلاث وهي المفرق على
الاطهار ثابت نظرا الى دليلها. ۱۷

کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا کیونکہ ہر طلاق مباح ہے اور
یہ ایک شرعی تصرف ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ طلاق سے
در اصل منع کیا گیا ہے کیونکہ اس سے وہ ازدواجی رشتہ منقطع ہو جاتا
ہے جس کے ساتھ دین و دنیا کی بہت سی معطلتیں وابستہ ہوتی ہیں اسکی اجازت
صرف مگر خلاصی کی ضرورت کے تحت ہے اور جب یہ ضرورت ایک طلاق
سے پوری ہو سکتی ہے تو یکبارگی تین طلاق دینے سے کیا فائدہ بھلا
تک اس کے مختلف طرووں میں دینے کا سوال ہے اس کا جواب یہ ہے
کہ اس میں واقعی ضرورت کی دلیل ملحوظ رہتی ہے۔

۳۔ مطلقہ کی عدت کے دوران اس کی بہن سے نکاح

واذا طلق امرأت طلاقا بائنا او رجعيا
لم يجز لمان يتزوج باختها حتى
تنقضي عدتها وقال الشافعي رحمه
الله: ان كانت العدة عن طلاق بائن
او ثلاث يجوز لانقطاع النكاح
بالكلية اعمالا للقاطع ولهذا لو
وطئها مع العلم بالحرمية يجب الحد
ولنا ان نكاح الاولى قائم لبقاء
احكامه كالنفقة والمنع والفراش و
للقاطع تأخر عمل ولهذا بقي القيد
والحد لا يجب على اشارة كتاب
الطلاق وعلى عبارة كتاب الحدود

اگر مرد اپنی بیوی کو طلاق بائن یا رجعی سے دے تو اس کے لئے
جائز نہیں کہ مطلقہ بیوی کی بہن کو اپنے نکاح میں لائے جب تک
اس کی عدت پوری نہ ہو جائے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر عدت
طلاق بائن یا تین طلاقیں کی ہے تو (بیوی کی بہن سے نکاح جائز ہے
کیونکہ) طلاق کے اثر کی وجہ سے نکاح کلی طور پر زائل ہو چکا ہے اسی بنا
پر اگر اس نے دانستہ مطلقہ بیوی سے جماعت کی تو اس پر حد واجب
ہوگی۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ پہلا نکاح اپنے بعض احکام مثلاً نفقہ، گھر
سے نکلنے سے منع، نسب وغیرہ کے احکام باقی ہونے سے ابھی باقی ہے
اور طلاق نے تو محض اس کے اثر کو متاخر کر دیا ہے لہذا یہ حکمت
موجود رہے گی اور کتاب طلاق کے اشارے کے مطابق اس
پر حد بھی واجب نہ ہوگی اور کتاب الحدود میں اسے اس لئے واجب
کیا گیا ہے کہ نکاح کی ملکیت زائل ہو چکی ہے لہذا بدکارہ ثابت ہوگی

لیکن جو مسئلہ ہم نے بیان کیا ہے اس میں نکاح کی ملکیت
ذائل نہ ہوگی چنانچہ مرد و دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا
قرار پاسے گا۔

يجب لان الملك قد زال في حق
الحل فيتحقق الزنا ولم يرتفع في
حق ما ذكرنا فيصير جامعا. ۱۷

۴۔ مطلقہ کی عدت

اگر قرد سے مراد حیض لینا زیادہ مناسب اور راجح ہے اسکی پہلی دلیل یہ ہے
کہ قرد کا لفظ جمع ہے (اور جمع میں کم از کم تین افراد ہوتے ہیں) لہذا اگر طلاق
معنی میں استعمال ہوگا تو جمع نہیں رہیگا کیونکہ اس طلاق کا کچھ حصہ پہلے گزر چکا ہوتا
ہے جس میں طلاق واقع ہوتی ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ عدت کا مقصد بقاء
رحم کا معلوم کرنا ہے اور یہ برات حیض ہی سے معلوم ہو سکتی ہے تیسری
دلیل حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد ہے کہ باندی کی عدت دو حیض ہوتی ہے۔ یہ حد قرد کی تشریح
قرار پائیگی اگر جب باندی کی عدت کی تعیین حیض سے کی گئی ہے تو آزاد عورت کی عدت کا
تعیین بھی اسی سے ہوگا۔

والحامل على الحيض اولى اما عملاً
بإفظ الجسم لان لو حمل على
الاطهار والطلاق يوقع في طهر
لم يبق جمعا اولان معرف لبراءة
الرحم وهو المقصود اول قوله عليه
الصلاة والسلام وعدة الامة حيضتان
فيلتحق بيانابه. ۱۸

۵۔ مصارف زکوٰۃ

زکوٰۃ کی ریسب وہ صورتیں ہیں جو بیان کر دی گئی ہیں پس مالک کو یہ حق حاصل
ہوگا کہ وہ ان میں سے ہر ایک کو زکوٰۃ ادا کرے اور اسے یہ بھی حق حاصل ہوگا
کہ کسی ایک ہی صنف کو پوری زکوٰۃ ادا کر دے۔ امام شافعی فرماتے ہیں
کہ فقط کسی ایک صنف کو زکوٰۃ ادا کرنا جائز نہ ہوگا بلکہ زکوٰۃ اسی صورت
میں ادا ہوگی جب آٹھ اصناف (مصارف ثمانیہ) میں سے ہر صنف
کے کم از کم تین افراد کو زکوٰۃ دی جائے کیونکہ للفقراء میں لام سے اضافت
کی گئی ہے جو ان اصناف کا حق ثابت کرتا ہے۔ احناف کی دلیل یہ
ہے کہ لام اضافت بیان کے لئے ہے اس سے آٹھ اقسام کا لازمی مستحق

فهذه جهات الزكاة فللمالك ان
يدفع الى كل واحد منهم وله
ان يقتصر على صنف واحد وقال
الشافعي لا يجوز الا ان يصرف
الى ثلاثة من كل صنف لان
الاصناف بحرف اللام للاستحقاق
ولنا ان الاضافة لبيان انهم
مصارف لا لاثبات الاستحقاق

وهذا لما عرف ان الزكاة حق الله تعالى وبعلت الفقر صار وامصاره فلا يبالى باختلاف جهاته والذي ذهبنا اليه مروي عن عمرو بن عباس رضي الله عنهما .

۶۔ زکوٰۃ میں قیمت کی ادائیگی

ويجوز دفع القيم في الزكاة عندنا وكذا في الكفارات وصدقة الفطر والعشر والنذر وقال الشافعي رحمه الله لا يجوز اتباعا للمنصوص كما في الهدايا والصدقات ولنا ان الامر بالاداء الى الفقير يصل للرزق الموعود اليه فيكون ابطالا لقبيل الشاة فصار كالجزية بخلاف الهدايا لان القرية فيها اراقة الدم وهو لا يعقل ووجه القرية في المتنازع فيه سدخلة المحتاج وهو معقول .

۷۔ بچے اور مجنون پر زکوٰۃ

وليس على الصبي والمجنون زكاة

ہونا ثابت نہیں ہوتا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ زکوٰۃ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور لوگ غربت، ناداری اور فلاس کی بناء پر زکوٰۃ کے معرب قرار پاتے ہیں لہذا اس امر کا لحاظ نہ رکھا جائے گا کہ نادار شخص کون ہے اور ہمارا یہ موقف اس بناء پر ہے کہ حضرت عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی طریقہ منقول ہے ۔

ہمارے احاث کے نزدیک زکوٰۃ میں واجب شدہ چیز کے بجائے اسکی قیمت ادا کرنا جائز ہے اسی طرح کفاروں میں یا صدقہ نظر میں یا عشر میں یا نذر میں کسی واجب کے بجائے اسکی قیمت ادا کی جاسکتی ہے امام شافعیؒ کہتے ہیں یہاں جائز نہیں ہے کہ نفوس کی قطعی بیرونی کی جاسکے جیسا کہ ہدیہ یا قربانی کے جانوروں کی صورت میں (یعنی ان کی قیمت دینا نہیں جاسکتی) ہماری دلیل یہ ہے کہ زکوٰۃ فقیر کو ادا کرنا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو رزق پہنچانے کا وعدہ کر رکھا ہے اس میں پہنچایا جائے لہذا اس پر بکری یا بھیر کی شرط لگانا اس مقصد کو باطل کر دینگا لہذا اسکی حیثیت جزیہ کی ہوگی (جزیہ میں واجب چیز بھی دی جاسکتی ہے اور قیمت بھی) جہاں تک امام شافعیؒ نے ہدیہ کے جانوروں پر قیاس کیا ہے وہ صورت اس سے مختلف ہے کیونکہ وہاں عبادت کا پہلو یہی ہے کہ خون بہایا جائے اور خون بہا کا عبادت قرار پانا بظاہر خلاف قیاس ہے لیکن جہاں تک بظاہر سے کا تعلق ہے اس میں عبادت کا پہلو یہ ہے کہ محتاج کی ضرورت کو پورا کیا جائے اور یہ قیاس کے عین مطابق ہے ۔

بچے اور دیوانے پر زکوٰۃ واجب نہیں امام شافعیؒ کا اس بار میں اختلاف ہے وہ

خلاف الشافعی رحمہ اللہ فتاویٰ
 يقول هي حرامه مالیه فتعتبر
 بسائر المون كنفقة الزوجات و
 صار كالعشر والخراج ولنا انها
 عبادة فلا تتأدى الا بالاختيار تحقيقا
 لمعنى الابتلاء ولا اختيار لهما
 لعدم العقل بخلاف الخراج لانه
 مؤنة الارض وكذلك الغالب
 في العشر معنى المؤنة ومعنى
 الصادة تابع لـ

۸۔ مقروض پر زکوٰۃ

ومن كان عليه دين يحيط بماله
 فلا زكوة عليه وقال الشافعی
 رحمہ اللہ تجب لتحقيق السبب
 وهو ملك نصاب تام ولنا انه
 مشغول بحاجته الاصلية فاعتبر
 معدوما كالمرء المستحق بالعطش
 وشباب البذلة والمهنت -

۹۔ نماز کے لئے تیمم

ويصلي بتيممه ماشاء من الفرائض

فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ ایک مالی تاوان ہے لہذا اسے دوسرے مالی احکام
 مثلاً بیویوں کے نفقہ، عشر خراج وغیرہ پر قیاس کیا جائیگا (یعنی اگر کسی
 بچے یا مجنون کا نکاح کر دیا جائے تو بیوی کے اخراجات اس کے مال سے
 ادا کئے جائیں گے) ہماری (احناف کی) دلیل یہ ہے کہ زکوٰۃ عبادت ہے
 اور عبادت کی صحت کا دار و مدار اختیار و رضا پر ہے جس سے ابتلاء اور
 آزمائش کا تحقق ہوتا ہے مگر بچے اور مجنون میں اختیار ہی کہاں ہے کیونکہ
 وہ تو عقل سے عاری ہیں (اس لئے احکام شرع کے مکلف نہیں) اس مسئلے
 کو خراج پر قیاس کرنا درست نہیں کیونکہ خراج تو زمین کا لگان ہے اور عشر
 کی بھی یہی کیفیت ہے کہ اس میں مالی مشقت کا پہلو نمایاں ہے اور عبادت
 کو بیوٹا نوی درجے کا حامل ہے۔

جو شخص اپنے مال کی قیمت سے زیادہ کا مقروض ہو اس پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی
 امام شافعی فرماتے ہیں واجب ہوگی کیونکہ زکوٰۃ کے واجب ہونیکا سبب موجود ہے
 اور وہ یہ ہے کہ وہ پورے نصاب شرعی کا مالک ہے۔ احناف کی دلیل یہ ہے کہ وہ ملل
 درمل اسکی ضرورت میں لگا ہوا ہے لہذا اسے نہ ہونے کے برابر تھوکیا جائیگا
 جیسا کہ وہ پانی جو پینے کیلئے مخصوص ہو (اس کے ہونیکے باوجود تیمم جائز ہوگا) ایسے
 ہی پہننے اور عام استعمال کے نامذکورے (اگر جان کی قیمت نصاب سے زیادہ ہو) نہ ہونے
 کے برابر ہیں (یعنی ان پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی)

اور جو شخص تیمم کرے وہ اس تیمم سے چھٹے فرائض (فرض نمازیں) اور نوافل چاہے

والنوافل وعند الشافعي رحمه
 الله تعالى يتيمم لكل فرض لانه
 طهارة ضرورية ولنا انه طهور
 حال عدم الماء فيعمل عمله ما
 بقى شرطه . ۳۳

ادا کر سکتا ہے۔ امام شافعی کی رائے میں ہر فرض (نماز) کے
 لئے انگ تھم کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ تیمم ایک ایسی طہارت
 ہے جو ضرورت کی بناء پر ہے۔ ہماری رائے میں تیمم پانی نہ ہونے کی صورت
 میں طہارت کی شرعی صورت ہے لہذا جب تک پانی نہ ملے اسے
 وضو کے قائم مقام شمار کیا جائے گا۔

نماز، زکوٰۃ، نکاح اور طلاق کے مسائل پر مشتمل مندرجہ بالا مثالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ فقہ حنفی نہ صرف یہ کہ دوسروں
 کی نسبت سیر العمل اور آسان ہے بلکہ تمدن کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ اب اگر مقروض پر جس کے پاس بقدر نصاب
 مال تو ہے لیکن اس کا اپنا نہیں، زکوٰۃ لازم کر دی جائے تو کتنا عجیب ہوگا۔ آج تمام تجارتی، صنعتی اور سرکاری اداروں کے
 حسابات میں *Debtors* میں سے *Debtors* وضع کرنے کے بعد ہی بقایا باقیات نکالے جاتے ہیں اور اثاثوں کے
 شمار کئے یہ طریق صرف مسلمانوں کے ہاں ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں مہمل ہے۔ اسی طرح اگر زکوٰۃ میں قیمت کی ادائیگی کی
 سہولت نہ رکھی جائے تو نہ صرف یہ کہ زکوٰۃ دینے والے کو بلکہ زکوٰۃ حاصل کرنے والوں کے لئے خاص طور پر موجودہ تمدن
 کے تقاضوں کے پیش نظر کس قدر دشواری پیش آسکتی ہے، مصارف زکوٰۃ میں احناف کا طریق بھی سیر العمل اور
 تمدن کے تقاضوں کے عین مطابق ہے کہ کوئی شخص زکوٰۃ کی رقم مصارف زکوٰۃ میں سے کسی ایک یا زائد مستحقین کو ادا
 کر سکتا ہے۔ امام شافعی کے موقف پر عمل کرنے کی صورت میں اسے ہر دم میں بوجہ تقسیم کرنا ہوگا یہی نہیں بلکہ ہر دم کے
 کم از کم تین افراد کو شامل کرنا ہوگا۔ اس میں جو دقت اور دشواری پیش آئے گی وہ اہل نظر سے مخفی نہیں۔ اسی طرح
 نکاح میں اگر عادل گواہ میسر ہوں تو بڑی مستحسن بات ہے لیکن اگر عادل گواہ میسر نہ ہوں تو کیا نکاح جو انسانی تمدن
 کا سنگ بنیاد ہے، عام گواہوں کی موجودگی کے باوجود انعقاد پذیر نہ ہو؟

مثال کے طور پر پاکستان برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کی اکثریت بریلوی، دیوبندی اور اہل حدیث مکاتب فکر
 سے وابستہ ہے، تینوں کے نزدیک ڈاڑھی منڈوانا یا کتروانا فسق ہے اور ایسے فاسق کے پیچھے نماز جائز نہیں، اب
 ایسے ماحول میں عادل گواہ لانا جوئے شیر سے کم نہیں۔ اگرچہ دین سے وابستہ پورے طور پر مشرع لوگ موجود ہیں لیکن
 "بلاکٹر حکم النکل"

تینوں حلقوں کے یکجا رگی دینے کو مباح قرار دینے سے مقاصد نکاح پر ضرب کا یہی لگتی ہے۔

مطلقہ عورت کی عدت میں اس کی بہن سے نکاح کو جائز قرار دینے میں قرآن حکیم کے ارشاد وان تجمعوا بین الاختین کے مطلق حکم کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ اسی طرح مطلقہ عورت کی عدت کو تین طہر قرار دینے سے قرآن حکیم کے لفظ ثلاثہ جو مکمل تین کے معنی کے لئے خاص ہے، کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔

اسی ضمن میں یہاں قارئین کی دلچسپی کے لئے اصول فقہ کی مشہور و متداول کتاب "نور الانوار" سے ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے جس سے احناف کا طریق استدلال واضح طور پر سامنے آجاتا ہے :

بطل تاویل القروع بالاطہار فی قوله
تعالیٰ والمطلقات یتربصن بانفسہن
ثلاثہ قروع و بیانہ ان قوله
تعالیٰ قروع مشترک بین معنی
الطہر والحيض فاول الشافعی
بالکھار لقوله تعالیٰ فطلقھن لعدتھن
علی ان اللام للوقت ای فطلقھن
لوقت عدتھن و هو الطہر لان
الطلاق لمدی شرع الا فی الطہر
بالاجماع و اول ابوحنیفۃ بالحيض
بدلالة قوله تعالیٰ ثلاثہ لانه
خاص لا یحتمل الزیادۃ والنقصان
والطلاق لمدی شرع الا فی الطہر
فاذا طلقھا فی الطہر وکانت العدة
ایضا ہی الطہر فلا یخلو اما ان
یحسب ذلک الطہر من العدة
اولا فان احتسب منها کما هو
مذهب الشافعی یكون قرین و

ارشاد باری والمطلقات یتربصن بانفسہن ثلاثہ قروع میں لفظ قروع سے طہر
مراد لینا غلط ہے۔ اسکی تشریح یہ ہے کہ لفظ قروع، ایک مشترک لفظ ہے جس کے
معنی طہر کے بھی ہیں اور حیض کے بھی چنانچہ امام شافعی نے اس سے طہر مراد
لیا ہے اور دلیل یہ دی ہے کہ ارشاد و ربانی "فطلقھن لعدتھن" میں لام
وقت ظاہر کرنے کے لئے استعمال ہوا ہے یعنی عورتوں کو ایسے وقت
میں طلاق دو کہ ان کی عدت کا شمار ہو جائے اور وہ وقت طہر ہے کیونکہ
اس امر پر اجماع ہے کہ شرع میں طلاق صرف طہر میں دی جاسکتی ہے۔
امام اعظم نے قروع سے مراد حیض لیا ہے۔ ان کی دلیل ارشاد باری میں
مذکور لفظ ثلاثہ ہے جو خاص ہے (اور ۲ سے زائد اور ہم سے کم
سالم عدد ہے) جس میں کمی بیشی کا احتمال نہیں (یعنی نہ پونے تین کو تین
کہا جائے گا اور نہ ہی ساڑھے تین کو تین کہا جائے گا۔ اور طلاق صرف
طہر کی حالت میں دینا مشروع ہے۔ پس جب مرد نے طہر کی
حالت میں طلاق دی اور عدت کا شمار بھی طہر سے کیا گیا تو اب
دو صورتیں ہیں یا تو اس طہر کو (جس میں طلاق دی گئی) عدت میں
شمار کیا جائے جیسا کہ امام شافعی کا موقف ہے تو یہ عدت دو
پورے اور ایک ادھورے طہر پر مشتمل ہوگی کیونکہ اس طہر کا ایک
حصہ یقینی طور پر گزر چکا ہے (لہذا پورے تین نہ ہوئے) اور اگر
اس طہر کو شمار نہ کیا جائے اور بعد میں ایک پورا طہر شامل کیا جائے

بعضاً من الثالث لان بعضاً منه
قد مضى وان لم يحسب منها
ويؤخذ ثلث اخر ما سوى هذا
القرء يكون ثلثاً وبعضاً وحلى كل
تقدير يبطل موجب الخاص الذى
هو ثلثه واما اذا كانت العدة
هى الحيض والطلاق فى طهر لم
يلزم شيئ من المحذورين بل تعد
ثلث حيض بعد مضى الطهر الذى
وقم فيه الطلاق - ۴۴

تو یہ تین سے زیادہ ہو جائیں گے۔ ان ہر دو صورتوں میں
پورے تین قروء کے حکم پر عمل نہیں ہوتا، لیکن جب
عدت کو حیض سے شمار کیا جائے اور طلاق طہریں
دی جائے تو کوئی وقت پیش نہیں آتی (مرد شریعت
کے مطابق طہر کی حالت میں طلاق دے گا) اور عورت
کی عدت اس طہر کے بعد جس میں طلاق دی گئی، تین
حیض شمار کی جائے گی۔

مندرجہ بالا اقتباس کی روشنی میں یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ فقہ حنفی کا انحصار اکثر و بیشتر قرآن حکیم پر
ہے۔ ایک تیمم سے کئی ادا کرنا اور اس میں لحد تجدد و اصام کے ارشادِ ربانی کو ملحوظ رکھنا، وضو کے احکام،
ظہار کے کفارے میں کھانا کھانے کے ضمن میں من قبل ان یتما سوا کی قید عامد نہ کرنا، کفارے میں غلاموں
کو آزاد کرنے میں کسی قسم کی قید نہ لگانا، مسئلہ رضاعت اور بالغہ لڑکی کے اختیار اور اس قسم کے بے شمار مسائل اس
امر پر شاہدِ عادل ہیں کہ فقہ حنفی کا کامل انحصار قرآن حکیم پر ہے اور اس کے بعد حدیث کو مایہ پھرایا گیا ہے جہاں کہیں
قرآن حکیم اور حدیث میں تعارض نظر آیا ہے وہاں تطبیق کی کوشش کی گئی ہے کہ دونوں پر عمل ہو بشرطیکہ لا یتغیر
بہ حکم الكتاب، بصورتِ دیگر قرآن حکیم پر ہی عمل کیا گیا ہے۔

کلامی بحثوں میں الجھے بغیر یہاں اس امر کا اشارہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعض حضرات کے نزدیک
انما فی نفسہا برے یا جملے نہیں بلکہ شارع نے جن افعال کی تعین کی ہے مثلاً نماز اور زکوٰۃ، وہ اچھے ہیں اور شرب نوشی
و بدکامی اس لئے برے ہیں کہ شارع نے ان سے منع کیا ہے، امام شافعی کا میلان اسی طرف تھا اور غالباً اسی کے
ذریعہ اثر ابوالحسن اشعری نے علم کلام کی بنیاد اسی مسئلے پر رکھی۔

لیکن امام ابوحنیفہ کا موقف یہ ہے کہ کتاب و سنت کے احکام عقل پر مبنی ہیں، ان میں حکمتیں اور اسرار ہیں جو انسانی زندگی کے روحانی، اخلاقی، تہذیبی، تمدنی اور نفسیاتی فوائد کے حامل ہیں، جو عقل سلیم سے مخفی نہیں رہ سکتے، نتیجہ فقہ حنفی کے اصول مصلحتوں پر مبنی ہیں۔ ان فقہر مباحث کے بعد اگر ہم اب فقہ حنفی کی خصوصیات کا تنقیدی جائزہ لیں تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ :

۱۔ فقہ حنفی دوسرے مکاتب فکر کی نسبت آسان اور سیر العمل ہے۔

۲۔ یہ تمدن کے تقاضوں کے موافق ہے۔

۳۔ اس کے احکام و مسائل مصلحتوں پر مبنی ہیں۔

۴۔ اس کی تدوین مجلس مشاورت سے عمل میں آئی۔

۵۔ اس کے مدونین بنیاد پر علمی کمالات کے حامل ہیں۔

۶۔ اور اس کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ استنباط مسائل کے لئے انحصار قرآن حکیم پر ہے اور اس کے بعد حدیث اور اقوال صحابہ کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

فقہ حنفی کے تمدنی تقاضوں کے مطابق اور سیر العمل ہونے کی بنا پر دوسرے فقہی مکاتب فکر اس کے خوشہ چین رہے ہیں۔ بقول ابن خلدون، ”امام احمد بن حنبل کے شاگردوں نے امام ابوحنیفہ کے شاگردوں سے استفادہ علمی کیا اور حدیث میں اونچے مرتبے پر فائز ہونے کے باوجود فقہ حنفی ہی کے خوشہ چین ہوئے“ احناف کے شوافع سے مناظرے بھی ہوتے رہے لیکن اس کے باوجود شوافع نے بعض مسائل میں احناف کے موقف کو اپنایا، چنانچہ اس ضمن میں علی بن سلطان الہروی نکاح، زکوٰۃ، شہادت اور بیع و شراء کے بعض مسائل کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

ان الشافعية لو لم يقلدوا
مذهب الحنفية في المسائل
الدينية لوقعوا في المحرمات
الدنيّة . ۵۵

اگر حضرات شوافع احناف کی بعض دینی مسائل
میں پیروی نہ کرتے تو ضرور حرام امور کا ارتکاب
کر بیٹھتے۔

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ چاروں ائمہ کرام نے حسن نیت، اخلاص اور پوری جانفشانی سے کتاب و سنت کی روشنی میں مسائل کا استنباط کیا ہے لیکن شریعت کے دائرے کو پورے طور پر ملحوظ رکھتے ہوئے تمدنی تقاضوں کے موافق مسائل کا حل تلاش کرنا فقہ حنفی کا خاصہ ہے جس سے یہ سیر عمل اور آسان ہے اور اس بنا پر اسے عالمی شاعت اور فروغ حاصل ہوا۔ مولانا فخر بخش نوکلی نے بجا طور پر کہا ہے :

” مذہب حنفی کی شاعت صرف اپنے ذاتی محاسن کی وجہ سے ہوئی ہے۔“

فقہ حنفی تاریخ کے آئینے میں

مندرجہ بالا مباحث سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ فقہ حنفی کے مرتبین کس قدر علمی کمالات کے حامل تھے اور انہوں نے کس قدر جانفشانی، محنت اور مہارت سے کام لیا۔ اسی کا ثمرہ تھا کہ فقہ حنفی کو بہت زیادہ فروغ حاصل ہوا۔ ابن خلدون نے اپنے دور میں فقہ حنفی کے عالمی فروغ کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھا ہے :

” امام ابو حنیفہ کے متقدمین آج عراق، ہند، چین، ماوراء النہر اور بلادِ عجم میں بکثرت پھیلے

پڑے ہیں۔“

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں حنفی مکتب فکر کا تعارف ان الفاظ میں کرایا گیا ہے :

” The Hanafi school originated in Irak and was in the time of the Abbasids the prevailing official doctrine.“

ترجمہ : ” حنفی مکتب فکر کا آغاز عراق میں ہوا اور عہدِ عباسیہ میں اسے غالب و فائق سرکاری قانون کی حیثیت حاصل تھی۔“

عباسی خلفاء کے عہد میں فقہ حنفی کی مقبولیت اور فروغ کے ذکر کے بعد عثمانیوں کے عہد میں اس کے

عروج کا حال سنئے :-

۱۷۹۰ الاذوال عصیہ ، ص : ۵۸

۱۷۹۱ مقدمہ ، ص : ۶۹

۱۷۹۲ شارح انسا ئیکلو پیڈیا آف اسلام ، ص : ۱۳۱

The Hanafi madhhab became the only authoritative code of law in the public life and official administration of justice in all the provinces of the Ottoman empire.^{۱۹}

ترجمہ: "حنفی مذہب کو کلی طور پر سلطنت عثمانیہ کے تمام درجوں میں نہ صرف عوامی زندگی بلکہ سرکاری نظام عدل میں مستند مجموعہ قوانین کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔"

حنفی قاضی اور راج اپنی مہارت کی بنا پر ایسے دوسرے ممالک میں بھی تعینات تھے جہاں فقہ حنفی کے بجائے دوسرے مکتب فکر کی پیروی کی باقی تھی۔

"Under the Ottomans the judgment seats were occupied by the Hanafites sent from Constantinople, even in countries where the population followed another madhhab."^{۲۰}

ترجمہ: "عثمانی ترکوں کے عہد میں عدالت کے تمام مناصب پر حنفی فاضلین قسطنطنیہ سے بھیجے جاتا تھا حتیٰ کہ ان ممالک میں بھی جہاں کی آبادی دوسرے فقہی مذاہب کی پیروی تھی۔"

دور حاضر کے نامور ماہر قانون ڈاکٹر مسیحی محمد صافی فقہ حنفی کی عالمی اشاعت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ہم یہ بتا رہے ہیں کہ مذہب حنفی کی اشاعت سب سے زیادہ کیوں ہوئی؟ حنفی مذہب تمام مذاہب اسلامیہ میں اس سے زیادہ پھیلا کہ خلفائے عباسیہ نے محکمہ عدل و قضا کے لئے یہی مذہب منتخب کیا تھا اور طبعاً ہی عموماً اسی مذہب کے مقلد تھے۔ اس کے علاوہ سلطنت عثمانیہ کا سرکاری مذہب بھی یہی تھا اور اس مذہب کی روکشی میں مجلہ الاحکام العدلیہ کی تدوین ہوئی۔"

سرکاری سطح پر اسلامی قانون سازی کی تاریخ کا اجمالی جائزہ پیش کرتے ہوئے موصوف لکھتے ہیں:

۱۹ ایضاً ۱ ص ۱۰۶

۲۰ ایضاً ۲ ص ۱۳۱

۲۱ مسیحی محمد صافی، فلسفہ شریعت اسلام، ص ۴۸۱

and in Central Asia (Afghanistan, Turkestan, Bukhara, Samarkand) and in India." ۷۷

ترجمہ: "آج بھی حنفی مکتب فکر کو سابق عثمانی ممالک میں فوقیت حاصل ہے، تونس میں اسے مالکی مکتب فکر کے مساوی حیثیت حاصل ہے، مصر میں اسے سرکاری قانون کے ایک مکتب فکر کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا ہے علاوہ انہیں حنفی مکتب فکر وسط ایشیا (افغانستان، ترکستان، بخارا، سمرقند اور مہندم) میں بھی غالب فائق ہے۔"

اس وقت جامعہ الازہر میں دوسرے مکاتیب فکر کے ساتھ فقہ حنفی کی تدریس کی جاتی ہے اور اسے ترجیح

حاصل ہے۔۔

"In the Azhar mosque the most important Muslim university of the present day, all four schools are still represented by teachers and pupils as before the coming of Ottoman supremacy, whereby the Hanafi makhab came supreme. ۷۸

ترجمہ: "جامعہ الازہر میں جو علمبردار حاضر کی سب سے اہم مسلم یونیورسٹی ہے آج بھی چاروں مکاتیب فکر کے نمائندہ اساتذہ اور طلبہ موجود ہیں اسی طرح جیسا کہ عثمانی ترکوں کی بالادستی سے پہلے معمول تھا اور تب سے حنفی مذہب کو فوقیت حاصل رہی ہے۔"

مولانا نور بخش توکلی نے بعض ناقدین حضرات کے اس شبہ کا کہ ابو یوسف نے حنفی مذہب کو فروغ دیا، ازالہ کرتے ہوئے مناقب الامام الاعظم لکھنؤی کے حوالے سے لکھا ہے:

"امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ میں مستند اجتہاد پر متکین ہوئے اور امام ابو یوسف کو خلیفہ ہارون الرشید نے

۷۷ شارح انسانی کولمبیڈیا : ص ۱۳۱

۷۸ انصاف : ص ۱۰۶

سلسلہ کے بانی علامہ قاضی القضاۃ پر مامور کیا۔ اس پچاس برس میں مذہبِ خفی کو قبولیت عامہ کا شرف حاصل ہو چکا تھا اور وہ امام صاحب کے شاگردوں کے ذریعہ کوفہ کے حدود سے باہر حرمین شریفین، بصرہ، واسطہ، موصل، جزیرہ، رافہ، نصیبین، دمشق، رطبہ، مصر، یمن، پیامہ، بحرین، بغداد، اجوانہ، کرمان، اصبہان، حلوان، استرا آباد، ہمدان، نھاوند، سنے، قومس و دامغان، طبرستان، جرجان، نیشاپور، مرخس، نسا، مرو، بخارا، سمرقند، کیش، صفایاں، ترمذ، بلخ، ہرات، قنستان، سجستان اور خوارزم وغیرہ مقامات میں پہنچ چکا تھا۔ ۔۔۔۔۔۔ معلوم ہوا کہ مذہبِ خفی کی اشاعت صرف اپنے ذاتی محاسن کی وجہ سے ہوئی۔ امام صاحب کے ہزاروں شاگردوں نے جو آسمان فقرہ کے ستارے ہیں، امام صاحب کے مسائل کی روشنی دور دور تک پھیلا دی تھی؛ لہٰذا

ہم اس مضمون کو ڈاکٹر صبحی محمد صافی کے اس بیان پر ختم کرتے ہیں جو انہوں نے مذہبِ حنفی کی عصرِ حاضر میں عالمی اشاعت کے متعلق قلمبند کیا ہے، مصنفِ غلام لکھتے ہیں :-

”جو ملک سلطنت عثمانیہ کے زیر حکومت رہے ہیں جیسے مصر، سوڈان اور لبنان، ان کا مذہب بھی محکمہ عدل و قضا میں خنفي چلا آتا ہے، حکومت ٹیونس کا مذہب بھی یہی ہے، ترکی اور اس کے زیر اثر ممالک مثلاً شام و لبنان کے باشندوں کا مذہب بھی عبادات میں یہی ہے اور مسلمان بلقان و قفقاز بھی مسائل عبادات میں اسی مذہب کے مقلد ہیں، اسی طرح اہل افغانستان و ترکستان اور مسلمانانِ (پاک و) ہندو چین میں بھی یہی مذہب غالب ہے اور اس مذہب کے پیرو و دوسرے ملکوں میں بھی بکثرت پائے جاتے ہیں جو روئے زمین کے تمام مسلمانوں کا دو تہائی ہیں“ ۱۷

٨٦ الاقوال السجدة ، ص : ٥٨

۴۸ محمّدی ، فلسفہ شریعت اسلام ، ص : ۴۸

فقہ حنفی پر مستشرقین کے اعتراضات کا تنقیدی جائزہ

بات کا قبضہ بنانا ایک فن ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ مغربی مستشرقین کو اس فن میں یدِ طولیٰ حاصل ہے ان کی اس یانت کا ایک شاہکار یہ دعویٰ ہے کہ فقہ حنفی دراصل قانونِ روم کا چرہ ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں، اس بات کو مستشرقین کا ایک گروہ بڑی جیبا کی سے ہار باد کر رہا ہے۔ گوئد زہیر نے اپنی کتاب ”محاضرات عن الاسلام“ میں قون کر میر نے اپنی کتاب ”تاریخ اثنافہ الشرقیہ فی ایام الفناء“ میں ایوس نے اپنی کتاب ”القانون المدنی الرومانی“ میں امیلیو بوسی نے اپنی کتاب ”الابحاث فی العلاقات بین یرطینیہ والاسلام“ میں ادرشیدون ایمون نے اپنی کتاب ”القانون الرومانی“ میں اس دعویٰ کو بڑی شد و مد سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

یورپ دراصل برتری کے نفسیاتی مرض میں مبتلا ہے، ”ہجوماد دیگرے نیست“ اس کا شیوہ ہے۔ اقوامِ عالم پر اور بالخصوص مسلمانوں پر جو برتری اسے حاصل رہی ہے یا کسی حد تک آج بھی ہے، اس نے یورپی مصنفین کے دل میں بالطبع یہ بات پیدا کر دی ہے کہ وہ مسلمانوں کے تمام گزشتہ کارناموں کو تحقیر کی نگاہ سے دیکھیں اور اگر کوئی کمال ایسا نمایاں ہو جس سے انکار ممکن نہ ہو اور اس کی جن عکس ہو تو یہ دعویٰ کریں کہ وہ کمال مسلمانوں کی ایجاد نہیں بلکہ اس کی اصل یونان دروم ہے۔

مغربی مستشرقین نے اپنے دعوئے کے حق میں جو دلائل پیش کئے ہیں وہ کم و بیش یہ ہیں :-

- ۱- فقہ حنفی کے بہت سے مسائل اور ردما کے قوانین میں مماثلت و مشابہت ہے۔
- ۲- اس قدر متعدد اور وسیع قوانین جو فقہ حنفی میں شامل ہیں وہ دنیا کے اور قوانین کو شامل کئے بغیر ممکن نہیں، فقہ حنفی کی ترتیب تمدن جس تیزی سے پایہ تکمیل کو پہنچی وہ بھی اس بات کا تین ثبوت ہے کہ فقہ حنفی قانونِ روم سے ماخوذ ہے۔
- ۳- اسلامی فتوحات کے وقت شام میں رومی قانون کی تعلیم کے بعض فقہی مدارس تھے جہاں تعلیم دی جاتی تھی اور کئی ایک ادارے اور محکمے بھی تھے جو قانونِ روم کے مطابق احکام صادر کرتے تھے اور جو اسلام کے بعد بھی ایک زمانہ تک قائم رہے چونکہ اس وقت مسلمان مدینیت میں زیادہ ترقی یافتہ نہ تھے اس لئے طبعی طور پر انہوں نے اپنے سے ترقی یافتہ اور متوازن ملک کے قوانین کو اپنایا اور ان سے احکام اخذ کئے، مفتوحہ ملک کے مسائل کو حل کرنے کے لئے یہی قوانین فقہ حنفی میں شامل ہوئے، وہاں کی رسومات

نے بھی فقہ حنفی میں عمل دخل پایا۔

اب ہم مندرجہ بالا دلائل کا تنقیدی جائزہ دیتے ہیں۔ جہاں تک فقہ حنفی اور قانونِ روم کی مماثلت اور مشابہت کا تعلق ہے قابلِ غور امر یہ ہے کہ معلوم کیا جائے آیا مندرجہ مشابہت اتنی مقدار میں ہے جس کو اہمیت دی جائے یا بہت قلیل ہے جو قابلِ ذکر نہیں؟ آیا صرف مشابہت اس امر کی کافی دلیل ہے کہ فقہ حنفی قانونِ روم سے ماخوذ ہے؟ مغربی مستشرقین نے مندرجہ ذیل مشابہت کا ذکر کیا ہے۔

(۱) بار ثبوت مدعی پر (۲) بالغ ہونے کی عمر کا تعین (۳) تجارتی معاملات کے بعض احکام مثلاً ٹھیکہ، بیع اور مقابلہ فیہ (۴) اشیاء کا بدلہ ہونے پر

پیسے ہم اس مشابہت کی حقیقت مسوم کرتے ہیں جس کی روم سے عدالت کے نزدیک بار ثبوت مدعی پر ہے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ فقہ حنفی میں اور قانونِ روم دونوں میں یہی قاعدہ ہے لیکن سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ قاعدہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثِ پاک البینۃ علی المدعی والیمین علی المنکر سے لیا ہے اور یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ اس حدیثِ پاک کا زمانہ اسلامی فتوحات سے قبل کا ہے جن پر رومی قانون مستطع تھا پھر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ یہ قانون رومی قانون سے ماخوذ ہے۔

سنِ بلوغت کے مسئلہ میں بھی دونوں قوانین میں کوئی مماثلت نہیں، قانونِ روم کے تحت لڑکے کے لئے سنِ بلوغت چودہ سال اور لڑکی کے لئے بارہ سال ہے جبکہ فقہ حنفی میں لڑکے اور لڑکی دونوں کے لئے سنِ بلوغت پندرہ سال ہے۔ اس امر میں مشابہت کا ذکر کر کے مبالغہ سے کام لیا گیا ہے۔

تجارتی معاملات کے احکام میں بھی فقہ حنفی اور قانونِ روم کا فرق واضح ہے۔ رومی قانون میں بیع ایسا معاہدہ ہے جس کے لئے فریقین کی رضامندی کافی ہے لیکن مقابلہ ایسا معاہدہ ہے جس کے جائز ہونے کے لئے کسی ایک فریق کی طرف سے تبادلہ کا پیش ہونا ضروری ہے لیکن فقہ حنفی اس ظاہری فرق کو قابلِ اعتناء نہیں سمجھتی بلکہ اس کی روم سے مقابلہ بھی بیع بالرضا کی ایک خاص قسم ہے، یہ کیفیت بیع اور ٹھیکہ کی ہے۔

مشابہت کی ان چند مثالوں کے مقابلہ میں اختلاف کی کثیر تعداد کا مطالعہ کیا جائے تو قانونِ روم سے فقہ حنفی کے اخذ کی صلیت ظاہر ہو جاتی ہے۔ عبادات، تعزیرات، مالیات، قرض و سود و وراثت، نکاح، طلاق، نسب، خلع، غلاموں کی آزادی، عدل گسٹری، قانونِ بین الممالک وغیرہ میں فقہ حنفی اور قانونِ روم میں کوئی مماثلت نہیں، بے دے کے کچھ معاملات میں مماثلت پائی جاتی ہے جو ان پر تبصرہ ہو چکا ہے۔

وہاں کہ کیا صرف مماثلت ہی ماخوذ کی قطعی دلیل ہے۔ اس اجمال کی تفصیل کے لئے ضروری ہے کہ بنیادی قواعد اور فردعی قواعد پر نظر ڈالی جائے۔ معاشرہ کی تشکیل سے قبل اور بعد میں باوجود مختلف حالات اور مختلف زمان و مکان کے عدل و انصاف کا ایک منابطہ موجود رہا ہے۔ یہ منابطہ ناحق قتل، چوری، زنا اور ان جیسے جرائم کا حرام ہونا ہے۔ اقوامِ عالم کے قوانین میں ان کا

مثلاً اور مشابہ ہونا ایک فطری امر ہے۔ بنیادی قواعد کے علاوہ مختلف قوانین میں فردی قواعد میں بھی مماثلت کا پایا جانا خارج از امکان نہیں۔ قانونِ روما کے علاوہ قانونِ انگریزی میں بھی بعض مسائل میں مماثلت پائی جاتی ہے مثلاً مسد فصولی یعنی غیر اجازت کسی کے مال کو تصرف میں لانے کا قانون یا حقوق کے بے جا استعمال کا قانون، اس بنا پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ انگریزی قانون اسلامی قانون سے ماخوذ ہے لہذا صرف مشابہت و مماثلت، ماخوذ ہونے کی دلیل ہرگز نہیں ہو سکتی۔

فقہ حنفی پر قانونِ روما کے اثر کے نظریے کی تائید میں مغربی مستشرقین نے جو دلائل پیش کئے ہیں ان میں سے دوسری دلیل ۲۱ کی تدوین و سرعت و وسعت ہے۔ چونکہ دوسری صدی ہجری کے آغاز ہی میں مسلمانوں میں فقہی مسائل کے مطالعہ اور اس پر تالیفاتِ عظیم ترقی پا چکی تھیں اس لئے اس غیر معمولی واقعہ کی توجیہ وہ لوگ یہ کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے قانونِ روما کے استفادہ کیسے حالانکہ اس غیر معمولی وسعت و سرعت کا باعث یہ نہ تھا کہ مسلمانوں کو قانون کے مغربی تصوف سے کوئی عشق تھا بلکہ کثیر قانونی پیداوار کا سبب دراصل قانون کا وہ تصوف تھا جو فخرِ موجودات رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور فقہاء کرام رحمہم اللہ رکھتے تھے۔ اس تصوف کے تحت فقہ صرف دنیوی مادی علم نہ تھا بلکہ علمِ دین کا جزوِ لاینفک قرار دیا جاتا تھا۔ فقہ کی ترقی علومِ دینیہ کی تیز ترقی ہی کا ایک پہلو تھا جس کی ابتدا قرآن مجید کی تفسیر و حدیثِ پاک کی تدوین و تشریح سے ہوئی تھی۔ فقہ حنفی کی وسعت اور تیز ترقی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے تبحر علمی اور معارفِ فہمی کی وجہ سے تھی۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں جلد مسائل کو سرعت کے ساتھ حل کرنے کا حکم ان میں بدرجہ اتم موجود تھا۔ امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ”جب کسی مسئلے میں ہمارا باہمی اختلاف ہوتا تھا تو ہم اسے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کرتے تھے۔ آپ اتنی جلدی جواب دیتے تھے جیسے اسے اپنی آستین سے نکالا ہو“

شبلی نعمانی اپنی کتاب ”سیرۃ النعمان“ میں لکھتے ہیں ”جو چیز فقہاء امام صاحب کی قوتِ ایمان و قدرتِ طبع، وقتِ نظر و وسعتِ معلومات، غرض ان کے تمام کمالاتِ علمی کا آئینہ ہے، جس کی (فقہ) ترتیب و تدوین میں ان کو وہ پایہ حاصل ہے جو اسطو کو منطق اور اوقیسیس کو ہندسہ میں“۔ رائے ذابیر عقل و فراست، ذہانت و دہائی امام ابوحنیفہ کے وہ مشہور اوصاف ہیں جن کو موافق و مخالف سب نے تسلیم کیا۔ امام ابوحنیفہ فقہ حنفی کے مآخذ کی نشاندہی یوں فرماتے ہیں ”جب کوئی مسئلہ کتاب اللہ میں ملے، سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں تو میں اقوالِ صحابہ پر غور کرتا ہوں اور اقوالِ صحابہ کے سامنے کسی کے قول کو قابلِ اعتناء نہیں سمجھتا۔ ابراہیم شعبی، ابنِ سیرین، عطاء اور سعید بن جبیر نے بھی اپنے زمانہ میں اجتہاد کیا پس جس طرح ان حضرات نے اجتہاد کیا میں بھی کرتا ہوں“

قرآن و حدیث اور اقوالِ صحابہ کا ساکیع میدان ہو، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ جیسا فقیہ ہو تو پھر قانونِ روما کی خوش بینی کی ضرورت کس طور محسوس کی جاسکتی ہے؟ یہ مغربی مستشرقین کا محض ظن ہے۔

مغربی مستشرقین نے فقہ حنفی کے قانونِ روما سے ماخوذ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی دی ہے کہ جب مسلمان رومی علاقے میں بحیثیت

فاتح داخل ہوئے تو اس وقت رومی تعلیم کے بعض فقہی مدارس موجود تھے۔ کئی ایک ادارے اور محکمے قانونِ روم کے مطابق احکام صادر کرتے تھے اور ایک زمانہ تک قائم رہے۔ رومی علاقے عربوں سے زیادہ تمدن تھے اس لئے طبعی طور پر ترقی یافتہ اور متوازن ملک کے قوانین کو اپنایا اور ان سے احکام اخذ کئے اور رسومات سے بھی استفادہ کیا۔

اس اعتراف کو بہ نظر عمیق دیکھا جائے تو یہ بھی باطل نظر آئے گا جہاں تک فقہی مدارس کا تعلق ہے ان کے بارے میں اٹلی کے مشرقی ڈاکٹر سی آئی آل لینیو کی زبانی سنئے، فرماتے ہیں "تمام بیزنطینی کشوری اور عدالتی مجسٹریٹ جو قانون کے واحد حقیقی قاضی تھے ملک چھوڑ کر ہجرت گئے تھے، اس کا پتہ اس واقعہ سے چلتا ہے کہ شہروں کی اطاعت اس وقت کے توسط سے ہوتی رہی، کشوری افسروں کے توسط سے نہیں جو فرار ہو چکے تھے، جب قانون کے واحد حقیقی قاضی کا فرار کا راستہ اختیار کر لیں تو قانون کی تعلیم چھینی دارد؟

فاتح نے خیر ترقی یافتہ اور مفتوح کے ترقی یافتہ ہونے کے بارے میں بھی ڈاکٹر صاحب ہی کا بیان ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں۔ "قبل از اسلام ترقی یافتہ عربی قوانین کا پایا جانا ہر شک و شبہ سے پاک ہے ہم صرف جنوب مغربی عرب ہی سے بحث نہیں کرتے جو نہایت پرانے شہر روم کی بنیاد رکھے جانے سے بھی پہلے قدیم تمدن کا مرکز تھا اور جس میں ملکی عسکری (یا ادارے) شاہی قسم کے دستور کے ساتھ مستحکم طور پر موجود تھے" (طوائف کے خوف سے پورا اقتباس نہیں دیا گیا) بقول ڈاکٹر صاحب قبل از اسلام عرب میں ترقی یافتہ قانون موجود تھا، یعنی فاتح قوم کو غیر ترقی یافتہ کتنا غلط ہے۔

یہ صحیح ہے کہ اسلام کی فتوحات پھیلنے کے بعد جب عربوں کا مفتوحہ ممالک کے باشندوں سے تعلق پیدا ہوا تو انہیں وہاں کی ایسی مردہ رسومات و قوانین سے واسطہ پڑا جو اسلام کے مزاج سے کسی طرح بھی مطابقت نہیں رکھتی تھیں لیکن انہیں رد کر دیا گیا اور جو قوانین و رسومات ایسے تھے کہ وہ اسلام کے نظامِ قانون کے خلاف نہیں پڑتے تھے انہیں مسلمانوں نے نہیں چھوڑا۔ یہ رسومات و قوانین ایسے تھے جو تقریباً ہر جگہ مشترک ہوتے ہیں اور یا پھر ان علاقوں میں رائج تھے جو باوجود رومی تسلط میں ہونے کے اپنے الگ قوانین رکھتے تھے۔

یہ علاقے خود قدیم عربی قانون سے متاثر تھے جو قرآن و حدیث کے علاوہ بحیثیت قدیم عربی قانون کے فقہ حنفی میں شامل ہوا۔ ایسے علاقوں کے قوانین قانونِ روم سے مطابقت نہ رکھتے تھے۔ اس کی شہادت مسٹر تھیوڈور میو کا بیان ہے کہ رومی سلطنت کے اقتضائے حدود میں ایسی آبادیاں ہیں جو روم کے ماتحت تو ہیں مگر ان پر رومی قانون نافذ نہیں ہوتا۔ مسٹر تھیوڈور میو اس کی وضاحت میں لکھتے ہیں کہ،

"علاوہ اور اقوام کے طاقتور اسماعیلی قبائل اس میں شامل ہیں۔"

بعض مغربی مستشرقین یہ مفروضہ بھی پیش کرتے ہیں کہ قانون روماعربی میں ترجمہ ہوا اور پھر ان تراجم سے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے استفادہ کیا۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مسلمانوں نے جب بھی کوئی چیز کہیں سے لی فوراً اس کا اعتراف کیا۔ ادب و فلسفہ کے بارے میں مسلمان مصنفین نے جگہ جگہ اعتراف کیا ہے کہ یہ یونانی اور فارسی کتابوں کا ترجمہ ہے یا اخذ کر دیا ہے، قانون روم کے ترجمہ ہونے کے بارے میں کہیں بھی کوئی اعتراف نہیں ملتا۔

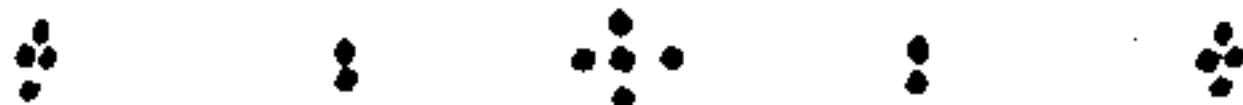
حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فارسی نسل تھے۔ وہ کوفہ میں پیدا ہوئے۔ کوفہ چونکہ ملک عراق میں بہت سے فقہاء کا مرکز تھا اس لئے وہیں تعلیم پائی عراق اس زمانہ میں ایرانی سلطنت کا حصہ تھا۔ فقہ حنفی پر بلاوجہ یہ اعتراض تو کیا جاسکتا تھا کہ فقہ حنفی ایرانی قوانین سے متاثر ہے لیکن یہ کسی طور بھی نہیں کہا جاسکتا کہ فقہ حنفی قانون روم سے متاثر ہے۔ قانون روم کا عربی ترجمہ معدوم تھا، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ رومی زبان سے ناواقف تھے اس لئے یہ کہنا کہ فقہ حنفی نے قانون روم سے استفادہ کیا ہے، کج فہمی کا نتیجہ ہے۔

مغربی مستشرقین اپنا یہ گمان بھی پیش کرتے ہیں کہ فقہ حنفی کی ترتیب و تدوین کے وقت قانون روم سے استفادہ تو کیا گیا لیکن ان قوانین کو اسلامی قوانین قرار دینے کے لئے خود ساختہ احادیث کا سہارا لیا گیا ہوگا ! حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض محض لاعلمی کی بنا پر کیا جاتا ہے ورنہ امام اعظم رضی اللہ عنہ تو تمام فقہاء کی نسبت انتخاب حدیث میں بہت محتاط ہیں اور آپ صرف وہی احادیث قبول کرتے تھے جو باوثوق اسناد سے ثابت ہوں بلکہ کم واسطوں والی حدیث کو ترجیح دیتے تھے تاکہ الفاظ کے تغیر و تبدل کا شبہ نہ ہو۔

شبلی نعمانی لکھتے ہیں :

”ہاں یہ ضرور ہے کہ احادیث کے ثبوت کے متعلق امام ابوحنیفہ کی شرطیں نہایت سخت ہیں، جب تک وہ شرطیں پائی نہ جائیں وہ حدیث کو قابل استدلال نہیں سمجھتے تھے۔“

مغربی مستشرقین نے فقہ حنفی کے قانون روم سے ماخوذ ہونے کے جو دلائل پیش کئے ہیں ان پر سیر حاصل تبصرہ ہو چکا۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ فقہ حنفی ایک ایسا مستقل قوانین کا مجموعہ ہے جو قانون روم سے ماخوذ نہیں، اس کے اپنے مخصوص ضابطے اور شاندار ماخذ ہیں، فقہ حنفی ایک مستقل بالذات شریعت ہے جس کا اعتراف خود علماء مستشرقین کو بھی ہے۔



الفقه الاکبر

پروفیسر اختر اہی ایم۔ اے

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے تذکرہ نگاروں اور فہرست نگاروں نے ان کی مندرجہ ذیل کتابوں کا ذکر کیا ہے:

- ۱۔ الفقه الاکبر
- ۲۔ رسالۃ العالم والمتعلم
- ۳۔ مکتوب بنام عثمان البقی
- ۴۔ کتاب الرد علی القدریہ
- ۵۔ العلم شرقاً وغرباً وبعداً وقرباً

اولین چار کتابوں کا ذکر ابن ندیم (م ۳۸۵ھ) نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "الفہرست" میں کیا ہے اگرچہ ان چاروں کتابوں کا موضوع عقائد و کلام ہے مگر جو شہرت "الفقه الاکبر" کو حاصل ہوئی وہ کسی دوسری تحریر کو مل سکی۔

"الفقه الاکبر" چند اوراق کا ایک رسالہ ہے جو حیدرآباد دکن اور کئی دوسرے مطابع سے شائع ہو چکا ہے یہ متعدد طرق سے روایت کیا گیا ہے مگر دو طرق بہت معروف ہیں۔

- ۱۔ حماد بن ابی حنیفہ کی روایت سے
 - ۲۔ ابو مطیع السبغی کی روایت سے (اس کو الفقه الاکبر البسط بھی کہا جاتا ہے۔)
- "الفقه الاکبر" خاص طور پر متقدمین کی توجہ کا مرکز رہی ہے۔ مندرجہ ذیل علمائے وقت نے شرحیں لکھی ہیں:
- ۱۔ حکیم اسحاق بن محمد الحکیم السمرقندی (م ۳۴۲ھ) امام ابو منصور ماتریدی (م ۳۳۳ھ) کے تلمیذ تھے۔

- ۲۔ شیخ اکمل الدین بابر ترقی
- ۳۔ فخر الاسلام بزدوی (م ۴۸۲ھ)
- ۴۔ محی الدین محمد بن بہار الدین
- ۵۔ ملا علی قاری (م ۱۰۱۴ھ) متداول شرح ہے۔

۶۔ عبدالعلی بھرا العلوم

الفقہ الاکبر کو ابراہیم بن حسام نے "شہ لینی" کے نام سے نظم کیا اور حکیم اسماعیل سمرقندی (۵۳۴۲) کی شرح

کو البقا احمدی (۵۹۱۸) نے نظم کیا۔ عہ

۷۔ ایک شرح امام ابو منصور ماتریدی کی طرف بھی منسوب ہے۔ پروفیسر ابو زہرہ مرحوم کی تحقیق کے مطابق یہ نسبت محل نظر

ہے کیونکہ شارح، اشاعرہ کے موافق و مخالف دونوں طرح احتجاج کرتا ہے جس سے معلوم ہے کہ وہ ابو الحسن اشعری سے متاخر

ہے حالانکہ ابو منصور ماتریدی اور ابو الحسن اشعری دونوں آپس میں معاصر ہیں۔ ماتریدی ۵۳۳۳ میں فوت ہوئے اور اشعری

نے ۵۳۳۳ یا ۵۳۳۴ میں وفات پائی۔ لہ

الفقہ الاکبر سے علمائے امت نے جس قدر اعتناء برتا ہے اسی قدر اس کے بارے میں غلط فہمیاں موجود ہیں۔ بعض

حضرات کا خیال یہ ہے کہ فقہ اکبر دراصل فقہ کی کتاب تھی نہ کہ عقائد و کلام کی۔ یہ کتاب ساٹھ ہزار مسائل پر مشتمل تھی لیکن یہ

کتاب آجکل ناپید ہے۔ لہ

یہ رائے قابل قبول نہیں کہ ایسی فرضی کتاب کا نہ تو کسی فرست کتب میں تذکرہ ہے اور نہ کسی کتب خانے

میں محفوظ رکھا ہے۔

"الفقہ الاکبر" (رسالہ در عقائد و کلام) کوائمہ اسلام نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی کتاب تسلیم کیا ہے، مندرجہ

ذیل ائمہ اس رائے کے حامل ہیں۔

۱۔ الحکم بن عبداللہ اسبغی (۵۱۹۹)

۲۔ اسماعیل بن محمد حکیم سمرقندی (۵۳۴۲)۔ امام ابو منصور ماتریدی (۵۳۳۳) کے شاگرد تھے۔

۳۔ فخر الاسلام ہزودی (۵۴۸۲)

۴۔ محی الدین محمد بن بہار الدین

۵۔ مولیٰ ابیاس بن ابراہیم

لہ حیات ابو حنیفہ ترجمہ غلام احمد حریری

لہ الفوائد البہیہ ص ۳۲

عہ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ (۵۸۲۵) نے فارسی میں فقہ اکبر کی شرح لکھی ہے جس کا قلمی نسخہ "دانش گاہ سیدہ"

میں محفوظ ہے اور حیدرآباد دکن سے طبع بھی ہو چکا ہے۔ (ادارہ)

- ۶۔ احمد بن محمد المغنیاری
 - ۷۔ اکمل الدین بابر قی
 - ۸۔ ابوالمنشی
 - ۹۔ ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ)
 - ۱۰۔ ابن قیم (م ۷۵۱ھ)
 - ۱۱۔ علامہ ذہبی (م ۷۴۸ھ)
 - ۱۲۔ امام کردری (م ۸۲۷ھ)
 - ۱۳۔ ملا علی قاری (م ۱۰۱۴ھ)
 - ۱۴۔ عبدالعلی بحسب العلوم
 - ۱۵۔ ملا کاتب چلبی (جامی خلیفہ) صاحب کشف الغنوں
 - ۱۶۔ علامہ عبدالقادر قرشی مولف الجواهر المصنیه (م ۷۷۵ھ)
 - ۱۷۔ صدر الشریعت حبیب اللہ بن مسعود
 - ۱۸۔ ابن جام
 - ۱۹۔ ابن عابدین شامی (م ۱۲۵۲ھ)
 - ۲۰۔ عبدالحی نکھوی مولف "الغوائد البہیہ فی تراجم الخلفیہ" (م ۱۳۰۴ھ)
 - ۲۱۔ امام احمد رضا بریلوی (م ۱۳۴۰ھ)
- "الفقہ الاکبر" کو امام حنیفہ رضی اللہ عنہ کی تالیف تسلیم کرنے میں معتزلہ کو انکار تھا، علامہ کردری لکھتے ہیں :-
- انکرت المعتزلة ان يكون الفقہ الاکبر --- معتزلہ نے انکار کیا ہے کہ فقہ اکبر امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ
- للامام ابوحنیفہ و هذا غلط صریح لہ کی کتاب ہے، ان کا یہ قول سراسر غلط ہے۔
- امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے سوانح نگار علامہ ابن رازی "الناقب" میں "فقہ اکبر" اور "العالم والمنعم" کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-
- "اگر دریافت کیا جائے کہ امام ابوحنیفہ (رضی اللہ عنہ) تو کسی کتاب کے مصنف نہ تھے تو میں اس کا
- جواب یہ دوں گا کہ یہ معتزلہ کا قول ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ علم کلام میں ابوحنیفہ کی کوئی تصنیف ہی نہیں، ان کی غرض

یہ جوتی ہے کہ فقہ اکبر اور العالم والمتعلم "کے انتساب کی نفی کر دی جاتے اور بڑا کہا جاتے کہ یہ دونوں کتب آپ کی تصنیف ہیں، دراصل اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کتب کے مندرجہ ذیل مسائل سے اہل سنت و جماعت کے قواعد کی تائید جوتی ہے۔" ۱۷

موجودہ دور میں شیخ ابوزہرہ اور مولانا شبلی نعمانی الفقاہ الاکبر کو امام صاحب کی تصنیف ماننے میں تردد کرتے ہیں دونوں حضرات کے دلائل اور ان کا تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔

علامہ شبلی نے سیرۃ النعمان میں پہلی دلیل یہ دی ہے کہ ابو مطیع راوی فقہ اکبر پر محدثین نے جرح کی ہے بلاشبہ محدثین نے ان پر جرح کی ہے مگر ان کا مرکزی نقطہ یہ ہے کہ وہ جہیل و مرجمہ کے عقیدے پر تھا مگر کیا یہ نسبت ان کی طرف معصی بھی ہے؟ اور کیا ابو حنیفہ کو مرجمہ فرقہ میں مہونے کا الزام نہیں لگایا گیا؟ حافظ ابن حجر عسقلانی (۷۸۵۲) ابو مطیع کے بارے میں لکھتے ہیں:-

كان بصيرا بالرای علامۃ کبیر الشان
وكان ابن المہارک یعظمہ و یحبہ لدینہ

وہ صاحب بصیرت اہل الرأی اور بڑی شان والے
تھے (عبداللہ) بن مبارک ان کے دین اور علم کی بدولت
ان کی تعظیم کرتے تھے۔

علامہ ذہبی نے انہیں "الفقیہ" کے نام سے یاد کیا ہے۔ (عبرے اخبار من غیر)

دوسری دلیل یہ ہے کہ الفظہ الاکبر جس دور کی تالیف بیان کی جاتی ہے اس وقت تک یہ طرزِ تحریر پیدا نہیں ہوا تھا کتاب جس اختصار اور ترتیب سے لکھی گئی ہے وہ متأخرین سے مخصوص ہے۔

امام محمدی (م ۱۳۲۱ھ) دو واسطوں سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں۔ ان کی کتاب "عقیدہ المحدثی" بھی عقائد کلام میں اسی اختصار سے لکھی گئی ہے۔ نیز امام ابو یوسف (م ۱۸۲ھ) اور امام محمد شیبانی (م ۱۸۹ھ) کی کتابیں بھی طرد بیان کے لحاظ سے اختصار اور جامعیت کا نمونہ ہیں۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ الفقہ الاکبرؒ میں جو ہر دعوے کے الفاظ ہیں، حالانکہ یہ فلسفیانہ الفاظ اس وقت زبان میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ ہاں شبہ منقولہ عکاس کے زمانے میں فلسفہ کی کتابیں یونانی زبان سے عربی زبان میں ترجمہ کی گئی تھیں لیکن یہ زمانہ امام صاحب کی آخری زندگی کا زمانہ ہے۔ کسی طرح قیاس نہیں کیا جاسکتا کہ ترجمہ ہوتے ہی یہ الفاظ اس قدر ملبہ شائع ہو جائیں کہ عام تصنیفات میں ان کا دواج ہو جائے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے بے نظیر حافظہ اور فہم و ذکا، عنایت کیا تھا۔ ان کی محفل میں یونان و ایران کے علوم سے واقف شاگرد تھے۔ یونانی فلسفہ پر علمی مجالس میں عام گفتگو ہوتی تھی اور علماء کے مناظرات بھی اُس لئے کتابوں کے ترجمہ ہونے

سے پہلے ایسی ہی اصطلاحیں اہل علم کی تحریروں میں آجاتی ہیں اس لئے جو ہر اور عرض کے الفاظ کا استعمال کوئی چننے کی بات نہیں۔

چوتھی دلیل یہ ہے کہ دوسری، تیسری بلکہ چوتھی صدی کی تصنیفات میں اس کتاب کا ذکر نہیں ملتا۔ قدیم سے قدیم تصنیف جس میں اس رسالہ کا ذکر کیا گیا ہے (جہاں تک ہم کو معلوم ہے) فقہ الاسلام بزودی کی کتاب الاصول ہے چنانچہ یہ صدی کی تصنیف ہے۔

”الملل والنحل“ وغیرہ کتابوں میں ”فقہ اکبر“ کا ذکر نہ ہونا اس کے عدم وجود کی دلیل نہیں بن سکتی۔ آئنان میں سے بیشتر کتابوں میں عقیدۃ الطحاوی کا ذکر بھی تو نہیں؟

پانچویں دلیل یہ ہے کہ اس کتاب کی جس قدر شرحیں ہوئیں سب آٹھویں صدی کے بعد ہوئیں حالانکہ شبلی نعمانی نے اسحاق بن مرہویہ السمرقندی کی شرح کا ذکر کیا ہے جو ۳۴۲ھ میں فوت ہوئے تھے اس لئے یہ کہنا کہ آٹھویں صدی کے بعد شرحیں لکھی گئیں غلط محض ہے۔

اگرچہ علامہ شبلی نعمانی فقہ اکبر کو حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ علیہ کی تالیف تسلیم نہیں کرتے اور دلائل بھی دئے مگر انہیں اپنے دلائل ہامینان نہیں تھا۔ خود دیکھتے ہیں:-

”ہم نے اس بحث میں اپنی رائے اور قیاسات کو بہت دخل دیا ہے لیکن تمام واقعات بھی لکھ دئے ہیں۔ ناظرین کو ہم اپنی رائے کے قبول کرنے پر مجبور نہیں کرتے۔ اصل واقعات اور ہماری رائیں دونوں ان کے سامنے ہیں وہ جو چاہیں خود فیصلہ کر لیں، ہم شہہ ہماری ذاتی رائے یہی ہے کہ آج امام صاحب کی کوئی تصنیف موجود نہیں ہے۔“

شیخ ابو زہرہ مرحوم نے لکھا ہے کہ:-

”اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل الناس میں یہ ترتیب قائم کی ہے ابو بکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم حالانکہ کتب مناقب کی تمام روایات میں بالاتفاق مذکور ہے کہ ابوحنیفہ درجہ میں حضرت عثمان کو حضرت علی (رضی اللہ عنہما) سے مقدم نہیں سمجھتے تھا اور ظاہر ہے متصل الاسانیدان روایات سے یقیناً اقویٰ جو اتصال السند کے اعتبار سے اس درجہ کی نہیں۔“

شیخ ابو زہرہ کا یہ قول درست نہیں کہ امام ابوحنیفہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مقدم نہیں سمجھتے تھے۔ یہ قول امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا نہیں بلکہ ابراہیم نخعی کا ہے، روایت ان الفاظ کے ساتھ ہے:-

یَعْقُوبُ بْنُ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ قَالَ: قَالَ اِبْرَاهِيمُ (النَّقَبُ، مِی ج ۲ ص ۸۵) مندرجہ بالا بحث دیکھیں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جن حضرات نے الفقہ اکبر کے بارے میں اعتراضات کئے ہیں ان کی کوئی اہمیت نہیں اور الفقہ اکبر امام صاحب ہی کی تالیف ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی فطانت و فراست

کتاب سیرستینا امام عظیم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مناقب و محامد مجلیہ سے بھری ہوئی ہیں۔ اگر آپ علوم قرآن و حدیث و فقہ میں تسلیم و قرار تھے تو عملی زندگی میں بھی طہارت، پاکیزگی کی عمدہ ترین اور قابل تقلید مثال تھے آپ کی ذات صدق مقال، انصاف پسندی، وفا شعاری، امانت داری، پند و نصائح، تحقیق و تدقین میں مسلم مقلی تو شہادت و بسالت کا بھی کوہِ گراں تھی لیکن فراست کے میدان میں آپ کا مرتبہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے گئے چنے افراد میں ہوتا ہے۔ وفور عقل میں آپ "لو کان العلم عند النبیانہ رجل من اہل فارس" کا تاج پہنے نظر آتے تھے تو فراست میں "التقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله" کے مظہر آتے تھے۔

ذیل میں صرف مناقب موفق اور مناقب کروری سے چند ایک واقعات کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔ انہی آپ کو بعض اختلافی مسائل کا حل ملے گا، آپ کی دقت نظر کا قدرے اندازہ ہوگا، آپ کے صکت جوابات کی جلوہ نمائی ہوگی، اور اسی طرح کے بہت سے فوائد حاصل ہوں گے۔

جہم بن صفوان حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس چند مسائل دریافت کرنے حاضر ہوا۔ جب ان سے ملاقات ہوئی تو عرض کی اسے ابو حنیفہ! میں چند مسائل دریافت کرنے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا تیرے ساتھ ہمکلامی باعث شرم ہے اور تیرے سوالات میں غور و خوض بھرکتی آگ کو دعوت دینا ہے۔ ابن صفوان نے کہا ابھی تو میں نے ان مسائل کا ذکر تک نہیں کیا اور نہ ہی آج تک آپ سے ملاقات ہوئی ہے پھر آپ اتنے ناراض کیوں ہو رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا جو کچھ تمہارے بارے میں سن چکا ہوں وہ مسلمان تو نہیں کہہ سکتے۔ اس نے کہا اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ صرف شدید پرہی فتوے لگا دیتے ہیں! آپ نے فرمایا وہ باتیں شہرت کے درجہ کمال کو پہنچ چکی ہیں اور انہیں ہر خاص عام جانتا ہے اس لئے میں اپنے قول میں حق بجانب ہوں۔ کہنے لگا اسے ابو حنیفہ! میں صرف ایمان کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں اگر اس سے کچھ زیادہ کہوں تو آپ بیشک کان زدہ رہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تم قیامت سمیت تمام چیزوں پر ایمان نہیں رکھتے جو مجھ سے پوچھنے آگئے ہو؟ کہنے لگا ایمان تو رکھتا ہوں لیکن مجھے ایمان کی ایک نوع میں شک ہے۔ آپ نے فرمایا ایمان میں شک کفر ہے!

کہنے لگا آپ کے لئے یہ کب جائز ہے کہ آپ کوئی دم بتائے بغیر مجھ کا فرقرار دے دیں؟ آپ نے فرمایا اچھا پھر اس لئے
 مرض کی ایک شخص دل سے اللہ کو پہچانتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ اللہ وعدہ لائے ہوئے ہے، اس کی صفات کو پہچانتا ہے اور
 یہ بھی جانتا ہے کہ اس کی مثال کوئی نہیں پھر وہ ان چیزوں کو زبان سے کہے بغیر فوت ہو جاتا ہے تو ایسے شخص کی موت ایمان پر مبنی
 یا کفر پر؟ آپ نے فرمایا وہ کافر ہے اور ناری ہے کیونکہ اس نے دل سے جہنم کے ساتھ زبان سے اقرار نہیں کیا۔ ابن صفوان نے
 کہا یہ کیا بات ہوئی؟ وہ تو اللہ تعالیٰ کو اس کی تمام صفات کے ساتھ جانتا ہے۔ فرمایا اگر تم قرآن پر ایمان رکھتے ہو اور اسے
 حجت تسلیم کرتے ہو تو قرآنی دلائل دیتا ہوں اور اگر حجت تسلیم نہیں کرتے تو مخالفین کے اقوال سے جواب دوں گا۔ ابن صفوان نے
 کہا قرآن پر میرا ایمان ہے اور میں اسے حجت تسلیم کرتا ہوں، امام صاحب نے فرمایا تو پھر غور سے سنو اللہ تعالیٰ نے قرآن
 کریم میں دل اور زبان دونوں سے ایمان لانے کا حکم دیا ہے، ارشاد الہی ہے "وَاذْهَبُوا إِلَى الرَّسُولِ تَا جَنَّتْ
 تَجْرِي مِنْ تَحْتِ الْأَشَارِ" (پس جن لوگوں کے بارے میں یہ آیت اتری) ان لوگوں کو جنت میں اسی وجہ سے داخل کیا کہ وہ معرفت
 الہی کے ساتھ ساتھ زبانی بھی اس بات کا اقرار کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں دل اور زبان سے ایمان دار بتایا۔ پھر ارشاد الہی ہے
 "قُلُوا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا" تا فان آمنوا بمل ما نتم به فقد ابتدوا " (اس آیت میں بھی زبان سے اقرار کرنے کا بیان
 ہے) اور فرمایا "وَالْزَمُّ كَلِمَةُ التَّقْوَى" اور فرمایا "وَعَدُوا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ" نیز فرمایا "إِيَّاهُ يَعْبُدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ"
 پھر فرمایا مثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی المیوۃ الدنیا و فی الآخرة۔ اس کے بعد امام صاحب نے فرمایا کہ نبی کریم صلی
 اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "قُلُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَعْلَمُوا" (لا اله الا الله کہو غلا صی پا جاؤ گے) اللہ کے محبوب نے فلاح کا مدار معرفت
 قسیمی کو نہیں، زبان سے اقرار کو ٹھہرایا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا "یخرج من النار من قال لا اله الا الله وكان
 فی قلبه كذا" (یعنی جو شخص زبان سے لا اله الا الله کہے اور دل میں بھی ایسا ہی اقرار و تصدیق ہو تو وہ دوزخ سے نکال لیا جائے گا)
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تو نہیں فرمایا کہ جو اللہ کی معرفت رکھتا ہو وہ دوزخ سے آزاد ہے۔ اور پھر اگر معرفت ہی سے کام
 چل جاتا اور زبان سے اقرار کی ضرورت نہ پڑتی تو ایسا شخص جو دل سے خدا کو مانتا ہے اور زبان سے انکار کرتا ہے، مومن ہوتا
 اور پھر ایسے مومن تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ تو پہچانتا ہی ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ وہ اُس کا خالق، مارنے والا،
 موت کے بعد اٹھانے والا اور مکرش ٹھہرانے والا ہے کیونکہ اس نے کہا تھا کہ اے خدا! تو نے مجھے مکرش کیوں ٹھہرایا؟ پھر
 اس نے کہا تھا اے اللہ! لوگوں کے اٹھنے جانے تک مجھے سلت دو، اور یہ بھی کہا تھا یا اللہ! تو نے مجھے مارے پیدا کیا
 اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا؟ — اور پھر اس طرح تو تمام کفار مسلمان ہوتے کیوں کہ وہ اللہ کو پہچانتے ہیں مگر زبان سے
 اقرار نہیں کرتے، ارشاد الہی ہے و جحدوا بہا واستیقنت بہا انفسهم (وہ لوگ آیات اللہ کا انکار کرتے ہیں حالانکہ دلی

ان پر یقین رکھتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مومن شمار نہیں کیا کیونکہ وہ اگرچہ دل سے مانتے تھے مگر زبان سے اقرار نہ کرتے تھے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یَعْرِفُونَ نِعْمَةَ اللَّهِ ثُمَّ يُنْكِرُهَا وَإِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَكَاكِرُونَ، اور فرمایا قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ تَعْلَمُونَ اللَّهُ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ فَاذْكُرُوا اللَّهَ الَّذِي كَرَّمَ عَلَيْكُمْ عَمَّنْ، اور چونکہ وہ زبانی انکار کرتے تھے اس لئے بعض معرفت ان کو مفید نہ ہوئی۔ پھر ارشاد ہے یَعْرِفُونَ كَمَا يَعْرِفُونَ آبَاءَهُمْ، یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنی اولاد کو، یہاں بھی انہیں بعض معرفت نے کام نہ دیا۔

ان تمام دلائل کو سننے کے بعد ابن صفوان نے کہا اچھا میں پھر کسی وقت آپ سے ملاقات کروں گا اور پھر اپنا سامنہ لیکر چلتا ہوں، اور پھر کبھی واپس نہ آیا۔

۲- حضرت امام رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا عزیزی کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بغیر محرم کے سفر کیا تھا یہ کیونکر جائز ہے؟ حضرت امام نے فرمایا وہ کیا جانتے ہیں کہ اس حدیث کی تفسیر کیا ہے (جس میں ام المؤمنین کے سفر کا ذکر ہے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو کہ تمام مسلمانوں کی مقدس والدہ ہیں اس لئے ان کا سفر غیر محرم کے ساتھ سفر کیسے ہوا؟ (سبحان اللہ)

۳- عثمان بن ابی زائدہ کہتے ہیں میں حضرت امام کے پاس تھا کہ ایک شخص نے پوچھا اگر کوئی پیالے یا کسی اور برتن میں پانی پئے جس کے اطراف میں چاندی لگی ہوئی ہے تو اس کے بارے آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا جائز ہے۔ جب وہ شخص چلا گیا تو میں نے عرض کی اس مسئلہ کی کوئی مثال دیجئے! آپ نے فرمایا بھلا تم ہی بتلاؤ ایک شخص نہر کے پاس پہنچا، اسے سخت پیاس لگی ہے، اس کے پاس کوئی برتن نہیں ہاں وہ ہاتھ سے پانی لے سکتا ہے اور اس کے ہاتھ میں چاندی کی انگوٹھی ہے، اس نے ہاتھ میں پانی لیا اور پی گیا، ایسے آدمی کے بارے تم کیا کہو گے؟ میں نے کہا اس میں تو کوئی مضائقہ نہیں! آپ نے فرمایا بس پھر چپ رہو (مسئلہ واضح ہے)۔

۴- سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ اور امام اوزاعی ایکٹھے بیٹھے تھے کہ امام اوزاعی نے امام ابو حنیفہ کو من طلب کہتے ہوئے فرمایا کہ تم لوگ رکوع میں جانتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا جب یہ امر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں تو ہم کیوں کریں؟ امام اوزاعی نے کہا مجھے ذہری نے سالم سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر افتتاح کے بعد رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے، امام ابو حنیفہ نے فرمایا مجھے حماد نے، انہوں نے ابی ہریرہ سے، انہوں نے علقمہ اسود سے، انہوں نے عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریم کے بعد رفع یدین نہیں فرماتے تھے، اس پر امام اوزاعی نے کہا میں ذہری کی روایت سے رہا ہوں جنہوں نے سالم سے اور سالم نے ابن عمر سے روایت کی اور آپ حماد کی روایت بیان کرتے ہیں جنہوں نے ابی ہریرہ سے اور انہوں نے علقمہ سے روایت کی، اس سے

امام اوزاعی کا مقصد اپنی سند کی بڑی ظاہر کرنا تھا، امام ابو حنیفہ نے فرمایا آپ نے درست کہا لیکن یہ بھی تو دیکھو کہ حماد، زہری سے علم فقہ میں بلند مرتبہ کے مالک ہیں، ابواہیم، سالم سے اور حلقہ بھی فقہ میں ابن عمر سے کم نہیں ہیں! امام اوزاعی خاموش ہو گئے۔

(نوٹ: اس سے معلوم ہوا کہ بعض حدیث دانی کافی نہیں، اصل مقصد فقہیت ہے اور محدث بعض سے فقہ کا مرتبہ بلند ہوتا ہے۔)

۵۔ امام ابو حنیفہ کے زمانہ میں ایک آدمی فوت ہو گیا اور اس نے ایک شخص کو ایک ہزار دینار کی ایک قبیلہ سپرد کی وصیت

کی کہ جب میرا لڑکا جوان ہو جائے تو تمہیں پسند ہوا اسے دے دینا، لڑکا جوان ہو گیا تو اس شخص نے اس نوجوان کو قبیلہ تو دے دی مگر دینار رکھ لئے اور کہا کہ تمہارے باپ کی وصیت کے مطابق میں نے اپنی صواب دید پر تمہیں قبیلہ دے دی ہے اور میں تمہارے لئے قبیلہ ہی پسند کرتا ہوں۔ نوجوان حیران رہ گیا۔ اس نے علماء سے مسئلہ دریافت کیا لیکن اس کی تشفی نہ ہو سکی۔ آخر وہ امام ابو حنیفہ کے پاس پہنچا اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔ آپ نے فرمایا تمہارے باپ نے بڑی لطیف وصیت کی تھی اور وصیت کرتے وقت بڑی دانائی سے کام لیا تھا۔ آپ نے اس شخص کو بلایا جس کے پاس دینار تھے۔ جب وہ آگیا تو آپ نے اسے فرمایا کہ اس نوجوان نے تمہیں یہی وصیت کی تھی کہ جو تمہیں پسند ہو میرے بیٹے کو دے دینا؟ اس نے عرض کی ہاں اس نے مجھے یہی کہا تھا۔ آپ نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے دینار پسند کئے اور انہیں اپنے لئے رکھ لیا؟ اس نے عرض کی ہاں! آپ نے فرمایا اس نوجوان کو اس کے باپ کی وصیت کے مطابق دینار دے دو کیونکہ جب اس کے باپ نے یہ کہا تھا کہ میرے بیٹے کو اپنی پسندیدہ شے دینا اور تو ابھی اقرار کر چکا ہے کہ میں دینار پسند کرتا ہوں تو تمہیں دینار دینے چاہیے گے۔ وہ ٹھہر گیا اور اسی وقت دینار اس نوجوان کو دے دیئے۔

۶۔ حضرت شریک فرماتے ہیں کہ بنو ہاشم کے سرداروں میں سے ایک آدمی کے جنازے میں ہم لوگ شامل تھے۔ ہمارے

ساتھ امام ثوری، ابن ابی لیلیٰ، ابن شہر، ابوالاحوص حبان، منذل اور امام ابو حنیفہ بھی تھے، جنازہ اٹھایا گیا، اچانک لوگ غلٹ ہو گئے۔ حضرت امام ابو حنیفہ نے رکنے کی وجہ دریافت فرمائی۔ آپ کو بتلایا گیا کہ اس میت کی والدہ نے قسم کھائی ہے کہ جب تک اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھے گی، واپس نہیں جائے گی اور باپ نے قسم کھائی ہے کہ اس کی بیوی واپس نہیں جائے گی تو اسے طلاق ہے۔ چنانچہ اس مسئلہ کا کوئی بھی حل نہ نکال سکا۔ میت کے باپ نے حضرت امام ابو حنیفہ سے درخواست کی کہ اس مسئلہ میں ہماری مدد فرمائیے۔ امام صاحب نے میاں بیوی کی قسم کی نوعیت دریافت فرمائی۔ ان کے بتلے پر آپ نے فرمایا کہ جنازہ نیچے رکھ دو، جنازہ رکھ دیا گیا۔ امام صاحب نے میت کی والدہ کو فرمایا تم آؤ۔ پڑھو اور اپنے بیٹے کی نماز جنازہ ادا کرو۔ جب اس نے نماز ادا کر لی تو آپ نے فرمایا اب تو واپس چلی جاؤ۔ پھر جنازہ قبر کی طرف بچھایا گیا۔ ابن شہر فرماتے ہیں کہ ”دنیا کی مائیں ایسا عالم پیدا کرنے سے عاجز ہیں“

۷۔ دہریے (جو خدا کو کائنات میں متصرف نہیں مانتے) حضرت امام کو قتل کرنے کی فکر میں رہتے تھے، ایک دن امام صاحب تنہا مسجد میں بیٹے ہوئے انہیں مل گئے، وہ عواریں اور چھریاں لے کر آپ کو قتل کرنے کی نیت سے آگے بڑھے۔ جب آپ نے دیکھا تو فرمایا ذرا ٹھہرو، میرا ایک سوال ہے، تم اس کا جواب دے کر مجھے ہماری مرضی پہ کر دینا، انہوں نے کہا بتلاؤ! آپ نے فرمایا ایک شخص کتا ہے کہ میں نے سامان سے لدی بڑی کشتی کو دیکھا ہے، وہ دریا کے گہرے پانی میں جا رہی ہے اسے پانی کی شدید موجوں نے گھر لیا ہے، مختلف سمتوں سے سخت جواہل رہی ہے، اسے چاٹنے کے لئے کوئی صلاح نہیں ہے اور وہی کوئی علف ہے، تم یہ بتلاؤ کہ کیا عقلاً یہ بات جائز ہے؟ سب نے بیک آواز کہا کیسے ممکن ہے؟ اسے عقل جائز رکھتی ہے اور نہ ہی وہم میں یہ بات آتی ہے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا سبحان اللہ! عجیب یہ بات، از روئے عقل جائز نہیں کہ ایک کشتی بغیر علف کے چل سکے تو اتنی بڑی کائنات جو مختلف احوال کی حامل ہے، اس کے امور بدلتے رہتے ہیں، اطراف پھیلے ہوئے ہیں اور ان میں تنہا بن پایا جاتا ہے، کسی صانع اور موجد کے بغیر کچھ چلا سکتی ہے؟ یہ جواب سن کر تمام روئے گئے اور عرض کی اسے ابو حنیفہ! آپ نے درست فرمایا، انہوں نے اپنی عواریں نیام میں رکھ لیں اور اپنی مکرشی دگرہی سے تائب ہو گئے۔

۸۔ رومی شہنشاہ نے اپنے ایک خلیفہ کو خامی رقم دیکر بھیجا اور کہا کہ اپنے ہاں کے علماء سے تین سو روپے دریافت کرو، اگر وہ جواب دے دیں تو یہ مال انکو دے دینا اور اگر عاجز رہ جائیں تو بطور خراج اٹان سے مال وصول کرنا، خلیفہ نے حسب حکم علماء کو اکٹھا کیا تین سو سائل پیش کئے لیکن ان میں سے کوئی بھی تسلی بخش جواب نہ دے سکا۔ حضرت امام ابی نیچے تھے (بعض کے نزدیک آپ کی عمر اس وقت ۶۰ سال کے لگ بھگ تھی) اور اپنے والد کے ہمراہ اس مجلس میں بیٹھے تھے۔ آپ نے خلیفہ سے فرمایا اگر اجازت ہو تو میں جواب دوں! خلیفہ نے کہا ہاں ضرور! آپ نے فرمایا کیا تم سائل ہو؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا منبر سے نیچا تر آؤ اور نیچے بیٹھ جاؤ پھر میں جواب دوں گا۔ وہ نیچے اتر آیا۔ آپ منبر پر چڑھ اٹھوڑ ہوئے اور فرمایا اب سوال کرو۔ پہلا سوال یہ کیا کہ اللہ تعالیٰ سے پہلے کیا چیز تھی؟ آپ نے فرمایا گنتی جانتے ہو؟ کہنے لگائیں نہیں ضرور جانتا ہوں، فرمایا واحد سے پہلے عدد کا نام بتاؤ، اس نے کہا واحد سب سے پہلا عدد ہے اس سے قبل کوئی عدد نہیں۔ آپ نے فرمایا جب واحد مجازی سے پہلے کوئی نہیں تو واحد حقیقی سے پہلے کھدا کیونکر ممکن ہوگا؟ پھر دوسرا سوال یہ کیا کہ اللہ کس سمت میں ہے؟ آپ نے فرمایا تم یہ بتاؤ جب چاند غل رہا ہو تو اس کی روشنی کس سمت میں ہوتی ہے؟ کہا اس روشنی کی چاروں جہات برابر ہیں۔ آپ نے فرمایا جب ایک عارضی اور زائل ہونے والا نور ہر سمت میں برابر ہے تو نور حقیقی کی کس سمت کا تعین کیسے کیا جاسکتا ہے؟ تیسرا سوال یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کو کتنا ہے؟ آپ نے (اسے ٹھہرا کرتے ہوئے) جواب دیا بس یہی کہ تم جیسے مشیت مقرر من کو منبر سے نیچے اتار کر مجھ جیسے موقد کو منبر پر بٹھایا، بس ایسے ہی برآں میں اس کی نئی شان ہے۔ وہ مبہوت ہو گیا اور رقم دیکر چلتا بنا۔

۹۔ علماء کی ایک جماعت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس مسئلہ قزاق غلط الامام کے بارے میں بحث کرنے آئی آپ نے فرمایا میں تمام کے ساتھ گفتگو تو نہیں کر پاؤں گا لہذا اپنا ایک آدمی جو علم میں تم سب سے فائق ہے اسے بحث کرنے سامنے کر دتا کہ اس سے بحث کی جائے۔ انہوں نے ایک آدمی کو تیار کیا۔ آپ نے ان سے پوچھا کیا تیمم کے زیادہ علم والا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں، آپ نے فرمایا اس کے ساتھ بحث متصور ہوگی۔ سب نے کہا بالکل، فرمایا اس پر الزام تم سب پر الزام ہوگا؟ کہنے لگے یونہی ہوگا۔ آپ نے فرمایا اگر میں اس پر غالب آگیا تو تم سب پر غالب ہوگا؟ کہا ٹھیک ہے۔ آپ نے فرمایا (بس مسئلہ واضح ہو گیا) جیسے تم نے اس کی کلام کو اپنی کلام سمجھا ہے اسی طرح ہم بھی اپنے امام کو مختار مانتے ہیں، اس کی قزاق کو اپنی قزاق سمجھتے ہیں، وہ ہمارا نائب ہوتا ہے۔۔۔۔۔ سب خاموش ہو گئے اور ان سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔

۱۰۔ ایک رافضی (شیعہ) امام صاحب کے حامدین میں سے تھا ایک دن کسی حمام میں گیا حضرت امام پہلے سے وہاں موجود تھے۔ امام صاحب کو دیکھتے ہی بولا اے نعمان! تمہارا استاد فوت ہو گیا اگر تمہیں راحت ملی، ان دنوں حضرت حماد قریب الموت تھے۔ امام صاحب جھٹ بولے ہاں ہمارے استاد تو فوت ہو ہی جائیں گے لیکن (تم خوش قسمت ہو کہ تمہارے استاد کو قیامت تک (یعنی) کی مہلت ہے۔ (اس سے آپ نے اسے یہ بتلایا کہ تمہارا استاد شیعہ ان سہ جس نے اللہ تعالیٰ سے مہلت مانگے ہوئے کہا تھا اُنظر فی الی یوم الوقت المعلوم تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا انک من المنتظرین جاؤ ہیں تمہیں مہلت دیتا ہوں

۱۱۔ حضرت دکن فرماتے ہیں کہ ہم ابو حنیفہ کے پاس بیٹھے تھے، آپ کے پاس ایک عورت آئی اور کہا میرا بھائی فوت ہو گیا ہے اور اس کا ترکہ چودھویں پارے، مجھے صرف ایک یا دو دینا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کوشت کس نے تقسیم کی تھی؟ عرض کی داؤد دھائی نے! آپ نے فرمایا میں ہی کچھ ملتا تھا۔ تم یہ بتاؤ کہ تمہارے بھائی کے ورثہ میں دو بیٹیاں، ایک بیوی، ماں، بارہ بھائی اور خود تو ایک بہن نہیں ہے؟ عرض کی یونہی ہے! فرمایا دو لڑکیاں دو لڑکے یعنی چار سو دینا دے گئیں، ماں کو چھٹا حصہ مل گیا ایک سو دینا رسکھو ملا، بیوی کو آٹھواں حصہ یعنی پندرہ دینا رسکھ گئے، باقی صرف پچیس دینا رہے (اور بموجب ہلد کر مثل حفظ الانشیخین) تمہارے بارہ بھائیوں کو دو دو دینا مل گئے، اور باقی ایک ایک دینا رہا جو تمہارا حصہ ہے۔ (اس واقعہ میں نور عقل و فراست کا مظاہرہ ہوا ہے کہ آپ نے تقسیم ورثہ سے ورثہ کی تعداد معلوم کر لی حالانکہ ورثہ کی تعداد کا کوئی علم پہلے سے نہ تھا)

(گیارہ کے کس ساک عدد پر مضمون کو ختم کرنا ہوں اور اعلیٰ اخذ عشر کو کتب تصور کیا جاسکتا ہے۔)

ہذا سیدنا محمد بن عبد اللہ بن محمد حضرت امام شافعیؒ کا حضرت امام اعظمؒ سے توسل

یہ فطرت اسلامی ہی نہیں بلکہ فطرت انسانی بھی ہے کہ انسان بغیر اپنے مضمون من احب شیئاً اکثر ذکرها اپنے محبوب کا ذکر
 سننے اور سنانے سے کبھی سیر نہیں ہوتا بلکہ ذکر حبیب سے ہی کیف و سرور پاتا ہے اور پھر بھی تشنگی ہی رہتی ہے چنانچہ حضرت سیدنا امام شافعی رضی اللہ عنہ
 اپنے قلبی رگڑاؤ اور عشق و محبت کا اظہار جو انہیں حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تھا، یوں کرتے ہیں: **هو المثل ما کونته**
 یعنی حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر جلیل بار بار کرو کیونکہ وہ مشک اور ستوری کی خاصیت رکھتا ہے جس قدر اس کو
 بکھیرو گے اتنی ہی مشک زیادہ ہوتی جب نیکی لہذا ذکر ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ میرے لئے باعث فرحت و انبساط ہوتا ہے۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ سے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار اپنی مجالس میں تلاذہ و حاضرین کے
 سامنے بڑے شوق و احترام سے فرمایا کرتے تھے، کبھی ارشاد فرماتے قول ابی حنیفہ اعظم من ان یدفع بالہوینا اور
 کبھی یوں رطب اللسان ہوتے من لم ینظر فی کتب ابی حنیفہ لا یتبعہ فی الفقہ (جو حضرت سیدنا ابو حنیفہ کی تعریف
 پر نظر نہیں رکھتا وہ فقہ میں تجربہ حاصل نہیں کر سکتا) جب کبھی آپ حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے کلمات عالیہ کے اظہار کا ارادہ کرتے
 توجہ بات کے عالم میں پکاراٹھتے:

من اراد ان یعرف الفقہ فیلزم اباحنیفہ واصحابہ فان الناس کلہم عیال علی الفقہ، لہ

احمد بن اہلبت ابو عبیدہ سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ حضرت امام الائمہ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے
 متعلق یوں فرمایا کرتے تھے :-

الناس عیال علی فی القیاس والاستحسان

آپ کا یہ مقولہ بھی حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے گہری عقیدت و محبت کا مظہر ہے:

کل من جاء بعد الامام الا اعظم فهو مبتس مند لہ

لہ مناقب الامام الاعظم الموفق، ج ۲، ص ۶۶ لہ مناقب موفوق، ج ۲، ص ۶۶، الخیرات الحسان ص ۱۰۳

لہ مناقب موفوق، ج ۲، ص ۳۱، الخیرات الحسان، ص ۱۰۳، ۱۰۴

مندرجہ بالا غلوں سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ حضرت سراج الامام اعظم رضی اللہ عنہ سے بے پایاں عشق و محبت تھا، پیر محبت کا ماحذ و منبع ہی دل ہوتا ہے، اگر دل کا تعلق کسی چیز سے ہو جائے تو ارادہ اس تعلق کو قوی تر بنا دیتا ہے اور ایک دائمی کشش و جذبہ پیدا ہو جاتے ہیں، حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کی عملی زندگی سے یہ چیز واضح ہوتی ہے کہ انہیں حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے قلبی لگاؤ تھا اور محبت کا جذبہ ہر وقت بیدار رہا، آپ نے حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی بزرگی اور مجدد شرف کا ان الفاظ میں اعتراف کیا:

”میں ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر پر روزانہ حاضر ہوتا ہوں، جب کہیں مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے تو دو نفل چمکے کما امام اعظم رضی اللہ عنہ کی قبر پر چاٹتی دیتا ہوں اور وہاں خدا سے (بتوسل ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ) اپنی حاجت مانگتا ہوں تو میری حاجت پوری ہو جاتی ہے۔“

اسی روایت کو صمد الامام موفق بن احمد المکی المتوفی ۶۶۵ھ کتاب مناقب الامام الاعظم رضی اللہ عنہ کے صفحہ ۱۹۹ جلد دوم میں مختلف اسناد سے بطریق امام ابو یوسف غیب بغدادی بطریق تاج الاسلام امام سمعانی وغیرہ سے بیان کرتے ہیں کہ علی بن مہیون کہتے ہیں ”میں نے حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کی رہان مبارک سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی قبر سے برکت حاصل کرتا ہوں پھر ان کی قبر پر (بتوسل ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ) خدا سے دعا کرتا ہوں تو فی الفور میری حاجت پوری ہو جاتی ہے۔“

اسی روایت کو انہی کے الفاظ میں علامہ عزالدین بن جماعة محدث نے بھی اپنی کتاب انس المحاضرہ میں ذکر کیا ہے:

”ذكر السفيري شارح بعض مجالس من احاديث البخاري نقل عن الدين جماعه في كتاب انس المحاضرة عن ابن ميمون قال اني سمعت الشافعي يقول اني لا تبرك بابي حنيفة واجئ الى قبره يعني اذا اكراما فاذا عرضت لي حاجة صليت ركعتين وجئت الى قبره و سالت الله تعالى لحاجة عنده فما تبعده عنى حتى تقضى له

علامہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ الخیرات الحسان کے صفحہ ۲۳۰-۲۳۱ پر لکھتے ہیں:-

اعلم انه لم يزل العلماء ذوا الحاجات يزرون قبره (ای قبر ابی حنیفہ) ويتوسلون عنده قضاء حوائجهم ويرون من جملة ذلك منهم الامام الشافعي لما كان ببغداد فانه جاء عنده قال اني لا تبرك بابي حنيفة واجئ الى قبره فاذا عرضت لي حاجة صليت

رَبْعَتَيْنِ رَجَعْتُ إِلَى قَبْرِهِ وَ سَأَلْتُ اللَّهَ عِنْدَهُ فَتَقَضَىٰ سَرِيعًا وَ ذَكَرَ بَعْضُ
 الْمُتَكَلِّمِينَ عَلَىٰ مِنْهَاجِ النَّوَوِيِّ أَنَّ الشَّافِعِيَّ صَلَّى الصُّبْحُ عِنْدَ قَبْرِهِ فَلَمْ يَبْقُتْ
 فَقِيلَ لَهُ لِمَ قَالُوا تَادِبًا مَعَ صَاحِبِ هَذَا الْقَبْرِ وَ ذَكَرَ ذَلِكَ غَيْرُهُ أَيْضًا وَ
 زَادَ أَنَّهُ لَمْ يَجْهَرْ بِالْبِسْمِلَةِ وَالْأَشْكَالُ فِي ذَلِكَ خِلَافُ الْمَنْ خَلَفَ أَنَّهُ يَعْزُضُ
 السَّنَةَ مَا يَرْجِعُ تَرْكُ فَعْلِهَا لَكُونَهُ الْآنَ أَحَدُ مِنْهَا وَلَا شَكَّ أَنَّ الْأَعْلَامَ بِرَفْعِهِ
 مَقَامَ الْعُلَمَاءِ أَمْرٌ مُطْلُوبٌ مُتَاكِدٌ وَأَنَّهُ عِنْدَ الْاِحْتِيَاجِ عَلَىٰ سِرِّ غَدَمِ أَنْفِ حَاسِدٍ
 وَ تَعْلِيمِ جَاهِلٍ أَفْضَلُ مِنْ مَجْرَدِ فَعْلِ الْقَنُوتِ وَالْجَهْرِ بِالْبِسْمِلَةِ . ۱۰۷

یعنی علماء اور دیگر حاجت مند آپ کی قبر کی مسلسل زیارت کرتے رہتے ہیں اور آپ کو وسیلہ بناتے ہیں اور آپ کی سیاحت کا بیان کرتے ہیں۔ انہیں میں سے امام شافعی بھی ہیں جب آپ بغداد میں تھے تو آپ نے فرمایا " میں ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے تبرک خلی کرتا ہوں اور جب کوئی حاجت پیش آتی ہے تو میں دو رکعت نماز پڑھ کر ان کی قبر کے پاس آتا ہوں اور اس کے پاس اللہ سے دعا کرتا ہوں تو وہ حاجت جلد پوری ہو جاتی ہے۔ اور بعض متکلمین نے ذکر کیا کہ امام شافعی نے صبح کی نماز آپ کی قبر کے پاس پڑھی تو اس میں قنوت پڑھی۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ یہ کیوں؟ تو آپ نے فرمایا اس قبر والے کے ساتھ ادب کرتے ہوئے اور ان کے علاوہ دیگر حضرات نے اس صنف کے ساتھ ذکر کیا کہ آپ نے بسم اللہ جبر کے ساتھ پڑھی، اور اس میں کچھ اشکال نہیں کیونکہ سنت کو بعض اوقات ایسے موانع لاحق ہو جاتے ہیں کہ جس سے اس کا ذکر نارایع ہوتا ہے اور یہ موانع اس سے اہم ہوتے ہیں اور یہ چیز شک سے بالاتر ہے کہ علماء کی رفتہ شان کا ظاہر کرنا بہت ہی اہم مقصد ہے اور بالغوص حاسدوں کو ذلیل کرنے اور عاہلوں کو تعلیم دینے کے وقت قنوت پڑھنے اور بسم اللہ جبر سے پڑھنے سے افضل ہے۔"

علامہ ابن حجر کی تحریر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت امام شافعی کی طرح دیگر علماء کا بھی قدیم و جدیداً امام ابو حنیفہ کی قبر کو زیارت بہ نیت تبرک و توسل و انتفاع و استشفاع معمول رہا ہے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی اس میں سے جہاں امام غفرم رضی اللہ عنہ کے ساتھ غایت عقیدت کا اظہار ہوتا ہے وہاں سداً استمداد و توسل کا بھی ثبوت مہیا ہو رہا ہے، یہ منکرین وسیلہ و استمداد و توسل کیلئے نوز فکر یہ ہے، انہیں چاہئے کہ اپنے غلط نظریات کے جال کو اتار پھینکیں اور مراتب مستقیم پر گامزن ہوں جن پر ائمہ مجتہدین عمل پیرا رہے۔

۱۰۷ مناقب ہونف، ج ۲، ص ۱۹۹، الخیرات الحسان، ص ۱۰۳، ۱۰۴، انوار آفتاب صداقت، ج ۲، ص ۱۱۴، ۱۱۵، شفا القلوب

ص ۸۰، تحفہ دستگیر، مولانا غلام کسٹیکر نقوی، ص ۲۰

امام اعظم رحمہ اللہ کے مکتوبات مجدد الف ثانی کی روشنی میں

راجہ امام الامامہ حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی ذات بابرکات محتاج تعارف نہیں ہے۔ تمام دنیا میں مسلمانوں کی غالب اکثریت انہی کی پیروی کر رہی ہے۔ ان پر کاروں میں بڑے بڑے اولیاء کرام، علمائے عظام، محدث، فقیہ، مفسر اور صاحب کشف و کرامات حضرات شامل ہیں۔ امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہ بھی امام صاحب کے پیروکاروں میں شامل ہیں ورمنا حیثیت کے حامل ہیں۔ انہوں نے اپنے مکتوبات شریف میں جابجا حضرت امام اعظم کا ذکر نہایت عقیدت و احترام سے کیا ہے۔ ذیل میں ہم مکتوبات شریف سے امام صاحب سے متعلق اقوال و ارشادات درج کر رہے ہیں۔

ہمارے پیش نظر مکتوبات شریف کا اردو ترجمہ ہے جسے مولانا محمد سعید احمد نقشبندی امام دخیب جامع مسجد داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ نے کیا ہے اور مہیہ چشمک کمپنی کراچی کا چھپا ہوا ہے۔

مکتوبات شریف دفتر اول حصہ اول مکتوب نمبر ۲۹ صفحہ ۱۰۳ میں حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ اداۓ فرض کی ترغیب، سنن و آداب کی رعایت، مستحب اور نوافل پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

”امام اعظم کو فی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دمنو کے مستحبات میں سے ایک مستحب چھوٹ جانے سے چالیس سال کی نمازیں تقاضا کیں۔“

آگے مل کر دمنو کے استعمال شدہ پانی کے بارے امام صاحب کا موقف بیان فرماتے ہیں :-

”لماذا وہ پانی جس سے ازالہ کھٹ کیا گیا ہو یا بہ نیت عبادت و ثواب دمنو کے لئے استعمال کیا گیا ہو لوگوں کے لئے اس کا پینا جائز نہ قرار دیں کیونکہ یہ پانی سیدنا حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک نجاست غلیظہ کا حکم رکھتا ہے اور فقہاء نے اس پانی کے پینے سے منع کیا ہے اور اس کا پینا مکروہ قرار دیا ہے۔“

اللہ کی محبت میں اگر فناء ہونے کے متعلق مجدد صاحب نے شیخ محمد چتری کو ایک طویل خط لکھا۔ اس میں امام اعظم

رضی اللہ عنہ کا عقیدہ یوں بیان فرمایا ہے :-

”تیری ذات پاک ہے جیسا تیری عبادت کا حق ہے ہم اس طرح تیری عبادت کا حق ادا نہیں کر سکے لیکن

جیسا نتیجہ پہچاننے کا حق ہے اس طرح ہمیں تیری معرفت حاصل ہو چکی ہے۔“

عبادت کا حق ادا کرنا تو ظاہر ہے لیکن پوری معرفت کا حصول اس بنا پر ہے کہ اس ذات تعالیٰ شانہ کی نہایت معرفت صرف یہ ہے کہ اس ذات کو بے چوٹی دے چوٹی کے ساتھ پہچان لیں۔

(مکتوبات شریف، دفتر اول، حصہ اول، مکتوب نمبر ۴۸، ص ۱۲۹)

ایمان کی کمی بیشی کے بارے میں امام صاحب کا موقف یوں بیان فرماتے ہیں:-

”ایمان نہ زیادہ ہوتا ہے نہ کم“ (دفتر اول، حصہ چہارم، ص ۱۷۵)

امام صاحب کے اس قول پر علامہ شبلی نعمانی نے اپنی کتاب ”سیرۃ النعمان“ میں تفصیل سے بحث کی ہے وہ لکھتے ہیں: ”جن لوگوں نے عمل کو جزو ایمان قرار دیا۔ ان کا مذہب ہے کہ ایمان بمعاظ مقدار کے زیادہ و کم ہوتا ہے جو شخص اعمال کا زیادہ پابند ہے وہ زیادہ مومن ہے، جو گنہگار ہے وہ کم مومن ہے۔ محدثین صراحتاً اس کے مدعی ہیں اور اس پر دلیل لاتے ہیں۔ علامہ قسطلانی، صحیح بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں: فاعلم ان الايمان يزید بالطاعات وينقص بالعصية یعنی ایمان ثواب کے کام کرنے سے زیادہ ہوتا ہے اور گناہ سے گھٹ جاتا ہے۔“ اور محدثین نے بھی جابجا اس کی تفسیح کی ہے۔ امام ابو حنیفہ اس اعتبار سے ایمان کی زیادت و نقصان کے منکر تھے۔ ان کے نزدیک جب اعمال جزو ایمان نہیں تو اعمال کی کمی بیشی سے ایمان میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی اور یہ بالکل صحیح ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ ابو بکر کو تم لوگوں پر جو ترجیح ہے وہ کثرتِ صوم و صلوٰۃ کی وجہ سے نہیں بلکہ اس چیز کی وجہ سے جو اس کے دل میں ہے۔“ غرض امام صاحب کا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ ایمان بمعاظ کیفیت یعنی شدت و ضعف کے زیادہ و کم نہیں ہو سکتا بلکہ ان کا یہ دعویٰ ہے کہ ایمان مقدار کے اعتبار سے کم و بیش نہیں ہوتا یہ دعویٰ اس بات کی فرع ہے کہ اعمال جزو ایمان نہیں اور اس کو ہم بھی ثابت کر چکے ہیں۔ (سیرۃ النعمان مطبوعہ دہلی ۱۹۱۵ء، ص ۹۶)

مسئلہ قضا و قدر کی تحقیق میں لوگ حیرت اور گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض بندے سے جو کچھ اس کے اختیار سے صادر ہوتا ہے اس میں جبر کے قائل ہیں اور بعض نے بندے سے جو کچھ صادر ہوتا ہے اس کی خدائے واحد کی ذات نسبت کی نفی کی ہے۔ ایک گروہ نے قضا و قدر کے عقیدے میں میانہ روی اختیار کی ہے اور یہی صراطِ مستقیم ہے اور الحمد للہ یہ گروہ فرقہ ناجیہ یعنی اہل سنت و جماعت ہے۔

حضرت نبد و صاحب قدس سرہ نے اس مسئلہ کے بارے میں حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت نقل کی

ماخذ جو ۱۔

”حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت امام جعفر بن محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت فرمایا اور عرض کیا اے رسول اللہ کے بیٹے! کیا اللہ تعالیٰ نے اختیار بندوں کے سپرد کر دیا ہے! تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس سے عظیم اور برتر ہے کہ وہ بیت کو بندوں کے عواصی کر دے۔ پھر امام ابوحنیفہ نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے بندوں کو مجبور پیدا کیا ہے! تو امام جعفر صادق نے فرمایا، اللہ تعالیٰ اس بات سے بہت عدل والا ہے کہ وہ بندوں کو بچے تو مجبور پیدا کرے اور پھر انہیں عذاب میں ڈالے۔ پھر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ اس معاملے کی پھر اصل حقیقت کیا ہے! تو امام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ معاملہ اختیار اور جبر کے درمیان ہے کہ نہ تو انسان بالکلیہ مجبور ہے اور نہ بالکلیہ مختار ہے اور نہ اللہ کی طرف سے انسان پر کوئی جبر ہے اور نہ کوئی بات خواہ مخواہ انسان پر مستط کی گئی ہے۔“ (دفتر اول، حصہ پنجم، مکتوب نمبر ۲۸۹، ص ۸۰۲)

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول زبانِ زبر عام ہے اور مخالفین اکثر و بیشتر پیش کرتے ہیں کہ ”اگر کوئی حدیث میرے قول کے مخالف ہو تو میرے قول کو چھوڑ دو؟“ اس کو حضرت مجدد صاحب قدس سرہ یوں بیان فرماتے ہیں:-

”اور وہ جو امام عظیم رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ”اگر کوئی حدیث میرے قول کے مخالف پاؤ تو میرے قول کو چھوڑ دو اور حدیث پر عمل کرو؟“ تو اس حدیث سے مراد وہ حدیث جو حضرت امام کو نہ پہنچی ہو اور اس حدیث کو نہ جاننے کی بنا پر اس کے خلاف حکم فرمایا ہے اور ”اشارے“ کی حدیث (یعنی وہ حدیث جس میں تشہد کے وقت انگلی سے اشارہ کرنے کا ذکر ہے) اس قبیلے سے نہیں اور مشہور احادیث ہیں اور نہ جاننے کا احتمال نہیں۔“ (دفتر اول، حصہ پنجم، مکتوب نمبر ۳۱۲، ص ۹۰۱)

امام صاحب رضی اللہ عنہ کے مناقب و محاسن یوں تو بڑے بڑے علماء کرام نے بیان کئے ہیں لیکن مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جس عقیدہ تسندی سے بیان کئے ہیں یہ انہی کا حصہ ہے، فرماتے ہیں:-

”اور حضرت عیسیٰ علی نبیاء وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جو کہ بعد نزول اس شریعت کی اتباع کریں گے، ان سرور علیہ وعلی آداب الصلوٰۃ والسلام کی سنت کی اتباع ہی کریں گے کہ اس شریعت کا نسخ جائز نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ علماء وخواہر حضرت عیسیٰ علی نبیاء وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے اجتہادات کی اپنے ماخذ کے کمال اور دقیق ہونے کی وجہ سے مخالفت کریں اور ان کو کتاب و سنت کے مخالف سمجھیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حال امام عظیم ابوحنیفہ کوئی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح ہے کہ پرہیزگاری اور تقویٰ کی برکت

اور سنت کی متابعت کی دولت سے اجتہاد اور استنباط کے نہایت بلند درجہ پر پہنچ چکے ہیں کہ دوسرے لوگ اس کے سمجھنے سے بھی قاصر ہیں۔ اور دقت معانی کی وجہ سے ان کے اجتہادات کو کتاب و سنت کے مخالف سمجھتے ہیں اور ان کو اور ان کے اصحاب کو "اصحاب الراء" کہتے ہیں اور یہ سب کچھ ان کے علم اور درایت کی حقیقت اور ان کے فہم پر مطلع نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اشاروں سے ان کی نقابست کی دقت کو معلوم کیا اور کہا تمام فقہاء ابوحنیفہ کے عیاں ہیں۔ افسوس ان قاصر نظروں کی جماعت پر کہ اپنے قصو کو دوسروں کی طرف منسوب کرتے ہیں :

قاصرے گر گند این قافلہ را طعن قصور عاشق شد کہ بہ آرم بزبان این گلہ را
مہ شیران جہاں بستہ این سلسلہ اند رو بہ از حمید چاں بگسلد این سلسلہ را
ترجمہ :- اگر کوئی کوتاہ نظر اس قافلہ پر قصو کا طعن کرتا ہے تو خدا پاک ہے کہ میں زبان پر اس کا گلہ لاؤں، تمام دنیا کے شیر اس سلسلہ میں جکڑے ہوئے ہیں۔ لومڑی حمید سے اس زنجیر کو کیسے توڑ سکتی ہے ؟

اور اسی مناسبت سے جو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے رکھتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ خواجہ محمد پارسا نے "فصول الستہ" میں جو لکھا ہے اسی سے لکھا کہ "حضرت عیسیٰ علی نبیہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بعد از نزول امام ابوحنیفہ کے مذہب پر عمل کریں گے" یعنی حضرت روح اللہ کا اجتہاد امام اعظم کے مطابق ہو گا نہ یہ کہ وہ اس مذہب کی تقلید کریں گے کہ ان کی شان اس سے بہت بلند ہے کہ وہ علمائے امت کی تقلید کریں۔

بلاتعصب و تکلف یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس مذہب کی نورانیت کشفی طور پر دریائے عظیم کی طرح نظر آتی ہے اور باقی دوسرے تمام مذاہب اس کے مقابل حدیث اور چھوٹی منردوں کی طرح معلوم ہوتے ہیں۔ اور ظاہر میں بھی جو کچھ نظر آ رہا ہے وہ یہ ہے کہ اہل اسلام کی اکثریت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی پیرو ہے اور یہ مذہب کثرت تشبیہ کے باوجود اصول اور فروع میں دوسرے تمام مذاہب سے متمیز ہے اور استنباط میں اپنا ایک الگ طریقہ رکھتا ہے اور یہ بات اس کے حق ہونے کی دلیل ہے۔

عجیب معاملہ ہے کہ امام ابوحنیفہ سنت کی پیروی میں سب سے بڑھ چڑھ کر ہیں اور مرسل و حدیث کی پیروی بھی سند و حدیث کی طرح کرتے ہیں اور ان کو اپنی رائے پر مقدم رکھتے ہیں اور اسی طرح صحابی

کے قول کو بھی خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی صحبت کیوجہ سے اپنی رائے پر مقدم رکھتے ہیں اور دوسروں کا یہ مسلک نہیں ہے اس کے باوجود مخالفان کو ”اصحاب الراۓ“ کہتے ہیں اور ان کی طرف ایسے الفاظ منسوب کرتے ہیں جن سے سوء ادبی ظاہر ہوتی ہے حالانکہ یہ سب ان کے کمال علم اور تقویٰ اور پرہیزگاری کی کثرت کے بھی معترف ہیں۔ حق سبحانہ و تعالیٰ ان کو توفیق دے کہ وہ دین کے سردار، اور اہل اسلام کے رئیس کی دل آزاری نہ کریں اور اسلام کے سوء ادب کو ایذا نہ پہنچائیں۔ یہ لوگ خدا کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں۔

چند ایک ناقص لوگوں نے چند احادیث یاد کر رکھی ہیں اور احکام دین کو انہی میں منحصر سمجھتے ہیں اور اپنی معلومات کے ماسوا دوسری چیزوں کی نفی کرتے ہیں اور جو ان کے نزدیک ثابت نہیں ہے اس کا انکار کرتے ہیں۔

چوآں کرے کہ در سنگے نہاں است زمین و آسمان ادھماں است
ہزارافسوس ان کے خشک تعصب اور ان کی نظر فاسد پر کہ فقہ کے بانی ابوحنیفہ میں اور لوگوں نے فقہ کا تین چوتھائی معدان کے لئے مسلم کر رکھا ہے اور صرف باقی چوتھائی حصہ میں دوسرے فقہاء ان کے شریک ہیں درفقہ میں صاحب فائدہ ہے اور دوسرے سب اس کے عیال ہیں۔ باوجودیکہ میں مذہب حنفی کا پابند ہوں لیکن مجھے امام شافعی سے گویا ذاتی محبت ہے، ان کو بزرگ سمجھتا ہوں، یہی وجہ ہے کہ بعض نفلی اعمال میں میں ان کے مذہب کی تقلید کرتا ہوں لیکن کیا کروں کہ دوسرے فقہاء کو میں باوجود بے انتہا علم اور کمال تقویٰ کے امام ابوحنیفہ کے مقابل میں بچوں کی طرح دیکھتا ہوں، اور حقیقت معاملہ خدا تعالیٰ کے پیر ہے۔“

(حصہ ہفتم، دفتر دوم، مکتوب نمبر ۵۵، ص ۳۲، ۳۵)



حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے تلامذہ

...

خواجہ عالم دعالیمان علی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات ظاہری تک جمیع علوم و عرفان کا مصدر و منبع رہا اور تمام مسائل زندگی کا حل قرآن کریم اور اپنے ارشادات عالیہ (وحی غیر متلو) سے فرماتے رہے۔ حضور کے بعد حضرت سیدنا صدیق اکبر، سیدنا فاروق اعظم، سیدنا عثمان ذوالنورین اور سیدنا مولا علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین قرآن و حدیث مصطفیٰ اور اپنی لامحدود قوت تفقہ سے زندگی کے مسائل کی الجھنوں کو سلجھاتے رہے بالخصوص سیدنا فاروق اعظم، سیدنا علی المرتضیٰ اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم نے فقہ کے میدان میں خوب خوب جوہر دکھائے اور افضل ترین فقہائے امت میں شمار ہوئے، پھر جوں جوں زمانہ گزرتا گیا اور فتوحاتِ بلاد و ممالک میں اضافہ ہوتا گیا وہاں کے ماحول و حالات سے نئے نئے مسائل پیدا ہوئے جنہیں زیادہ تر قرآن و سنت اور آثارِ صحابہ کی روشنی میں حل کیا جانے لگا، پھر مسائل میں کچھ پیچیدگیاں نظر آئیں تو علمائے فقہ بالخصوص سیدنا امام اعظم، سیدنا امام مالک، سیدنا امام شافعی اور سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم نے ایسے مسائل کا حل ڈھونڈا اور امت مسلمہ کی حلال و حرام کے معاملات میں خوب رہنمائی فرمائی۔

ان حضرات میں سے سب سے زیادہ ثقہ اور قرآن و سنت اور آثارِ صحابہ کے عین مطابق مذہبِ حنفی ہے جس کے بانی حضور سیدنا امام الائمہ نعمان بن ثابت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ دنیا کے افضل ترین انسان تھے جنہیں مشرق و مغرب کے فقہاء نے خراجِ عقیدت پیش کیا ہے، مغرب کے مشہور ترین اہل علم ہالن Holland، ون فیلڈ Win Field اور سامن SALMOND نے آپ کی بے مثال فتاہت، ذہانت و فطانت کے پیش نظر آپ کو حلال و حرام کے معاملے میں انسانیت کا سب سے بڑا محسن قرار دیا ہے اور آپ کی قوت فیہد کی بے پناہ تعریف کی ہے۔

حضرت امام رضی اللہ عنہ کی ذات ستودہ صفات خود تو مزیع امت کے ابر کرم کی حیثیت رکھتی تھی لیکن آپ نے اپنے تلامذہ کو بھی اس قابل بنادیا کہ وہ بھی کشتِ امت کی آبیاری کر سکیں۔ یوں تو حضرت کے تلامذہ ہزاروں ہیں مبین یہاں ان مشاہیر کا ذکر کیا جائیگا جن کا تذکرہ کتب سیر میں بار بار اور تواتر کے ساتھ آتا ہے اور جنہوں نے دنیا کے فقہ میں اپنی خداداد ذہانت و فطانت کے بل بوتے پر اپنا اور اپنے استاد کا لوہا منوایا۔ ذیل میں سیدنا امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چند ایسے ہونہار اور

محمد بن عبد اللہ انصاری کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے سے آج تک کوئی قاضی اسماعیل بن حماد سے علم نہیں ہوا، آپ بہ عمدہ خلیفہ مامون الرشید ۲۱۲ھ میں جوانی کے عالم میں فوت ہوئے۔ اسی فرزند ارجمند کے نام سے حضرت امام حماد نے ابواسمعیل کنیت پائی۔ حضرت امام حماد حضرت قاسم بن معن کی وفات کے بعد کوفہ کے قاضی مقرر ہوئے۔ ۱۷۹ھ ذی القعدہ ۱۷۹ھ میں انتقال فرمایا، قطب دنیا، تاریخ وفات ہے۔ آپ نے عمر، اسماعیل، ابو حیان اور عثمان چار صاحبزادے چھوٹے جو علم و فضل میں لیگادہ روزگار تھے۔ تصانیف میں مسند الامام الاعظم آپ کی یادگار ہے۔

حضرت امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ولادت ۱۷۵ھ (مدینہ منورہ) وفات ۱۷۹ھ
 آپ نے حضرت امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے بعد مدینہ منورہ

ہیں سب سے پہلے احادیث نبوی کا مجموعہ مدون کیا جو موطا امام مالک کے نام سے چار دانگ عالم میں شہرت حاصل کر چکا ہے۔ آپ نے علم حدیث و فقہ حضرت نافع، محمد بن مسکد، امام زہری، امام اعظم اور دیگر تابعین و تبع تابعین سے سیکھا۔ آپ کے فیض یافتگان کی تعداد کا شمار ناممکن ہے جو تمام عالم اسلام کے گوشہ گوشہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور تشنگی علم کا درماں کرتے۔ آپ کی خدمت میں حجاز، شام، عراق، خراسان، مصر، شمالی افریقہ اور اندلس کے لوگ کشاں کشاں چلے آتے۔ حضرت ابن جریج، حضرت سفیان ثوری، حضرت سفیان بن عیینہ، حضرت امام اوزاعی، حضرت امام شعبہ، حضرت یحییٰ بن یحییٰ اندلسی، حضرت لیث بن سعد، حضرت عبد اللہ بن مبارک، حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو آسمان علم و فضل کے درخشندہ مہر ماہ ہیں، ان سب کا آپ کے تلامذہ میں شمار ہوتا ہے۔ حضرت امام شافعی کا قول ہے لولا مالک و ابن عیینہ لذهب علم المحبان۔ اگر امام مالک اور حضرت ابن عیینہ نہ ہوتے تو حجازیوں کا علم نیست و نابود ہو جاتا۔

وضاحت : یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ بعض مؤرخین حضرات قلم کے زور سے حضرت امام مالک کو امام اعظم کے درجہ تلامذہ میں ہی شمار نہیں کرتے بلکہ استاد کو شاگرد ثابت کرنے کے لئے بھی ایڑی چوٹی کا زور لگاتے نظر آتے ہیں۔ سیرۃ النعمان کے مصنف شبلی نعمانی اور سیرۃ ائمہ اربعہ کے مرتب رئیس احمد جعفری کو دیکھئے کس طرح حقیقت کو مسخ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:-

”امام صاحب کو طلب علم میں کسی سے عار نہ تھی۔ امام مالک عمر میں ان سے تیرہ برس کم تھے ان کے حلقہ درس میں اکثر حاضر ہوتے اور حدیثیں سنیں۔۔۔۔۔۔ اس کو بعض کوتاہ بینوں نے امام اعظم کی کسرِ شان پر محمول کیا۔“

- ۱۔ حدائق الخفیہ : ص ۱۳۵
 ۲۔ تفسیق النظام فی مسند الامام : ص ۱۳
 ۳۔ سنت خیر الامام، پیر محمد کرم شاہ، مولانا، مطبوعہ مدینہ پیشنگ کمپنی کراچی (۱۹۷۱ء) ص ۱۵۶
 ۴۔ سیرۃ النعمان، شبلی نعمانی، مولوی، مطبوعہ مدینہ منورہ ص ۶۰
 ۵۔ سیرۃ ائمہ اربعہ، رئیس احمد جعفری، مرتب، مطبوعہ شیخ غلام علی ایڈسنز لاہور ص ۴۶

”صاحب مشکوٰۃ شیخ ذی الدین الخطیب نے ”اکمال فی اسما الرجال“ کے باب ثانی میں ائمہ مقبوعین کا تذکرہ کیا تو امام مالک کو سب سے پہلے ذکر کیا اور لکھا کہ میں نے امام مالک کا ذکر سب سے پہلے اس لئے کیا ہے کہ وہ زمانہ اور مرتبہ کے اعتبار سے مقدم ہیں“۔
 ملاحظہ کیجئے امام عظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سیرۃ النعمان کا مصنف امام مالک کے حلقہ درس میں اکثر دیکھتا ہے جیسے کوفہ اور مدینہ میں کوئی بُد مسافت ہی نہ تھا یا اس کے نزدیک کوفہ مدینہ تھا اور مدینہ کوفہ تھا، بنا علیہ امام مالک کوفہ میں تھے یا امام عظیم مدینہ کو متوطن قرار دے چکے تھے ورنہ اکثر حاضری چمینی دارد؟ البتہ علم کاتفتوت تسلیم ہے۔ اگر صاحب مشکوٰۃ کی طرح زمانہ کے اعتبار سے بھی مقدم سمجھ لیتے تو مسئلہ حل ہی ہو جاتا۔

ناظرین ان دو متضاد عبارتوں پر غور فرمائیں۔ سیرۃ النعمان کے مصنف نے تو اکثر حاضری ثابت کی مگر صاحب مشکوٰۃ نے امام مالک سے امام عظیم کو عمر اور مرتبہ دونوں میں کم قرار دیا۔

(۱) زمانہ کے تقدم و تاخر کو تو قارئین کرام خود دیکھ لیں کہ پیدائش میں بھی امام عظیم مقدم ہیں اور پھر وفات میں بھی کہ حضرت امام عظیم کا وصال ۵۰ھ ہے جبکہ امام مالک ۹۷ھ میں انتقال فرماتے ہیں۔

(۲) اس کے بعد مرتبہ کو دیکھئے تو بالاتفاق ائمہ اسلام، امام عظیم نے ایک جماعت صحابہ کو پایا جو کوفہ میں تھے لہذا آپ طبقہ تابعین میں سے تھے اور یہ فضیلت کسی کو آپ کے معاصر ائمہ اصحاب میں سے حاصل نہ ہوئی مثلاً امام اوزاعی امام بصرہ، ہر دو صحابہ امام کوفہ سفیان ثوری، امام مدینہ امام مالک اور امام گیسث بن سعد (یعنی ان سب طویل القدر ائمہ اصحاب کو شرف تالیف حاصل نہ ہوا جبکہ امام عظیم کو حاصل تھا) تو مرتبہ تابعی کا بڑا ہوتا ہے یا تبع تابعین کا؟

پھر امام مالک کو علامہ ابن حجر مکی شافعی نے امام عظیم کے تلامذہ میں شمار کیا ہے، چنانچہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے :-

قال ابن حجر وتلمذ له كبار من الائمة المجتهدین والعلماء
 الراشخین عبد اللہ بن المبارک والیث بن سعد والامام مالک
 بن انس انتھامہ ومنہم رواق الطائی و ابراہیم بن ادھر و فضیل بن عیاض
 وغیرہم من اکابر السادة الصوفیة رضی اللہ تعالیٰ عنہم، تو کیا مرتبہ استاد کا بڑا
 ہے یا شاگرد کا؟

۱۔ سید احمد رضا بخوری، مولانا، انوار الباری شرح اردو صحیح بخاری، مطبوعہ مکتبہ ناشر العلوم دیوبند، ج ۱ : ص ۵۲
 ۲۔ محمد منصور علی مراد آبادی، مولانا، الفتوح السبعین فی کشف مکائد غیر المتقدین، مطبوعہ مطابع لکھنؤ، ص ۲۹۶

(۳) امام عظیم سے امام مالک کی روایت حدیث پاک پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے اور امام عظیم کی روایت امام مالک سے مشکوک ہے چنانچہ حافظ ابن حجر تحریر فرماتے ہیں کہ امام عظیم کی روایت امام مالک سے ثابت نہیں۔ اور دارقطنی نے جو روایتیں ذکر کی ہیں وہ محل نظر ہیں کیونکہ وہ بطور مذکرہ تھیں، بطور تحدیث بالقصد روایت نہ تھیں۔

(۴) حضرت امام مالک کا امام عظیم سے اس بات سے بھی تمکد ظاہر ہوتا ہے کہ جب امام عظیم مدینہ طیبہ میں حاضر ہوتے تو امام مالک آپ سے برابر استفادہ کرتے۔ پھر یہ بھی ثابت ہے کہ امام مالک ابو حنیفہ کی کتابوں کی کھوج میں رہتے اور بڑی کوشش سے حاصل کر کے مطالعہ کرتے اور مستفید ہوتے۔ یہ بھی منقول ہے کہ امام مالک نے آپ کے ساٹھ ہزار مسائل سے فائدہ اٹھایا۔ نیز امام مالک کا تالیفی دور امام ابو حنیفہ کی وفات کے بعد شروع ہوا اس لئے ان سے امام عظیم کے مستفید ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لہذا ثابت ہوا کہ امام مالک حضرت امام الامام عظیم کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں، رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت امام مالک کی کنیت ابو عبد اللہ، نام و نسب، مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر مہجی، اور لقب امام دارالہجرہ ہے۔ مولد و مدفن مدینہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، تاریخ پیدائش ۹۵ھ اور وفات ۱۷۹ھ ہے۔ ایک بار حج کے بعد کبھی مدینہ منورہ سے باہر نہیں نکلے۔ آخر ہمیشہ کے لئے آنکوشی رحمت میں جگہ پائی۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه عنہ)

اسمان علم فضل کے آفتاب سینا
حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ولادت ۱۱۳ھ، کوفہ، وفات ۱۸۲ھ، بغداد
امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خلفائے عباسیہ کے عہد میں عالم اسلام کے پہلے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) مقرر ہوئے۔ آپ کی ذات ستودہ صفات شریعت و معرفت، تقویٰ و طہارت، حدیث و فقہ کا روشن بینار تھی جس کی روشنی آج بھی انسانوں کو منزل تبارہی ہے اور لاکھوں مسلمان اس روشنی سے راہ شریعت پر چل رہے ہیں۔

آپ کا اسم گرامی یعقوب، کنیت ابو یوسف ہے جس سے آپ کو شہرت دوام حاصل ہوئی، قاضی القضاۃ کے لقب سے ممتاز ہوئے۔ ولادت، علوم و معارف کے مرکزی شہر کوفہ میں ۱۱۳ھ مطابق ۷۳۱ء میں ہوئی، ابتدائی تعلیم کے بعد آپ نے فقہ کو پسند کیا۔ پہلے

۱۔ انوار الباری، جلد ۱ : ص ۵۴

۲۔ احمد یار خان نسیمی (۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء)، مفتی، مزار المنہج شرح مشکوٰۃ المصابیح اردو، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات جلد ۱، ص ۱۲

۳۔ محمد بن محمد بن شہاب کدوری، ۸۲۴ھ، الشیخ الامام، مناقب الامام اعظم ہری، مطبوعہ حیدر آباد دکن، جلد ۲، ص ۱۱۷

حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کی شاگردی اختیار کی، پھر حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے حلقہ درس میں آئے اور مستقل طور پر پڑھنے سے وابستہ ہو گئے۔ والدین نہایت غریب تھے جو آپ کی تعلیم کو جاری رکھنا چاہتے تھے جب حضرت امام اعظم کو حالات کا علم ہوا تو انہوں نے دھرت آپ کے تعلیمی مصارف بلکہ تمام گھروالوں کے اخراجات کی کفالت اپنے ذمے لی۔ حضرت امام ابو یوسف فرمایا کرتے تھے کہ مجھے امام اعظم سے اپنی ضرورت بیان کی کسی حاجت نہیں ہوئی، وقتاً فوقتاً خود ہی اتنا روپیہ بھیجتے رہتے کہ میں فکر معاش سے بالکل آزاد ہو گیا۔

آپ ذہانت کے بحرِ قنار تھے، آپ کی ذہانت و فطانت بڑے بڑے فضلاء روزگار کے دلوں میں گھر کر گئی۔ حافظ بن ابی نے جو ایک مشہور محدث ہیں لکھا ہے کہ امام ابو یوسف محدثین کے پاس حاضر ہوتے تو ایک ایک جلسہ میں پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ حدیثیں سن کر یاد کر لیتے تھے۔

آپ کی قوتِ حافظہ کے بارے صاحبِ نورالانوار رقمطراز ہیں :

۱ امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کو بیس ہزار موضوع حدیث یا تفسیری پس صحیح حدیث کے متعلق تجھے کیا لگانا ہے؟
 ۲ یحییٰ بن معین ۸۴۸، حضرت امام احمد بن حنبل ۲۴۱، حضرت شیخ علی بن المدینی جو آپ کے شاہیر تلامذہ میں سے ہیں آپ کی شان میں یوں رطب اللسان ہیں کہ امام ابو حنیفہ کے شاگردوں میں آپ کا ہم سر نہ تھا، اور طلحہ بن محمد کہتے ہیں کہ وہ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے فقیہ تھے کوئی ان سے بڑھ کر نہ تھا، داؤد بن رشد کا قول ہے کہ امام ابو حنیفہ نے صرف یہی ایک شاگرد ہی پیدا کیا ہوتا تو ان کے فخر کے لئے کافی تھا۔

حضرت امام ابو یوسف کو نہ صرف فقہ و حدیث پر عبور حاصل تھا بلکہ تفسیر، مناجزی، تاریخ عرب، لغت، ادب اور علم الکلام وغیرہ علوم و فنون میں بھی کامل دستگاہ رکھتے، یہی وہ فطری ذہانت تھی جس نے چند سال کی مدت میں آپ کو سارے ہمعصرین میں ممتاز کر دیا اور علمائے وقت آپ کے تبحر علمی اور جلالِ فقی کے قائل ہو گئے بلکہ خود حضرت امام اعظم آپ کی بڑی قدر و منزلت فرماتے اور فرمایا کرتے میرے شاگردوں میں سب سے زیادہ جس نے علم حاصل کیا وہ ابو یوسف ہیں۔ ۳

جلد ۲، ص ۱۲۳

۱ مناقب کردی ، محمد بن محمد بن شہاب ،

۲ شیخ احمد بن ابی سعید امیوی (۱۱۳۰ھ/۱۷۱۸ء) ، طاجیون ، نورالانوار شرح المنار ، مطبوعہ مکتبائی دہلی ، ص ۱۹۲

۳ المنجد عربی ، مطبوعہ بیروت ، ص ۵۷۳

۴ مناقب موفی ، جلد ۲ ، ص ۲۳۲

۵ المناقب للکردی ، جلد ۲ ، ص ۱۲۶

قاضی لقضاۃ

۱۶۶ء مطابق ۸۳ھ میں آپ بغداد تشریف لائے تو خلیفہ محمد المہدی بن منصور (۱۶۹ھ/۸۵ھ) نے بصرہ کا قاضی مقرر کر دیا۔ ہادی بن مہدی بن منصور (۱۷۰ھ/۸۶ھ) کے زمانے میں بھی اس عہدہ پر رہے۔ جب ہارون الرشید (۱۹۳ھ/۸۰۸ھ) نے عمان حکومت اپنے ہاتھ لی تو اس نے تمام سلطنت عباسیہ کا آپ کو قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) مقرر کیا، یہ منصب جس پر حضرت امام ابو یوسف مامور کئے گئے۔ موجودہ زمانے کے تصور کے مطابق محض عدالت عالیہ (ہائی کورٹ) کے حاکم اعلیٰ کا نہ تھا بلکہ اس کے ساتھ وزیر قانون کے فرائض بھی اس میں شامل تھے بلکہ سلطنت کے تمام داخلی و خارجی معاملات میں قانونی رہنمائی کرنا بھی آپ کا کام تھا۔ مملکت اسلامیہ میں پہلا موقع تھا کہ یہ منصب قائم ہوا، اس سے پہلے کوئی شخص خلافت راشدہ، اموی یا عباسی سلطنتوں میں چیف جسٹس نہیں بنایا گیا بلکہ زمانہ مابعد میں بھی بجز قاضی احمد بن داؤد کے اور کسی کو یہ عہدہ نصیب نہیں ہوا۔

عبادت حضرت امام ابو یوسف باوجود عہدہ قضا اور علمی مشاغل کے عبادت و ریاضت میں بھی بہت جہد مقام رکھتے تھے۔ آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں امام عظم کی خدمت میں انیس سال حاضر ہوتا رہا اور میری صبح کی نماز باجماعت فوت نہیں ہوئی۔ بشر بن ولید کا بیان ہے کہ امام ابو یوسف کے زہد و ورع، عبادت و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ زمانہ قضا و وزارت میں بھی یومیہ دو سو رکعتیں نوافل ادا کرتے تھے۔

تلامذہ آپ کے شاگردوں میں حضرت امام محمد بن حسن شیبانی، شفیق بن ابراہیم مہلبی، حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت بشر بن ابولید کندی، محمد بن ساعد، معلی بن منصور، بشر بن غیاث، علی بن جبہ، یحییٰ بن معین، احمد بن منیع وغیرہ محدثین کبار و فقہاء کرام آفتاب مہتاب کی طرح درخشاں و تاباں نظر آتے ہیں۔

وصال ۱۔ ۵ ربیع الاول ۱۸۷ھ ہجرت کے روز طبرستان کے وقت بغداد شریف میں علم و عرفان کا یہ آفتاب غروب ہو گیا۔ مزاد شریف اعظم حضرت امام موسیٰ کاظم کے شاہی گوشہ میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ حضرت مولانا ضیاء القادری بدایونی فرماتے ہیں ۱۔

۱۔ الکبریاں نجیب آبادی، مؤرخ، تاریخ اسلام ج ۲، مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی، ص ۲۲۳

۲۔ شیخ متزلی نقاس نے غلن قرآن کے مسئلہ کو بڑی شد و مد سے اٹھایا اور بقول حضرت مولانا جامی علیہ الرحمۃ بہت ثوی حالت میں مرا۔

۳۔ عدالت الخفیہ، ص ۱۱۷۔

۴۔ مناقب کردی، ج ۲، ص ۱۳۷۔

۵۔ عبدالمصطفیٰ عظمیٰ، شیخ الحدیث، ادبیار رجال الحدیث، مطبوعہ انڈیا (۱۳۸۵ھ)، ص ۲۸
۶۔ دیکھئے حضرت امام عظم کے شاگرد حضرت امام ابو یوسف، شفیق بن ابراہیم مہلبی، حضرت امام احمد بن حنبل کے استاد ہیں۔

ہے اس روئے کا بھی ذی شان سنگیں خوشنما گنبد
ہے چوہی ہالیوں کے درمیاں میں آپ کا مرقد

کسی نے قطعہ تاریخ وصال لکھا ہے ۔

ابو یوسف آن زب علم و مسل فقہ منقسم ، امام اجل
معبد ازل بود بے شک ازاں شدہ سال فوتش معبد ازل

تصانیف میں کتاب الخراج شہرہ آفاق ہے ۔

حضرت امام محمد بن حسن الشیبانی رضی اللہ عنہ ولادت ۱۳۲ھ ، واسطہ ، وفات ۱۸۹ھ
حضرت امام محمد بن حسن بن محمد بن حسن بن فرقد الشیبانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فقہ ، حدیث ، لغت ، نحو اور حساب کے مسلم امام تھے ۔ فصاحت و بلاغت اور ادبیت میں عدیم النظیر ہوئے ۔ اصلی وطن دمشق کے
قریب حرسان نامی ایک گاؤں تھا جسے آپ کے والد ماجد آپ کی پیدائش سے پہلے چھوڑ کر عراق کے ایک قصبہ واسطہ میں چلے آئے
یہیں ۱۳۲ھ میں پیدا ہوئے اور کوفہ میں نشوونما پائی ۔

آپ نے دو سال تک حضرت امام الامامہ امام عظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درس لیا ۔ امام عظیم کے وصال کے بعد حضرت
امام ابو یوسف ، حضرت مسعر بن کدام ، حضرت سفیان ثوری ، حضرت امام مالک ، حضرت مالک بن دینار ، حضرت امام اوزاعی ،
حضرت ربیعہ اور حضرت امام مالک بن مغول ایسا کار محمد شین و فقہار کرام سے کسب فیض کیا ۔

اپنے تعلیمی ذوق و شوق سے متعلق خود فرماتے ہیں کہ ” مجھے طلب علم کا انتہائی شوق تھا ۔ والد ماجد کی میراث سے مجھے
تیس ہزار درہم ملے ، پندرہ ہزار علم نحو ، شعر ، ادب اور لغت وغیرہ کی تعلیم و تحصیل پر خرچ کئے اور بقایا پندرہ ہزار درہم حدیث و
فقہ کی تحصیل میں کام آئے ۔

۱۔ محمد یعقوب الحسن بنیہ القادری بدایونی (۱۲۹۰/۱۹۷۰) ، مولانا ، جوار غوث الوری ، مطبوعہ کراچی ، ص ۳۴

۲۔ حقائق الخفیہ ، ص ۱۲۰

۳۔ مناقب کردری ، ج ۲ ، ص ۱۴۶

۴۔ ابوالحسنات محمد عبدالحی کھنوی (۱۳۰۳/۱۸۸۶) ، مولانا ، الفوائد البہیہ فی تراجم الخفیہ ، مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ ، ص ۵۹

(۱۳۳۶/۱۹۱۹)

۵۔ حقائق الخفیہ ، ص ۱۲۹

عملی زندگی |

تلم سے فارغ ہوئے تو کوفہ میں بنی مسند درس و تدریس پر جلوہ گر ہوئے اور شائقین علوم و فنون جوق و جوق پیچے آئے۔ آپ کا درس اتنا پرکشش تھا کہ کثیر عاضری کے باعث کوفہ کی سڑکیں بھر جاتیں۔ اس ابرکرم سے ایک زمانہ مستفیض ہوا اور جلیل القدر محدثین و فقہاء ملت نے آپ کے سامنے زانوئے ادب طے کیا جن میں سے حضرت امام شافعی، حضرت ابو عبید القاسم بن سلام، حضرت ابو حفص کبیر، محمد بن حفص، حضرت محمد بن سماعہ، حضرت معلى بن منصور، حضرت ابراہیم بن رستم، حضرت ابوسلیمان جوزجانی، حضرت موسیٰ بن نصیر، حضرت اسماعیل بن نوؤ، حضرت علی بن مسلم، حضرت عیسیٰ بن ابان، حضرت ہشام بن عبید اللہ، حضرت محمد بن مقابل اور شداد بن حکیم وغیرہم علم و عمل کے آفتاب و ماہتاب بن کر دنیا سے اسلام کو منور کرتے رہے۔

درس و تدریس کے ساتھ ساتھ حضرت امام محمد نے تصانیف و تالیفات کی طرف بھی پوری توجہ مبذول رکھی۔ آپ کے قلم حقیقت رقم سے نو سونانوے ایسی کتابیں منصفہ شہود پر جلوہ گر ہوئیں کہ جن سے زمانہ آج تک فیض یاب ہو رہا ہے۔ فقہائے احناف نے آپ کو مہر المذہب کے لقب سے اسی لئے مقرب کیا اور ان کتابوں کو فقہ حنفی کا مدار سمجھا جن میں مبسوط، جامع صغیر، جامع کبیر، زیادات رقیات، کتاب الحج، سیر صغیر، سیر کبیر ست مشہور ہیں۔

حضرت امام شافعی کا قول ہے کہ اگر سیود و نصاریٰ حضرت امام محمد کی کتابوں کو دیکھ لیں تو بے اختیار ایمان لے آئیں چنانچہ مشہور ہے کہ عیسائیوں کے ایک نامور فاضل نے جامع کبیر کو ملاحظہ کیا تو حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ عدائق الحنفیہ میں ہے کہ امام شافعی فرمایا کرتے تھے کہ میں امام محمد کی کتابوں کی بدلت فقیہ ہوا۔

عمدہ قضا اور وصال | خلیفہ ہارون الرشید جو علماء و مشائخ کا قدردان تھا آپ کی جلالت علمی اور عظمت فتنی سے بھی بے حد متاثر ہو چنانچہ آپ کو بعد عجز و انکسار عرض کرنے لگا کہ آپ عمدہ قضا کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے رقد کی مسند قضا کو سنبھالنے آپ نے اس پیشکش کو قبولیت کا شرف بخشا اور رقد کے قاضی مقرر ہوئے۔ لچھ مدت بعد بغداد چلے آئے۔ یہاں ہارون الرشید اپنے ساتھ ملے جہاں آپ نے ۱۸۹ھ میں وصال فرمایا۔ اتفاق سے اسی روز امام ابو الحسن علی المعروف کسائی نحوی بھی وہیں فوت ہو گئے۔ ہارون الرشید کو بڑا صدمہ ہوا اور آبدیدہ ہو کر کہنے لگا۔ آج فقہ اور نحو کو ہم نے دے دیں دین کر دیا۔ علامہ زبیری جو ایک مشہور شاعر و ہارون الرشید کا وزیر تھا بجا اختیار پکارا تھا کہ

فقلت اذا ما اشكل الخطب من لنا بايضا حيو ما وانت فقيد

”تو میں نے کہا جب تو نہ رہا تو ہمارے لئے مشکلات کا حل کرنے والا کہاں سے آئے گا؟“

فقہ میں صاحبین (حضرت

حضرت امام زفر بن ہذیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ولادت ۱۱۰ھ کوذہ - وفات ۱۵۸ھ بصرہ
امام ابو یوسف و امام محمد کے

ہم مرتبہ مانے گئے۔ حضرت امام ابو حنیفہ کے ان دس اصحاب میں سے ہیں جنہوں نے کتب فقہ کی تدوین میں امام اعظم کی معاونت فرمائی
آپ عربی نسل تھے، والد ماجد اصعبان کے رہنے والے تھے تحصیل حدیث کے بعد فقہ کی طرف متوجہ ہوئے اور آخر عمر تک یہی مشغلہ
رہا۔ حضرت امام زفر رضی اللہ عنہ کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ کا نکاح امام اعظم نے پڑھایا اور خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

هذا الامام (مرفر) من ائمة المسلمين في حسب و شرف و علم

آپ حضرت امام اعظم کے محبوب ترین اور معتد شاگرد تھے چنانچہ حسن بن زیادہ کا بیان ہے کہ امام زفر مجلس ابو حنیفہ میں سب سے آگے
بیٹھتے اور امام اعظم ہر موقع پر آپ کی مدح و ستائش اور حوصلہ افزائی فرماتے۔ حسن بن زیادہ سے یہ بھی روایت ہے کہ حضرت امام زفر اور
حضرت داؤد ظاہری ایک ساتھ امام ابو حنیفہ کی خدمت میں حدیث و فقہ کا درس لیتے، دونوں میں بھائی چارہ تھا پھر حضرت داؤد
ظاہری علمی مشغلہ سے تصوف کی راہ پر گامزن ہوئے جبکہ امام زفر علم و عبادت دونوں کے جامع بنے۔ حدیث و فقہ میں امامت کا درجہ
رکھنے کے ساتھ ساتھ زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت میں بھی بے مثال تھے۔ زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ دو مرتبہ حکومت نے
عمدہ قضا پر مجبور کیا مگر آپ نے دونوں مرتبہ انکار کر دیا اور وطن چھوڑ کر روپوش ہو گئے، حکومت وقت نے انتقاماً آپ کا گھر
جلا دیا، چنانچہ آپ کو اپنا مکان دو مرتبہ تعمیر کرنا پڑا۔

آپ اہل میں کوفہ کے باشندے تھے مگر بھائی کی میراث کے سلسلہ میں بصرہ چلے گئے۔ اہل بصرہ بصد اصرار یہاں ہی
اقامت کا مشورہ دیا اور آپ ان کی درخواست پر یہیں مقیم ہو گئے، آپ نے ۵۸ھ میں خلیفہ مملوکی کے عہد میں یہیں وفات پائی۔
اور یہیں مدفون ہوئے۔ اصحاب دانا، آپ کی تاریخ وفات ہے۔

۱۔ محمد احمد رضوی، غلام، ذکر اخبار، مطبوعہ، ص ۶۹

۲۔ مناقب کردری، جلد ۲، ص ۱۸۳

۳۔ اولیاء رجال الحدیث، ص ۱۶۵

۴۔ مناقب لکھنوی، جلد ۲، ص ۱۸۷

۵۔ حدائق المنقب، ص ۱۱

حضرت امام عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ، ولادت ۱۱۸ھ مرقہ، وفات ۱۸۱ھ سوس
سید الاولیاء حضرت داتا گنج بخش
علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :

”آپ کا وجود اپنے زمانہ میں مقشمان قوم میں سے تھا اور شریعت و طریقت کے احوال و اقوال میں آپ کو امام قیامت مانا گیا۔ آپ نے بڑے بڑے مشائخ عظام، صوفیاء کرام کی زیارت فرمائی، ان کی محبت سے مستغنیض ہوئے۔ آپ کی تعانیف ہر علم و فن میں مشہور اور کرامتیں مذکور ہیں“۔

عبداللہ بن مبارک نام، ابو عبد الرحمن کنیت، امیر المؤمنین فی الحدیث، عالم الشرق والغرب لقب، مرو میں ۱۱۸ھ میں پیدا ہوئے، والدین امیر تہرین تھے، انہوں نے اپنے اس ہونہار فرزند کی بڑے اہتمام سے تعلیم و تربیت کی۔ سب سے پہلے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلقہ درس میں شامل ہوئے اور علم فقہ پر عبور حاصل کیا۔ آپ کے ذوق علمی میں یہ واقعہ بڑا مشہور ہے کہ ایک مرتبہ والد ماجد نے آپ کو پچاس ہزار درہم تجارت کے لئے دئے تو تمام رقم طلب حدیث میں خرچ کر کے واپس آئے۔ والد ماجد نے درہموں کی بابت دریافت فرمایا تو آپ نے جس قدر حدیث کے دفتر کھلے تھے باپ کے حضور پیش کر دیئے اور عرض کیا میں نے ایسی تجارت کی ہے جس سے ہم دونوں کو دونوں جہان کا نفع حاصل ہوگا۔ والد ماجد بہت خوش ہوئے اور تیس ہزار درہم تکفایت کر کے فرمایا جیسے علم حدیث و فقہ کی طلب میں خرچ کر کے اپنی تجارت کا دل کر لیجئے۔

بعد ازاں آپ نے اس تجارت کو نہایت فروغ دیا۔ ایک مرتبہ بزرگوں کی ایک جماعت کسی مقام پر اکٹھی ہوئی، کسی نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مبارک کے کمالات شمار کریں، انہوں نے جواب دیا کہ آپ بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔ آپ علم فقہ، ادب، نحو میں یدِ طولی رکھتے تھے، زہد و شہادت میں لا جواب تھے، نفز گو شاعر اور ادیب تھے، شب بیداری، عبادت، حج، جہاد، شہسواری میں اپنی نظیر نہیں رکھنے تھے، لایعنی باتوں میں اپنا وقت منائے نہیں کرتے تھے، نہایت منصف مزاج اور اشتی پسند تھے۔

حضرت سفیان ثوری فرمایا کرتے :

لقد عرفت جہدی ان اکون فی السنۃ ثلثۃ ایام علی ما علیہ ابن المبارک لم اقدر

۱۔ ابن سید علی بن عثمان مجری (۵۶۶ھ)، شیخ الطریقیت، کشف المحجوب (ترجمہ و تفسیر سید محمد قادری) مطبوعہ المعارف لاہور (۱۳۹۳ھ) ص ۲۱۶

۲۔ عدائق الخفیہ، ص ۱۲۳

۳۔ اولیاء ربّالحدیث، ص ۲۳۲

۴۔ سند غیریہ الانام، ص ۱۶۱

ترجمہ، "میں کتنی ہی کوشش کروں کہ سال بھر میں تین روز بھی عبد اللہ بن مبارک کی طرح گزار دوں تو نہیں گزار سکتا"۔
حضرت ابو اسامہ کہتے ہیں کہ میں نے سارے عالم میں ابن المبارک سے بڑھ کر تحصیل علم کا شوق کسی میں نہیں دیکھا،
خلوص نیت پر بہت زور دیتے تھے، آپ کے محامد و محاسن سے کتا بہیں بھری پڑی ہیں۔

۱۸۱ھ کے دوران میں آپ کو کہیں جہاد پر جانا پڑا، جہاد میں شرکت کے بعد نہایت فوز و کامرانی سے واپس آ رہے تھے
کہ بیمار ہو گئے۔ قصبہ سوس میں چند یوم کی علالت کے بعد انتقال فرمایا اور دریا سے فرات کے کنارے ایک گاؤں بیت میں
مدفون ہوئے۔ آپ کا مزار مرجع انام ہے، حبیب بن مانیہؒ مادہ تاریخ ہے

حضرت امام داؤد الطائی رضی اللہ عنہ، دقا: ۱۶۵ھ

حضرت ابوسلیمان داؤد بن نصر الطائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار
مشاریح کبار میں ہوتا ہے۔ اہل تقویٰ میں سید السادات اور
اور بے مثل مونی مانے گئے۔ حضرت فضیل بن عیاض، حضرت ابراہیم بن ادہم وغیرہا عارفان کامل کے ہم عصر تھے۔ حضرت حبیب بن
سیرم اعلیٰ کے مرید خاص اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ بیس سال تک امام الاممہ کی
خدمت میں حاضری دی۔ علم حدیث میں عمش، حمید الطویل، عبد الملک بن عبید وغیرہ محدثین سے بھی استفادہ کیا اور علوم عقیدہ و تقلید
میں کامل دستگاہ حاصل کی۔

حضرت امام داؤد طائی ابتداء میں تعلیم و تعلم کے بہت شیدائی تھے اور فقہ و حدیث کے نامور معلم، لیکن پھر ایک دم علمی شغف
چھوڑ کر مہر تن عبادت میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ کوفہ میں "فتیہ زاہد" کے لقب سے مشہور ہوئے۔ زہد و قناعت کا عجیب
عالم تھا۔ حضرت امام ابوالقاسم قشیری علیہ الرحمۃ رسالہ قشیریہ میں رقمطراز ہیں کہ آپ کو دماشت میں بیس دینار ملے جنہیں
بیس سال میں خرچ کیا۔ اسی طرح عطاء بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ ہم جب بھی داؤد طائی کے مکان پر گئے تو ان کے ہاں تنکے
سوا کوئی سامان نظر نہ آیا یعنی ایک چٹائی بھی ہوتی، انکیب کے لئے ایک اینٹے ہوتی اور ایک جھولی (بگ) میں خشک روٹی کے
چند ٹکڑے اور ایک ٹوٹا موٹا دھوتا۔

وصال ۱۔ ایک دن ایک صالح شخص نے خواب دیکھا کہ آپ دوڑ رہے ہیں، پوچھا کیا بات ہوئی؟ جواب میں فرماتے ہیں

۱۔ سنت غیر الانام ۱۶۱ ص ۱۶۱، ۲۔ ص ۱۲۲، ۳۔ کشف الجوبہ ص ۲۴۱، ۴۔

۵۔ ترجمہ رسالہ قشیریہ از اکبر پیر محمد حسن صاحب ایم۔ سی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی، ۶۔ شعبہ جہاد و اسلامیہ بہادر پور، ۷۔ معبود ادارہ تحقیقات اسلامی

اسلام آباد، ص ۳۴۔ ۸۔ اولیاء رجال الحدیث، ص ۱۲۹

کہ ابھی ابھی قید خانہ سے چھٹکارا پا کر آیا ہوں، وہ صلح شخص بیدار ہوا تو اسے پتہ چلا کہ حضرت امام داؤد طائی انتقال فرما چکے ہیں۔

ابونعیم نے آپ کا سن وفات ۱۶۰ھ بتایا ہے لیکن ابن زبیر کا قول ہے کہ آپ کا وصال ۱۶۵ھ میں ہوا، عدالتی الحنفیہ میں ریپ عالم مادہ تاریخ سے بھی اس قول کی تصدیق ہوتی ہے۔

حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وفات ۱۸۷ھ، مکہ مکرمہ

حضرت ابوملیٰ فضیل بن عیاض خراسانی مرو کے اطراف میں رہتے تھے۔ بعض نے کہا سمرقند میں پیدا ہوئے

اور دہلیور میں نشوونما پائی۔ آپ کا نام محمد بن اور معروف ادلیار میں شمار ہوتا ہے۔ آپ اہمال و عبادات میں درجہ کمال کو پہنچے، باب طریقت میں نامور صوفی مانے گئے۔ حضرت امام اعظم سے جوانی کے عالم میں تعلیم پائی اور سند حدیث پر عبور افروز ہوئے۔ آخر عمر میں درس حدیث بندہ کے مکہ مکرمہ چلے گئے۔ بیت اللہ شریف کی عبادت اختیار فرمائی اور حرم کعبہ میں مستقل طور پر متکلف ہو گئے۔ شب بیداری اگر بیزاری آپ کا محبوب مشغول بن گیا تھا۔ بدن پر دو کپڑوں کے سوا سامان دنیا نہیں رکھتے تھے۔ منہج فضائل و مناقب یہ بھی ہے کہ اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے تخریج فرمائی۔ آپ کے خوارق عادات و کرامات سے بڑی بڑی سندکتا میں بھر پڑی ہیں۔ آپ نے مکہ مکرمہ میں ہی حرم ۸۷ھ میں وصال فرمایا، امام عادلؒ مادہ تاریخ ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وفات ۱۶۲ھ، روم

حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کشف المحجوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابواسحاق ابراہیم بن ادہم بن منصور علیہ الرحمۃ

اپنے زمانہ کے یگانہ حائف اور سید اقران گزرے ہیں۔ آپ کی بیعت حضرت خضر علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے تھی۔ آپ نے بہت سے قدما، مشائخ کو دیکھا اور حضرت امام ہمام، امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں رہ کر تحصیل علم کی، بعد ازاں مسند درس و تدریس کو زینت بخشی۔ آپ کے تلامذہ میں سے حضرت سفیان ثوری، حضرت شعیب بن حفص، حضرت ابراہیم بن ہاشم، حضرت امام ابو جیسے ہاکم امت محمدین و عباد و زما دامت پید ہوئے۔

آخر عمر میں درس و تدریس سے کنارہ کش ہو کر جہن عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ آپ کے دست حق پرست پر ہزاروں غیر مسلم و مرہ اسلام میں داخل ہوئے اور سیکڑوں گناہگار مسلمان آپ کے اقدس نائب ہو کر مرتبہ ولایت پر فائز ہوئے۔

۱۔ رسالہ تفسیر، ص ۳۷، کشف المحجوب، ۲۱۳، ۲۲۰، رسالہ تفسیر، ص ۲۵

۲۔ کشف المحجوب، ص ۲۱۳، ۲۲۰

مشہور ہے کہ آپ مجاہدین اسلام کے لشکر میں شامل ہو کر جہاد کے لئے روم تشریف لے گئے اور بلا دروم میں ۱۶۲ء میں
وہاں پہنچے۔

حضرت بشر بن الحارث الحافی (م ۵۲۲ء) | تلامیذ امام اعظم میں سریرِ معرفت تاریخ اہل معاشرت حضرت بشر بن الحارث

امام ابی بنی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں۔ آپ مجاہدات و ریاضات میں بھی بلند
شان کے حامل تھے، اعمال و اخلاص میں حجتاً تام رکھتے تھے۔ حضرت فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ کے خاص صحبت یافتہ لوگوں میں سے تھے
اور اپنے ماموں حضرت علی بن حشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید تھے۔ علم اصول و فروع میں یکتا و بے مثال تھے۔ اصل وطن مرو تھا
لیکن علوم و فنون کے حصول کے بہت قلیل طور پر بغداد میں رہائش اختیار کر لی اور وہیں ۵۲۲ء میں وفات پائی۔

حضرت ابو علی شفیق بن ابراہیم زدی طبری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وفات ۵۱۹۲ء) | مایہ دہد و تقویٰ حضرت ابو علی شفیق بن ابراہیم

معزز قوم اور عالم جیسے علوم شرعی و فقهی گزرے ہیں۔ امام ابو یوسف اور امام زفر کے اصحاب میں سے ہیں۔ آپ نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ
حضرت امام اسحاق بن یونس اور حضرت عطاء بن کثیر سے روایت کی، مدت تک حضرت ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمۃ کی صحبت میں رہے
اور ان سے طریقت کا علم حاصل کیا۔ آپ کا ارشاد ہے کہ میں نے ایک ہزار سات سو سا تہ کی شاگردی کی۔ جب توکل کے مہمان پر
قدم رکھا تو اپنے تین سو گاؤں فقراء میں تقسیم کر دیے حتیٰ کہ بوقت وصال کفن کے لئے بھی کچھ نہ تھا۔ آپ سے حضرت عاتق اسم، حضرت محمد
بن امان طبری اور ابن مردودین نے روایت کی کہ اسے جہاد کرتے ہوئے مقام ختلان (ترکستان) میں ۵۱۹۲ء میں جام شہادت نوش
فرمایا۔ "نجم ال دین" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

حضرت امام اسد بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۵۱۸۸ء یا ۵۱۹۰ء) | حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان چالیس اصحاب میں

ابو یوسف، امام محمد، امام زفر اور حضرت داؤد طائی وغیرہ کی طرح اکابر میں شمار ہوتے۔ تیس سال تک امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے لئے کتابت کی خدمت انجام دیتے رہے۔ امام ابو یوسف کے وصال کے بعد ہارون الرشید نے بغداد اور واسطہ کا قاضی مقرر کیا

۱۔ اولیاء رجال الحدیث : ص ۵۸ کشف المحجوب : ص ۲۲۳ ، تذکرۃ الاولیاء : ص ۱۰۳

۲۔ رسالہ شیریہ : ص ۳۲ کشف المحجوب : ص ۲۳۳ ، مناقب کردی ج ۲ ، ص ۲۳۳

۳۔ حدائق الحنفیہ : ص ۱۳۲ ، رسالہ شیریہ : ص ۲۹

اور اپنی بیٹی کا آپ کے ساتھ نکاح کر دیا۔ کچھ مدت بعد آپ اپنی اہلیہ کے ساتھ حج کے لئے مکہ مکرمہ آئے، آنکھوں سے معذور ہو جانے پر عمدہ قضا کو چھوڑ دیا۔ آپ سے امام احمد بن حنبل، محمد بن بکار، احمد بن منیع نے حدیث روایت کی۔ ۱۸۸ھ یا ۱۹۰ھ میں فوت ہوئے۔

حضرت امام وکیع بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۹۷ھ) | امام ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں آپ کو ان القابات سے متعارف کراتے ہیں، الامام الحافظ الثبت محدث العراق اعدا لامۃ الاعلام وکیع

بن الجراح، اصحاب صحاح ستہ کے شیوخ و رواۃ میں سے ہیں۔ فقہ و حدیث کے امام، عابد، زاہد، اکابر تبع تابعین، حضرت امام شافعی حضرت امام احمد کے شیخ، ابوسفیان کنیت تھی، امام اعظم سے فقہ میں درجہ تخصص حاصل کیا، کبار محدثین آپ کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں حضرت امام احمد بن حنبل کو آپ کی شاگردی پر فخر تھا جب ان سے حدیث روایت کرتے تو فرماتے یہ حدیث مجھ سے ایسے شخص نے روایت کی کہ تمہاری آنکھوں نے اس کا مثل نہ دیکھا ہوگا۔ آپ نے ۷۰ سال کی عمر یا کر ۱۹۷ھ میں وصال فرمایا۔ کعبہ اہل دین آپ کی تاریخ وفات ہے۔

حضرت امام نقیہ رجال یحییٰ بن سعید القطان رضی اللہ تعالیٰ عنہ | حافظ ذہبی نے آپ کو الامام اعظم، سید الحفاظ کے لقب سے ذکر کیا ہے۔ ابوسعید کنیت تھی

حدیث کے امام، ثقہ، متیقن اور قدوة المشائخ تھے۔ امام اعظم کے حدیث وفقہ میں شاگرد اور تلامذہ کی مجلس کے رکن رکن تھے آپ سے امام احمد، علی بن مدینی، یحییٰ بن معین وغیرہ نے روایت کی ہے۔ آپ کے درس حدیث کا وقت عصر سے مغرب تک ہوتا نماز عصر کے بعد منارہ مسجد سے نکل کر بیٹھ جاتے اور سامنے امام احمد، ابن المدینی (شیخ اکبر امام بخاری) عمرو بن خالد اور یحییٰ بن معین کھڑے ہو کر حدیث کا درس لیتے، مغرب تک نہ وہ کسی سے بیٹھنے کے لئے فرماتے نہ ان کے رعب و عظمت کے سبب خود ان میں سے کسی کو بیٹھنے کی برأت ہوتی۔

فن رجال کے بہت بڑے عالم تھے۔ حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ فن رجال پر سب سے پہلے انہوں نے لکھا پھر ان کے تلامذہ نے اور پھر ان کے تلامذہ امام بخاری و امام مسلم وغیرہ نے قلم اٹھایا۔ امام احمد کا قول ہے کہ میں نے یحییٰ بن سعید القطان کا مثل نہیں دیکھا۔ رواۃ کی تنقید میں اس قدر کمال تھا کہ ائمہ حدیث کا قول ہے کہ جس کو یحییٰ القطان چھوڑ دیں گے اس کو ہم بھی چھوڑ دیں گے۔

۱۔ الفوائد البسیفی تراجم الحنفیہ، ص ۲۱

۲۔ مناقب موفق، انوار الباری، حدائق الحنفیہ، ص ۱۳۲

بوجود اس فضل و کمال کے خود امام اعظم کی شاگردی پر فخر کیا کرتے تھے۔ ۱۲۰ھ میں پیدا ہوئے اور ائمہ برکات کی

عمر ۱۹۸ھ میں فوت ہوئے۔ لے

حضرت امام ابو سعید یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ ہمدانی کو فی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وفات ۱۸۶ھ

حافظ الحدیث،
فقہ الفقیہ، متدین

متوزع اور ان اکابر اہل علم و فضل سے تھے جنہوں نے فقہ و حدیث کو نمایاں طور پر جمع کیا۔ امام طحاوی کا قول ہے کہ وہ امام اعظم کے ان چالیس اصحاب میں سے ہیں جو تدوین کتب میں مدد و معاون رہے اور تیس سال تک مسلسل مسائل مدونہ کو لکھتے رہے خطیب نے نقل کیا ہے کہ آپ بیس سال تک روزانہ ایک قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے۔ بغداد میں ایک مدت تک درس حدیث دیتے رہے۔ آپ کے تلامذہ میں حضرت امام احمد بن حنبل، ابن معین، قتیبہ، حسن بن عرفہ، ابو بکر بن ابی شیبہ وغیرہ اکابر امت ہیں۔ خلیفہ ہارون الرشید نے آپ کو مدینہ طیبہ کا قاضی مقرر کیا۔ حضرت امام اسماعیل بن حماد بن امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرمایا کرتے تھے کہ یحییٰ بن زکریا حدیث میں ایسے تھے جیسے عطر میں بسی ہوئی دھن۔ لے آپ نے بعمر ۹۳ سال ۱۸۶ھ میں وصال فرمایا۔

حضرت علی بن مسہر قرشی کو فی رضی اللہ عنہ، وفات ۱۸۹ھ

مشہور صاحب درایت و روایت، جلیل القدر محدث و
فقہ اور امام اعظم کے اصحاب و تلامذہ میں سے تھے جو

حدیث و فقہ کے جامع اور شریک تدوین فقہ تھے۔ آپ سے ہی حضرت امام سفیان ثوری نے امام اعظم کا علم حاصل کیا اور ان کی کتابیں نقل کرائیں، مدت تک موصل کے قاضی رہے اصحاب صحاح ستہ کے کبار شیوخ میں سے ہیں۔ ۱۸۹ھ میں فوت ہوئے۔ حضرت امام محمد بن حسن الشیبانی کا بھی وصال اسی سال ہوا۔

حضرت امام حفص بن غیاث رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ۱۹۴ھ

مشہور و معروف عالم، محدث، ثقہ، فقیہ، زاہد، عابد،
امام اعظم کے ممتاز فضلا و اصحاب و شرکاء تدوین فقہ میں

تھے۔ آپ امام اعظم سے مسانید امام میں بہ کثرت احادیث روایت کرتے ہیں۔

امام اعظم نے جن اصحاب کو درجہ سرور و رفیع نعم فرمایا تھا یہ بھی انہی سے ہیں۔ امام اعظم سے فقہ میں بھی تخصیص کا درجہ حاصل کیا

لے مناقب کردری، انوار الباری، حدائق الحنفیہ، ص ۱۳۴

لے انوار الباری، ص ۱۹۱

لے حدائق الحنفیہ، جامع مسانید الامام الاعظم، ص ۵۰۸

آپ کے علاوہ میں عمرو بن حفص، امام احمد، ابن معین، علی بن المدینی، ابن معتق، یحییٰ لقطان وغیرہ ہیں۔ ابن ابی شیبہ سے روایت ہے کہ آپ کو ذی قعدہ میں تیرہ سال اور بغداد میں دو سال تک دارالقضا کے متولی رہے۔

حضرت امام حسن بن زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۲۰۴ھ | یہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہت ہی ذہین شاگردوں میں سے سب علم فقہ میں انتہائی ماہر بلکہ مجتہد ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بلند مرتبہ محدث بھی، قرارت کے ائمہ میں آپ کا نام بہت بلند تھا۔ طبقات قاری میں لکھا ہے کہ ابن اثیر کی کتاب مختصر غریب احادیث الکتاب السنہ میں آپ کو ان علماء میں سے شمار کیا گیا ہے جو قیسری صدی کی ابتداء میں مجددین امتِ محمدیہ سے ہوئے ہیں۔ ۱۹۴ھ میں جب قاضی حفص بن غیاث فوت ہوئے تو کوذ کے قاضی مقرر کئے گئے جس سال حضرت حسن بن مالک اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما وصال بحق ہوئے اسی سال یعنی ۲۰۴ھ میں آپ نے وفات ہوئی۔ جلال علم مادہ تاریخ وفات ہے۔

حضرت امام مسعر بن کدام رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفات ۱۵۳ یا ۱۵۵ھ | حافظ الحدیث، ثقہ، فاضل، معتمد اور طبیعہ کبار تبع تابعین سے ہیں۔ آپ نے امام ابو حنیفہ، عطاء اور قتادہ سے حدیث کو روایت کیا۔ حضرت سفیان ثوری اور حضرت سفیان بن عیینہ جو مجتہد اور امام الحدیث ہیں آپ سے شرف تلمذ رکھتے تھے۔ آپ کی جلالت اور حفظ و اتقان پر سب کو اتفاق ہے۔ اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے تخریج کی۔ وفات ۱۵۳ یا ۱۵۵ھ میں ہوئی۔ آپ فرمایا کرتے تھے جس شخص نے خدا کے درمیان امام اعظم کو وسیع بنا لیا میں امید کرتا ہوں کہ وہ بے خوف ہو گیا اور اس کو اس امتیاط میں نقصان نہ ہو گا۔

حضرت امام ابو محمد نوح بن دراج النخعی رضی اللہ عنہ ۱۸۲ھ | محدث، فقیہ، امام اعظم، امام زفر، ابن شبرم، ابن ابی یعلیٰ، امام اعظم اور سعید بن منصور کے تلمیذ ہیں۔ تدوین فقہ حنفی کے شریک کار تھے۔ ابن ماجہ نے باب التفسیر آپ سے تخریج کی، کوذ اور بغداد کے قاضی رہے۔ فقہ میں امام اعظم سے درجہ شخص موصول کیا۔ جامع المسانید میں امام اعظم سے روایت کہلے ہیں۔ آپ کا ۱۸۲ھ میں وصال ہوا۔

اسی علاوہ حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ کے ۷۷۲ اور نامور شاگرد ہیں جن کا ذکر کتب تذکرہ میں موجود ہے ہم نے ان کے نام طوالت کے خوف سے حذف کر دیے ہیں جس کے لئے معذرت خواہ ہیں۔

چشمہ چشمہ چشمہ

۱۔ مدائن الحنفیہ، انوار الباری، ص ۲۰۷

۲۔ الفوائد البسیۃ فی تراجم الحنفیہ، ص ۲۶، مناقب کردری، ج ۲، ص ۲۱۱

۳۔ مدائن الحنفیہ، ص ۱۰۸

عقائد

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ بات بڑی قابل افسوس ہے کہ آج تک عقائد کی جتنی کتابیں منقذہ شہود پر آئی ہیں ان میں سے کسی میں بھی اس بات کو بحث نہیں بنایا گیا کہ عقیدہ کیا ہوتا ہے اور عقیدہ کی افادیت و ضرورت کیا ہے؛ عقائد کی جو کتاب بھی دیکھنے میں آئی ہے اس کا آغاز بس کچھ ایسا ہی ہے، عقیدہ نمبر ۱، عقیدہ نمبر ۲، عقیدہ نمبر ۳ وغیرہ۔ حیرانی کی بات ہے کہ لفظ عقیدہ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف و مباحث کسی کتاب میں موجود نہیں، اس لئے میں اس بات کو ضروری سمجھتا ہوں کہ حضور سیدنا ابو حنیفہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے چیدہ چیدہ عقائد بیان کرنے سے پہلے چند الفاظ میں عقیدہ کی مختصر تشریح کر دوں۔

”عقیدہ“ عربی لفظ ہے جس کا مادہ ”عقد“ ہے، اردو میں اس کا معنی ”گرہ لگانے“ کا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں جب شہان یا مالکان بھید بکریوں کو معاہدات پر ساتھ ساتھ باندھتے تھے تو ان کی گردنوں میں رسی کی ایک ایک گرہ لگاتے تھے اور اس طرح ایک لمبی رسی سے تقریباً سو سو بکری کو باندھ دیا جاتا تھا، وہ لوگ اس عمل کو عقد کہا کرتے تھے۔

ہمارے ہاں عقد بیاہ یا نکاح کے معنوں میں عام مستعمل ہے۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ فلاں لڑکے کا فلاں لڑکی سے عقد ہو گیا ہے تو اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ لڑکے کا لڑکی کو ایک دوسرے سے شرعی قواعد و ضوابط کی رُو سے معتقد کر دیا گیا ہے اور اب وہ ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کے پابند ہیں اور یہ پابندی ایسی پابندی ہے کہ جس کے توکل سے ان کی زندگی معاشی و معاشرتی لحاظ سے باضابطہ اور باعظمت ہو گئی ہے۔

جب دین اسلام جلوہ گر ہوا تو اس نے ایسے کئی الفاظ کو معنوی و اصطلاحی لحاظ سے اختیار کر لیا، عقد، عارف، صلوة وغیرہ ایسے سینکڑوں الفاظ مسلمان بنائے گئے، چنانچہ شرع و فقہ اسلامی میں عقیدہ ایسے طریقہ و عزم کو کہا جانے لگا جس سے انسان متدین بن کر دین و اخلاق اور سیاسیات میں پہنچی حاصل کرتا ہے۔ عقیدہ حقیقتاً ایک ایسی نعمتِ عظمیٰ ہے جس سے انسان میں راسخیت، استقامت، پختگی، صلح، صابیت، نظم و ضبط ایسے اوصاف پیدا ہوتے ہیں۔ بد عقیدہ انسان ایسی نعمتوں سے محروم ہوتا ہے وہ ”یک فکریہ“ محکم گیر کی چاشنی سے لطف نہیں اٹھا سکتا، اسے ہر وقت ذہنی کشمکش اور طبعی تذاہن میں مبتلا رہنا پڑتا ہے۔ انسان کا پختہ عقیدہ اسے بہائم و انعام کی طرح ضال و گمراہ نہیں ہونے دیتا بلکہ اسے فطالت و گمراہی سے بچا کر زندگی کے ایک ایسے منہاج پر لے جاتا ہے جس پر عمل کر اس کے دین و دنیا اور برزخ و عقبیٰ سنور جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ائمہ دین نے بالخصوص حضور سیدنا و مولانا

دارت علوم نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امام ابوحنیفہ امام اعظم رضی اللہ عنہ اور حجۃ الاسلام ابو محمد امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فن عقائد پر خاص توجہ فرمائی، اس بات کا ثبوت ان لوگوں کی بیسیوں عربی کتابیں ہیں جو ان بزرگوں کی مکتبہ اسلامیہ پر مہربانیوں کے نجات سرمدی گارہی ہیں، کیونکہ ان بزرگوں نے عقائد کے رنگ میں دینِ مصطفوی کے اجزاء و اصول پیش کئے ہیں لہذا عقائد کی حیثیت بعینہ وہی ہے جو خود دین کی حیثیت ہے اور اسی طرح ان کی ضرورت مجسّمہ وہی ہے جو خود دین کی ضرورت ہے۔

آج کے اس پُرفتن اور فسق و فجور سے مملود دور میں کھول و جہان مسلمان عقائد سے بالکل تو نہیں توڑے فیصدی ضروری عاری ہیں یہی وجہ ہے کہ انہیں کسی دوسرے مذہب کا معمولی پڑھا لکھا انسان اپنے دامنِ ترویج میں پھانس کر دینِ حق سے بدظن کر دیتا ہے اور وہ اپنے دینِ حق کے حقائق و عقائد سے نا بید ہونے کی وجہ سے اسلام پر نکتہ چینی شروع کر دیتا ہے۔

اندریں حالات اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ قارئین کو حضرت سراج الامم، فقیہ اعظم داعلم، محدث عظیم، مفسر مکرم حضور سیدنا امام اعظم نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے متبعین کی تعداد دنیا میں تقریباً ۶۵ کروڑ کے قریب ہے اور جنہیں اپنے اور بیگانوں نے قیامت تک کے فقیہوں کا سراج و سرخیل تسلیم کیا ہے، کے عقائد سے آشنا کیا جائے تاکہ ان میں علادت ایمانی کے ساتھ ساتھ زیادتِ ایقان پیدا ہو اور وہ دیگر مذاہب کے گمراہ کن پرابلیگنڈہ کے شکار نہ ہوں۔

اصل توحید اور صحتِ اعتقاد یہ ہے کہ انسان اللہ جل شانہ، اس کے فرشتوں، کتابوں اور رسولوں پر ایمان لائے اور ساتھ ہی موت کے بعد بعثت اور قدرِ غیر و شرعی بھی ایمان ضروری ہے۔

عقیدہ نمبر ۱

۱۔ عالم سے سوا، عالم کا واحد خالق و مالک اور اعلیٰ و برتر "وجود واجب" (NECESSARY BEING) ہے جو ہمیشہ سے بغیر کسی وسیلہ کے ہے اور اسی طرح ہمیشہ رہے گا۔ اسی اعلیٰ وجود کا نام اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ مجرد ہے یعنی وہ ذاتِ اقدس تمام قبور جسم و جہت و زمان و مکان سے پاک اور تمام عوارض یعنی وصل و فصل، قرب و بُعد اور داخلیت و خارجیت سے الگ ہے۔ وجود، استحقاقِ عبادت، خالقیت با اختیار خود، کائنات کی جزئی و کلی تدبیر اسی کی ذات سے مختص ہے۔

حیات، قدرت، علم، کلام، سمع، بصر اور ارادہ اللہ تعالیٰ کے صفات ذاتیہ ہیں وہ ان سب سے ازلہ متصف ہے، باقی اوصاف فعلیہ، نفسیہ اور سلبیہ اضافیہ ہیں۔ وہ کائنات کو وجود کی نعمت عطا کرنے سے پہلے ایسا ہی کامل تھا جیسا اب ہے، امراض کی شفا، عطاءئے رزق، ازالہ تکالیف و مصائب اس کے قبضہ قدرت میں ہیں، اطباء و حکمران اور دیگر اسباب ظاہریہ و باطنیہ جیسے دعاء و ہمت اولیاء و انبیاء ربہ عطاءئے الہی بطور سببِ موثر مذکورہ کے مشابہ الیہ ہوتے ہیں۔

جوہر، عرض، جسم، مکان، جہت، حرکت، انتقال، تبدیلی ذاتی و صفاتی، جہل، کذب، ممکنات سے مختص ہیں، ذاتِ حق پر محال (بقیہ مآئید لکھنؤ)

بالذات ہیں۔ وہ بے نیاز ہے، کسی کا اس پر حق نہیں ہے مگر جو اپنے فضل و کرم سے وعدہ فرمائے وہ ضرور پورا فرماتا ہے۔ تمام خیر و شر خالق کل جل جلالہ کے ارادہ و خلق و تقدیر سے ہے، جو ازل سے مقرر ہو چکا ہے وہی ظاہر ہوتا ہے لیکن راضی صرف خیر پر ہے تقدیر سے بندہ مجبور نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے نیکی اور بدی کا راستہ بتا کر اپنے اپنے افعال میں ایک گونا گونا اختیار دیا ہے جس کے سبب انسان اور شجر و حجر میں فرق واضح ہے جسے اصطلاحاً "کسب" کہتے ہیں، اسی کسب کے سبب انسان جزا و سزا کا مورد ہے۔

۲۔ فرشتے : مادی ہیں اور جسم رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ مخلوق جسمانی لحاظ سے اس قدر لطیف ہے کہ انسانی نگاہ اس کی دید سے عاری ہے گویا وہ لطیفہ چیز ہیں یعنی روح ہیں اور رد و اتنی قوی ہیں کہ اپنے تصرف سے ہر جسمانی پوشاک زیب تن کر سکتے ہیں اور عام اجسام میں ہر مقام میں اور ہر رنگ میں نمودار ہو سکتے ہیں۔ فرشتے معدوم محض اور خیر محض ہوتے ہیں، ان میں معصیت نام کو بھی نہیں ہوتی، ان میں زود مادہ کی تقسیم نہیں، بدیں و جہ توالد و تناسل سے پاک ہیں، یہ عالم علوی کی ایک اہم ترین مخلوق ہیں، ان کے ذمے عالم سفلی کا انتظام ہے۔ یوں تو فرشتے بے شمار ہیں لیکن ان کی اصولی قسمیں دو ہیں :

(۱) ملائکہ تربیت ، (۲) ملائکہ ہلاکت

ان دو اقسام کے دو دوسرے گروہ ہیں۔ ملائکہ تربیت کے نام حضرت میکائیل علیہ السلام، حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں، اور ملائکہ ہلاکت کے نام حضرت اسرافیل علیہ السلام اور حضرت عزرائیل علیہ السلام ہیں۔

حضرت عزرائیل علیہ السلام جزوی ہلاکت کے کارکن ہیں اور اسرافیل علیہ السلام ہلاکت کلی کے کارکن ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام تمام فرشتوں سے افضل اور جامع الحیثیات ہیں۔ آپ کے ذمے انسانوں کی روحانی تربیت ہے، اس حیثیت سے جبرائیل کے دو اور نام بھی ہیں یعنی روح الامین اور روح القدس۔

۳۔ کتابیں : مصدقہ کتابیں پانچ ہیں، صحیفہ ابراہیمی، توراہ، زبور، انجیل، قرآن۔ ان میں سے صحیفہ ابراہیمی مستقل صورت میں گم ہے البتہ ضمنی صورت میں قرآن میں موجود ہے، توراہ، انجیل، زبور مستقل صورت میں تو موجود ہیں لیکن ان کو تحریف و نسخ کی دو ایسی حالتوں کے ساتھ سابقہ پڑا کر ملا یہ بھی گم ہو چکی ہیں، ان کے بعد دنیا میں صرف ایک کتاب رہ جاتی ہے جو کامل اور مکمل صورت میں موجود ہے، یہ قرآن حکیم ہے۔ قرآن پر ایمان اتنا ہی ضروری ہے جتنا اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر، قرآن کے ایک شوشے کا انکار کفر ہے، اسی طرح تحریف لفظی بویا معنوی کفر ہے۔

۴۔ رسل علیہم السلام : تمام انسانوں کی ہدایت کے لئے کچھ خاص انسان اللہ تعالیٰ کی طرف سے منتخب اور مامور ہوتے ہیں جن کو علم و تائید الہی سے قوت خاص عطا کی جاتی ہے۔ یہ لوگ زبان خاص میں نبی کہلاتے ہیں، ان کی اپنی ذات میں دو حیثیتیں ہوتی ہیں

۱۱۔ بشری ، ۱۲۔ ملکی

بشری حیثیت سے ان میں ایک بشر کی خاصیتیں ہوتی ہیں لیکن ملکی حیثیت کے اعتبار سے وہ پورے فرشتے ہوتے ہیں ، انہیں فرشتوں کے تمام فرائض حاصل ہوتے ہیں اور اسی جامعیت کے باعث وہ انسانوں کے درمیان ، خدا اور انسان کے درمیان برزخ کی حیثیت رکھتا ہے ، جولاہوت ، ملکوت اور ناسوت کو ایک نقطہ پر جمع کر دیتی ہے ۔ نبی منصب ہدایت پر مامور ہوتے ہیں ، دعوت و تبلیغ ان کے ناگزیر فرائض ہوتے ہیں ، ان کی پیروی بعینہ خدا کی پیروی ہے ، اسی باعث نبی کی پیروی نہایت کا وسیلہ ہوتی ہے ، نبی کے تین درجے ہوتے ہیں ،

۱۱۔ نبی محض ۱۲۔ رسول ۱۳۔ رسول اولوالعزم

سب سے بڑا درجہ رسول ذوالعزم کا ہے ، سب سے چھوٹا درجہ نبی محض کا ہے اور درمیان درجہ رسول کا ہے ۔ نبی محض صاحب دجی ہوتا ہے مگر صاحب شریعت نہیں ہوتا ، رسول صاحب شریعت ہوتا ہے لیکن صاحب اعمالِ عظیم نہیں ہوتا ، رسول ذوالعزم شریعت کے ساتھ ساتھ اعمالِ عظیمہ کا بھی مالک ہوتا ہے ۔

عقیدہ نمبر ۲ | حساب ، میزان ، جنت اور دوزخ سب حق ہیں ، اللہ تعالیٰ بطورِ عدد واحد نہیں بلکہ اس طریق سے کہ لاشریک ہے ، اسے کسی نے جنس نہ اس نے کسی کو جنس ہے ، اس کا کوئی صاحب اور ہمسر نہیں ، اس کی خلق سے کوئی شے اسکے مشابہ نہیں ، وہ اپنے اسماء صفات ، ذاتیہ اور فعلیہ کے ساتھ لم یزل ولا یزال ہے ، اس کی صفات ازل میں غیر محدث اور غیر مخلوق ہیں ، جو بھی انہیں محدث اور مخلوق کہے یا کسی قسم کے شک میں پڑ جائے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا منکر ہے ۔

عقیدہ نمبر ۳ | قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام مقدس ہے جو معارف میں مکتوب ہے ، دلوں میں محفوظ ہے اور زبانیں اس کی تلاوت کرتی ہیں ۔ ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ۔ ہمارے لفظ ، ہماری کتابت اور ہماری قرأت

۱۔ معتزہ جن کا مرخلی اصل بن مطار تھا ، یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حساب اور میزان محض خیالی چیزیں ہیں ، ان کی کوئی حقیقت نہیں ، انہیں عقائد کو سرسید نے اپنایا اور اپنے دلی نعمتوں کی استغفار کے لئے جنت ، دوزخ ، حساب و میزان کے انکار کے علاوہ جن لاکھ جُور اور معجزات کا بھی انکار کر دیا ہے ، العیاذ باللہ تعالیٰ

سب مخلوق ہیں لیکن کام پاک مخلوق نہیں۔

عقیدہ نمبر ۴ تمام انبیاء علیہم السلام صغیرہ و کبیرہ گناہوں اور کفر و قباہ سے پاک و منزہ ہیں لیکن ان سے زلات اور خطائیں ممکن
الطہور ہیں۔ زلات کی مثال یہ ہے کہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام نے شجرہ ممنوعہ سے کچھ کھا لیا تھا، اور خطایا

کی مثال یہ ہے کہ حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی قوم میں سے ایک آدمی کو قتل کر دیا تھا حالانکہ آپ کا مقصد یہ نہیں تھا
آپ تو حشر اس سے ایک شخص کو بچانا چاہتے تھے۔

عقیدہ نمبر ۵ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حبیب بند سے، رسول مصفیٰ اور نعتی ہیں۔ آپ نے کبھی بھی
بت پرستی نہیں کی اور نہ ہی کبھی اللہ تعالیٰ سے ایک لمحہ کے لئے شرک ہی کیا ہے، آپ سے کبھی بھی کوئی صغیرہ و

کبیرہ گناہ سرزد نہیں ہوا۔

عقیدہ نمبر ۶ انبیاء علیہم السلام کے بعد لوگوں میں سے افضل ترین حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات ہے۔ اس
کے بعد حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، اس کے بعد حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور اس کے بعد حضرت سیدنا

علی رضی اللہ عنہ ہیں (حنفی حضرات جو تفصیل علی رضی اللہ عنہ کے قائل ہیں وہ حضرت سیدنا ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدہ کو اپنائیں
اور اس پر کاربند ہوں، ہمیں چاہئے کہ ہم حضور علیہ السلام کے تمام صحابہ کو کلمہ خیر سے ہی یاد کریں اور کسی مسلمان کو چند گناہوں کے
باعث کافر قرار نہ دیں اگرچہ وہ گناہ کبیرہ ہی کیوں نہ ہوں، ہمیں چاہئے کہ ایسے مسلمانوں کو ایمان سے خارج نہ کریں بلکہ اسے حقیقی
مسلمان ہی کے نام سے یاد کریں۔

عقیدہ نمبر ۷ چرمی موزوں پر مسح سنت رسول ہے۔ رمضان المبارک میں تراویح سنت ہیں، نماز ہر مسلمان خواہ نیک ہو یا
فاجر، کے پیچھے جائز ہے۔ اس ضمن میں ہم یہ نہیں کہتے کہ مومن کو گناہ سرزد نہیں پہنچاتے اور یہ بھی نہیں کہتے کہ

۱۔ خلق قرآن کا جھگڑا قاضی احمد بن ابی داؤد مغزلی نے مامون الرشید کے عہد میں کھڑا کیا تھا، اس فتنہ میں بہت سے اہل اللہ
اور فضلاء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سخت اذیتیں دی گئیں لیکن ان کے پاسے استقلال میں ذرہ بھر لرزش نہ ہوئی حضرت سیدنا امام
بانک رضی اللہ عنہ کو اس عقیدہ کی نفی کرنے کی پاداش میں دُور سے مارے گئے اور بہت سے اولیاء اللہ ماسدوں کے شر کے خوف سے
بنداد چھوڑ کر بچے گئے۔ قاضی احمد بن ابی داؤد کو قدرت نے اس عقیدے کی بنا پر عبرت ناک موت دی۔

۲۔ بعض خواص کا عقیدہ ہے کہ جب انسان سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے، کبیرہ ہو خواہ صغیرہ، تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔

۳۔ نماز ناستق و فاجحہ کے پیچھے جائز ہے لیکن برعقیدہ کے پیچھے جائز نہیں خواہ کتنا ہی بڑا عالم ہو۔

وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

عقیدہ نمبر ۸ ہم مروجہ کی طرح یہ نہیں کہتے کہ ہماری نیکیاں مقبول ہیں اور ہماری برائیاں مغفور ہیں، ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ جو شخص بھی شرائطِ عبودیت سے خالی ہو، نیک عمل کرے اور کفر، بدعت اور اخلاقِ ذمیرہ سے غلط طرز ہونے سے ہر ماں تک وہ دنیا کو ایک سو من کی حیثیت سے چھوڑ دے تو بلا شک و شبہ اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں کو ضائع نہیں کرے گا بلکہ انہیں اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت بخشے گا اور عامل کو ثواب ملے گا۔

عقیدہ نمبر ۹ اولیاء اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی کرامات حق ہیں اور اس قسم کی باتیں جو ان کے دشمنوں سے مثلاً ابلیس یا فرعون یا دجال سے واقع ہو جاتی ہیں یا جو نبیوالی ہیں انہیں ہم علامات و کرامات کا نام نہیں دیں گے بلکہ انہیں ان کی فقارِ حاجات کہیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں کی حاجات کو بھی پورا کر دیتا ہے، ایسی چیزوں کو استدراج کہتے ہیں۔ شفاعتِ انبیاء علیہم السلام حق ہے اور نبی انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت گناہ گار مسلمانوں اور تمام اہل کبر و جو سزا کے مستحق ہیں، کے لئے حق ہے اور ثابت ہے۔

عقیدہ نمبر ۱۱ قیامت کے روز میزان میں اعمال کا تولانا بھی برحق ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حق کوثر بھی برحق ہے۔

عقیدہ نمبر ۱۲ قبریں ہونے والے منکر و نکیر کے سوالات بھی برحق ہیں، پھر اس وقت قبریں روح کا عود کرنا بھی سچی بات ہے، نثارِ قبر بھی برحق ہے۔ عذابِ قبر بھی برحق ہے، یہ عذاب تمام کفار پر مستط ہوگا لیکن بعض گناہ گار مسلمانوں کے لئے بھی مسلم ہے۔

عقیدہ نمبر ۱۳ حضرت قاسم، حضرت طاہر اور حضرت ابراہیم، سلام اللہ تعالیٰ علیہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیٹے تھے اور حضرت سیدہ فاطمہ، سیدہ رقیہ، سیدہ زینب اور سیدہ ام کلثوم، سلام اللہ علیہن سب حضور علیہ السلام کی بیٹیاں ہیں۔

۱۔ اس ضمن میں مولوی اسماعیل دہری کی کتاب تقویۃ الایمان جو حقیقتاً تقویۃ الایمان ہے، دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ وہ اولیاء اور انبیاء کو درکنار حضور سید عالم و علیان صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا بھی قائل نہیں، البتہ اللہ تعالیٰ۔

عقیدہ نمبر ۱۴ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسمانی معراج کا واقعہ حق ہے، جو شخص اس سے انکار کرے وہ بدعتی اور راہِ راست سے دور ہے۔

عقیدہ نمبر ۱۵ خروجِ دجال، یا جوج دما جوج، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں سے نازل ہونا، جمیع علاماتِ قیامت میں جو احادیث صحیحہ میں وارد ہیں، ان میں کوئی شک و شبہ نہیں یہ سب واقعات ہو کر رہیں گے۔

۱۔ دیکھئے خروجِ دجال کے ضمن میں حضور سیدنا امام عظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ کتنا واضح بکا اور صیح ہے، وہ فرماتے ہیں کہ خروجِ دجال حق ہے لیکن آج کے بخیری، پردیزی اور مودودی، ادل تو اس عقیدہ کو تسلیم ہی نہیں کرتے، حوالہ کے لئے دیکھئے رسائل و مسائل حصہ اول ص ۴۶، بعنوان "قرآن و حدیث اور سائنٹیفک حقائق" مودودی صاحب فرماتے ہیں :

”یہ کانا دجال وغیرہ تو افسانے میں جن کی کوئی شرعی حیثیت نہیں“

پھر صفحہ ۴۹ پر بعنوان ”تحقیق دجال“ لکھتے ہیں :

”حضور کو اپنے فرمانے میں اندیشہ تھا کہ شاید دجال آپ کے عہد ہی میں ظاہر ہو جائے آپ کے بعد کسی قریبی زمانے میں ظاہر ہو لیکن کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ساڑھے تیرہ سو سال گزر چکے ہیں ابھی تک دجال نہیں آیا“ (استغفرات)

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے مذہبِ امامِ عظیم کی تقلید سے انحراف کو "حرام" قرار دیا:

فاذا كان انسان جاهل في بلاد الهند، بلاد ماوراء النهر وليس هناك عالم شافعي ولا مالكي ولا حنبلي ولا كتاب من كتب هذه المذاهب وجب عليه ان يقلد مذهب ابي حنيفة ويحرم عليه ان يخرج من مذهب لانه حينئذ يخطئ من عفو ربيعة الشريعة
... سدا هملا (الاصناف ص ۱۰۰)

(ترجمہ) ”جب ایک عامی انسان علائقہ ہندوستان اور ماوراء النہر میں رہنے والا ہو جہاں کوئی عالم شافعی اور مالکی اور حنبلی اور ان کی کتب مذہبیہ میرزا آسکتی ہوں تو اس پر واجب ہے کہ صرف امام ابوحنیفہ کے مذهب کی تقلید کرے اور ان کے مذہب سے علیحدہ ہونا اس کے لئے حرام ہے کیونکہ وہ اس وقت شریعت کی رسی ہی اپنی گردن سے اتار کر منہل بیکار رہ جائے گا۔“

برصغیر پاک و ہند میں حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

اولادِ امجاد

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے جہاں حضرت امام بہام سیدنا ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی ذات ستودہ صفا کو گونا گوں دوسرے کامرانیوں اور علوم فتنہ کا منبع و مصدر بنایا وہاں آپ کی مدینہ منورہ، متشرع، متقی اور عالم دینوں اور اولاد کو بھی اللہ تعالیٰ نے عالم میں پھیلایا تاکہ حضرت امام رضی اللہ عنہ کی اولاد و امجاد کے علوم کے سرچشموں سے دنیا کے ہر گوشے میں آباد انسان سیراب ہوں۔ زیر نظر معنوں میں جناب محمد الدین صاحب کلیم نے نہایت وقوف و پیری اور تحقیق سے ان بزرگان دین کا تذکرہ کیا ہے جن کا نسب حضرت سیدنا ابو حنیفہ سے ملتا ہے اور مانسوں نے ہمعصر ہر ایک و ہند میں خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی نسبت و اشاعت میں کارہائیاں ادا کئے۔ برصغیر پاک و ہند میں ان قدسی حضرات کی خاصی تعداد موجود تھی اور یہ سب گریباں تبرکات و تینا چند مشاہیر کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ شیخ جمال الدین ہانسوی حشتی رحمۃ اللہ علیہ مصنف تذکرہ ملائے ہند آپ کو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کوئی کی اولاد سے کہتے ہیں شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی تصنیف اخبار الاخیار میں

لکھتے ہیں کہ آپ خطیب تھے سلسلہ نسب آپ کا حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کوئی علیہ الرحمۃ سے ملتا ہے۔ صاحب خزینۃ الاصفیاء "ونسب شریف و سے بہ چند واسطہ بہ ابو حنیفہ امام اعظم کوئی رضی اللہ عنہ میرسد" آپ بڑے جید عالم اور سحرالبیان خطیب تھے۔ سیرالاولیاء میں امیر خور و کرمانی نے آپ کی بہت تعریف کی ہے۔ اخبار الاخیار میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی آپ کے متعلق یوں تحریر فرماتے ہیں "او جامع کمالات ظاہر و باطن بود و شیخ فرید الدین دوازده سال بہ محبت او در ہانس بود"

شیخ جمال الدین خطیب ہانسوی سلسلہ عالیہ حشتیہ میں حضرت فرید الدین گنجشکر مسعود علیہ الرحمۃ کے خلیفہ و مرید تھے۔ ان سے سلسلہ جمالیہ جاری ہوا، کچھ عرصہ بعد سلسلہ نظامیہ میں مدغم ہو گیا۔ حضرت بابا صاحب کو آپ سے بہت محبت تھی اور اس کے پیش نظر آپ گیارہ سال تک ہانسی میں رہے۔ نیز فرمایا کرتے تھے کہ "جمال! میں چاہتا ہوں کہ تمہارے گرد طواف کروں" صاحب اخبار الاخیار لکھتے ہیں کہ حضرت بابا صاحب جس کسی کو نعمت خلافت سے

نوازتے تو پہلے خلافت نامہ آپ کی خدمت میں بھیجتے، اگر آپ قبول فرماتے تو اس کی خلافت وراثت ہوتی وگرنہ آپ رد کر دیتے۔ تو پھر حضرت شیخ بھی قبول نہ فرماتے اور فرماتے ”بادہ کردہ جمال را فرید تو اس ددخت“
 آپ کے بعض رسائل و اشعار ملتے ہیں ان میں سے ایک رسالہ ”مستبح“ عربی زبان میں ہے جس میں متفرق اقوال جمع ہیں، آپ شاعر بھی تھے اور ان کا ضخیم فارسی دیوان زیور طبع سے مزین ہو چکا ہے۔

آپ نے ۱۲۵۹ھ مطابق ۱۸۴۶ء میں بمقام ہانس بعد سلطان ناصر الدین محمود وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔
 آپ کے فرزند رشید شیخ برہان الدین صوفی بھی حضرت بابا صاحب کے مرید و خلیفہ تھے انہوں نے آپ کو خلافت، معنی اور عصا بھی مرحمت فرمائے تھے اور حضرت نظام الدین اولیا کو آپ کے متعلق وصیت فرمائی کہ ان کی تربیت میں کوشاں رہنا۔

۲۔ حضرت شیخ منتخب الدین چشتی علیہ الرحمۃ

آپ حضرت جمال الدین ہانسوی کے خواہر زادہ تھے اور ”ذری زربخش“ کے لقب سے معروف ہیں۔ سلسلہ چشتیہ میں حضرت بابا فرید الدین گنجشکر کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ نے حضرت بابا صاحب اور حضرت سید نظام الدین محبوب الہی دہلوی سے بھی فیوض برکات حاصل کیے۔ حضرت بابا صاحب نے ایک غیبی اشارہ سے آپ کو دیوگرہ (دولت آباد) دکن جانے کا ارشاد فرمایا تھا اس وقت وہاں ہنود کا غلبہ و استیلاء تھا چنانچہ آپ کی مدد سے زیادہ مخالفت ہوئی لیکن آپ ہمت و استقلال سے اپنے مشن کی تکمیل میں لگے رہے۔

مشہور ہے کہ آپ کے وصال کے بعد حضرت نظام الدین اولیا دہلوی نے آپ کے بھائی شیخ برہان الدین غریب کو ان کی جگہ دولت آباد بھیجا۔ یہ بات درست ہو یا نہ ہو بہر حال یہ ایک امر واقعہ ہے کہ آپ کے وصال کے بعد آپ کے بھائی شیخ برہان الدین غریب وہاں گئے جس کی تصدیق دو تہین ان کے مقابلے سے ہوتی ہے۔

آپ کا مرقہ منور دیوگری (دکن) میں ہے جسے قلعہ آباد بھی کہا جاتا ہے۔ آپ کا وصال ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۸۷۸ء میں بعد علاء الدین غلی مجاہد معارج الولاہیت اور خزنیۃ الاصفیاء کے مطابق آپ کا وصال ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۸۷۵ء میں ہوا۔ قلعہ آباد میں ان دونوں مقابر کے علاوہ اورنگ زیب عالمگیر، نظام الملک صف جاہ امیر حسن دہلوی، میر غلام علی آزاد بگرامی کے مزارات بھی موجود ہیں۔

۳۔ شیخ بوعلی قلندر پانی پتی علیہ الرحمۃ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کہتے ہیں کہ آپ ایک مشہور مجذوب ولی تھے۔ مفتی غلام سرور لاہوری اپنی تالیف ”مدنیۃ الاولیاء“ میں لکھتے ہیں کہ آپ اکابر اہل دین

جنت میں سے ہیں۔ شجرہ نسب امام عظیم کوئی سے متا ہے۔ صاحب خزینۃ الاصفیاء میرا قطاب کے حوالے سے لکھتے ہیں: "شیخ شرف الدین بوعلی از اولاد امجاد امام عظیم ابوحنیفہ کوئی رحمۃ اللہ علیہ است"

آپ کا اسم گرامی شیخ شرف الدین اور لقب بوعلی قلندر تھا۔ حضرت امام عظیم ابوحنیفہ کی اولاد سے تھے۔ شجرہ نسب اس طرح ہے: شیخ شرف الدین بوعلی قلندر بن سالار فخر الدین بن سالار حسن بن سالار عزیز بن ابوبکر غازی بن فارس بن عبدالرحمن بن عبدالرحیم بن محمد بن ابن امام عظیم ابوحنیفہ کوئی۔

ایک روایت کے مطابق آپ حضرت جمال الدین ہانسوی کے خاد زاد بھائی تھے۔ آپ کے والد گرامی سلسلہ مطابق ۱۲۰۳ء میں بعد شہاب الدین محمد غوری عراق سے ہندوستان آئے۔ ان کی پہلی شادی شیخ بہار الدین زکریا طغانی کی صاحبزادی سے ہوئی لیکن وہ لا ولد رہیں۔ دوسری شادی سید نعمت اللہ مجددانی کی ہمیشہ بی بی حافظہ جمال سے ہوئی جن سے آپ پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش ۱۲۰۵ء عہد قطب الدین ایک میں پانی پت میں ہوئی اداہل عمر میں ہی تمام علوم و فنون پر حادی ہو گئے اور پھر سیس برس تک قطب مینار دہلی کے قریب درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس کے بعد تصوف کے میدان میں آئے تو مجاہدات و ریاضات میں بے مثل ہو گئے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی تالیف اخبار الاخیار میں لکھتے ہیں کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ آپ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے حلقہ ارادت میں تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ حضرت سید نظام الدین ادلیا، دہلوی سے عقیدت رکھتے تھے اور ان ہی سے خلافت پائی۔

آپ پر سکرا وستی کی کیفیت طاری رہتی تھی۔ ایک دفعہ آپ کی مونچھوں کے بال بہت بڑھ گئے کسی کی ہمت نہ پڑتی تھی کہ آپ سے ان کے کٹوانے کی فرمائش کرے مگر مولانا ضیاء الدین سنائی قہقی لے کر گئے اور مونچھوں کے بڑھے ہوئے بال کاٹ دیئے۔ چونکہ مولانا ضیاء الدین اسوۂ حسنہ کا کامل و اکمل نمونہ تھے اس لئے آپ ان کی بہت قدر و منزلت کرتے تھے۔ آپ کے معاصرین میں سے حضرت شمس الدین شرف پانی پتی، مولانا ضیاء الدین سمائی، کبیرا دلیا، حضرت شیخ جلال الدین محمود پانی پتی کو آپ سے بہت عقیدت تھی۔ سلطان جلال الدین خلجی آپ کا بے حد عقیدت مند تھا۔

پروفیسر آرٹھڈکٹا ہے کہ پانی پت اور اس کے مضافات کے مسلمان راجپوت آپ کی ہی بدولت مشرف بہ ہم ہوئے۔

دھال ۱۳ رمضان المبارک ۱۲۲۲ء مطابق ۱۲۲۲ء بعد محمد تغلق پانی پت میں ہوا جہاں آپ کا مقبرہ آج تک

مزج عوام و خواص ہے۔ آپ کی تصانیف میں سے حکم نامہ شرف الدین، مکتوبات بنام اختیار الدین، شہنوی کنز الاسرار رسالہ عشقیہ اور دیوان بوعلی قلم در شہرت یاب ہیں۔

۴۔ شیخ برہان الدین غریب خلد آبادی آپ کا شجرہ نسب حضرت امام عظیم ابوحنیفہ تک اسی طرح پہنچتا ہے۔ شیخ برہان الدین غریب بن شیخ محمد محمود بن نام ہنسوی بن سلطان مظفر بن سلطان ابراہیم بن شیخ ابوبکر بن شیخ عبداللہ بن شیخ عبدالرشید بن شیخ عبدالصمد بن شیخ عبدالسلام بن امام عظیم ابوحنیفہ۔

آپ ہنسوی میں ۱۱۵۲ھ مطابق ۱۷۳۹ء میں بعد ناصر الدین محمود پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد محترم کی زیر نگرانی حاصل کی حضرت جمال الدین ہنسوی آپ کے ماموں تھے، قطب الدین منور ماموں زاد بھائی تفسیر، حدیث، فقہ، معانی میں مہارت تامہ حاصل کر لی۔ در ایک مشہور و مجتہد عالم بن گئے۔ حضرت محبوب الہی آپ کی بہت تعریف فرمایا کرتے تھے اسی طرح آپ کو بھی بنے مرشد سے بے پناہ عشق و محبت تھی مرشد کے وصاں سے بعد آپ نے کبھی بھی غیبت پور کی طرف پشت نہیں کی۔ جب شیخ منتخب الدین کا وصال ہو گیا تو حضرت محبوب الہی نے آپ کو تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے دکن بھیجا۔ جاتے وقت آپ کے ساتھ تقریباً سات سو برگ تھے جن میں میر حسن بھڑی شیخ کمال الدین خجندی، شیخ جام اور شیخ فخر الدین بھی تھے۔

آپ نے سلسلہ چشتیہ میں حضرت سید نظام الدین اولیاء دہلوی کے دست حق پرست پر بیعت کی اور آپ کے خلیفہ مجاز بنے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ آپ صاحب ذوق و شوق تھے، سماع میں بہت غلو کرتے تھے۔ صاحب سفینۃ الاولیاء لکھتا ہے کہ آپ کی تبلیغ سے سینکڑوں اشخاص مشرف بہ اسلام ہوئے اور انہوں نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت بھی کی تھی۔

جن حضرات نے آپ سے فیض حاصل کیا ان میں سے چند ایک یہ ہیں :-

- ۱۔ حضرت سید زین الدین، شیراز سے دہلی آئے اور وہاں سے دولت آباد چلے گئے۔ شیخ سے بیعت کی ان کے ہی جوکر رہ گئے۔ اصل نام سید داؤد حسین تھا مگر مرشد نے زین الدین کے لقب سے نوازا تھا۔
- ۲۔ حضرت رکن الدین کاشانی۔ ۳۔ حضرت حماد الدین کاشانی۔ ۴۔ حضرت مجد الدین کاشانی۔ ۵۔ حضرت فخر الدین دولت آبادی۔ ۶۔ شیخ برہان الدین بھی آپ کی نظر کیا گئے۔ اعلیٰ مدارج کو پہنچے۔ آپ کے خلیفہ عظیم شیخ زین الدین کے ہاتھ پر علاء الدین حسین شاہ نے بیعت کی تھی خیر المباحس ملفوظات حضرت سلطان نصیر الدین چراغ

دہلی میں لکھا ہے کہ حضرت چراغ دہلوی حضرت برہان الدین غریب کی روح مطہر کو ایسا لٹا کر کے لئے کھانا پکوا کر لوگوں کی دعوت کرتے تھے سلطان نصیر الدین فاروقی نے آپ کے نام سے دریائے تپتی کے کنارے ایک شہر بنام برہان آباد کیا۔ سلاطین دکن کے علاوہ سلطان محمد تغلق کو بھی آپ سے عقیدت و ارادت تھی۔

حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی فرماتے ہیں کہ جب میں اودھ سے دہلی آتا تو آپ میری دعوت کیا کرتے جس میں امیر خسرو اور امیر حسن سہری شامل ہوا کرتے تھے اور میں اکثر شیخ برہان الدین غریب کے گھر میں قیام کرتا اس کی تصدیق امیر حسن علاء الدین سہری نے اپنی حلیف فوائد الغواد میں بھی کی ہے۔

وصال دیوگری (دکن میں صفر ۸۳۲ھ مطابق ۸۳۲ھ بعد سلطان محمد تغلق میں ہوا اور وہیں مدفون ہوئے) دیوگری کو غلام بادشاہ جاتا ہے شہزادہ داراشکوہ قادری نے آپ کے مرقہ منور پر حاضری دی تھی۔ آپ کے موقوفات میں ۱۱۔ حصول الوصول مرتبہ خواجہ عماد الدین کاشانی ۲۰۔ ہدایت القلوب مرتبہ شیخ حسین اور ۲۔ انفس الانفس مرتبہ خواجہ رکن الدین بن عماد الدین کاشانی بہت مشہور ہوئے ہیں۔ حضرت شیخ برہان الدین غریب کے مزید حالات سیرالاولیا، مصنف امیر خسرو، مرآۃ الاسرار (قلمی نسخہ) مصنف عبدالرحمن ہشتی، معارج الولاہ (قلمی) مصنف غلام معین الدین میں بھی ملتے ہیں۔

۵۔ شیخ قطب الدین منور چشتی مدظلہ العالی مصنف اخبار الاخبار لکھتے ہیں کہ شیخ برہان الدین صوفی بن شیخ جمال الدین ہانسوی کے فرزند پرورشید تھے۔ جامع کالات اور مظہر کرامات تھے ثقافت سے بالکل بریگانہ تھے۔ تمام عمر کبھی اپنی خواہش سے ہجرے سے باہر قدم نہ رکھا اور امرار کے دروازے پر نہ گئے اور تمام زندگی توکل و قناعت میں بسر کی۔ آپ ۶۸۲ھ مطابق ۱۲۸۳ھ بعد غیاث الدین بلبن، ہانس میں پیدا ہوئے۔ بڑے ہو کر علوم متداولہ کی تکمیل کی اور تصوف و ارشاد کی دولت کے حصول کے لئے حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الہی سے بیعت ہوئے اور خلافت کی نعمت پائی۔ شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی اور آپ کو ایک ہی دن خلافت عطا ہوئی تھی۔

سلطان محمد تغلق آپ کا بہت عقیدت مند تھا، ایک دفعہ اس نے چند گاؤں کا فرمان قاضی کمال الدین صدر جہاں کی معرفت بھیجا مگر آپ نے قبول نہ فرمایا۔ پھر ایک اور موقع پر سلطان خود پانی پت میں آپ کی خانقاہ میں گیا اور جب آپ نے اس کے تو آپ کو دہلی آنے کی دعوت دی، آپ تشریف لے گئے۔ مصنف اخبار الاخبار لکھتے ہیں کہ جب سلطان نے شیخ کو دیکھا تو جسم میں ارتعاش پیدا ہو گیا تاہم پوری تنظیم سے پیش آیا اور مصافحہ کیا۔

اس کے بعد سلطان نے شہزادہ فیروز اور مولانا ضیاء الدین برنی کے ہاتھ ایک لاکھ ٹنکہ بھیجا تاکہ اس سے خانقاہ کا خرچ چلے مگر آپ نے قبول نہ فرمایا۔

جس زمانے میں سلطان فیروز شاہ تغلق ٹھٹھ سے واپس آ رہا تھا تو اس کے ساتھ شیخ نصیر الدین چراغ دہلی بھی تھے، جب ہنسی کے قریب پہنچے تو حضرت چراغ دہلی نے آپ سے ملاقات کے لئے ہنسی کا رخ کیا۔ آپ کو پتہ چلا تو برہنہ پا دوڑے اور دونوں بزرگ ایک دوسرے سے بغلیں ہو گئے۔ خانقاہ میں لائے محفل سماع منعقد کرانی جس میں دونوں بزرگ شامل ہوئے، عصر کی نماز کی جماعت حضرت شیخ منور نے کرائی، شمس سراج عقیف لکھتے ہیں کہ نبی بزرگان نماز ادا کر رہے تھے۔ تو معلوم ہوتا تھا کہ فرش زمین پر قرآن السعدین ہے۔

بقول شمس سراج عقیف حضرت قطب الدین منور نے سلطان سے ملاقات کے دوران اس کو شراب ترک کرنے اور شکار کم کرنے کی تلقین کی۔ ضیاء الدین برنی اپنی تاریخ فیروز شاہی میں لکھتے ہیں کہ بادشاہ اسد نام نے ہنسی کے پیروں کی زیارت کی اور فقراء کو صدقات دے۔

آپ کی وفات بمطابق خزینۃ الاصفیاء ہنسی میں ۷۶۰ھ مطابق ۱۳۵۸ء بعد تغلق شاہ میں ہوئی اور شیخ جمال الدین ہنسوی اپنے دادا کے مقبرہ میں دفن ہوئے شیخ نور الدین آپ کے فرزند رشید تھے جس زمانے میں آپ کے والد گرامی سلطان محمد تغلق کے دربار میں گئے تو آپ بھی ساتھ تھے۔ آپ بھی بعد از وصال اپنے آباء و اجداد کے گنبد میں مدفون ہوئے۔

نام نامی صفی الدین بن نصیر الدین بن نظام ہے چند واسطوں سے
۱۔ شیخ صفی بن نصیر و ولوی عیادت
ان کا نسب امام ابو حنیفہ کوفی سے جانتا ہے اور حضرت امام رحمۃ اللہ

علیہ نوشیرواں عادل شاہ عجم کی اولاد سے ہیں۔ آپ کے آباؤ اجداد دوسرے چند لوگوں کے ہمراہ ہلاکو خاں کے ہنگامہ غزنی۔ یہ ہندوستان آئے اور دہلی میں مقیم ہو گئے۔ صاحب نزہۃ الخواطر جلد سوم میں لکھتے ہیں کہ آپ امام ابو حنیفہ کی نسل سے تھے، اپنے جد حضرت نظام الدین کے ساتھ دہلی آئے کچھ عرصہ یہاں قیام کے بعد جنوبی تشریف لے گئے۔

آپ نے تعلیم و تربیت اپنے والد گرامی کے زیرِ تربیت حاصل کی اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا

بہت سی عربی و فارسی کتابوں کی شرحیں لکھیں اور بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن میں سے دستورالعملی، حل التریکب کافہ اور نہایت تحقیق شرح کافہ مشہور ہیں۔

شیخ صفی الدین نے سلسلہ چشتیہ میں رودلی جاکر حضرت شاہ اشرف جہانگیر سمنانی سے بیعت کی اور خلافت پائی۔ معارف الاشرفیہ کے حوالے سے صاحب نزمہ الخواطر لکھتے ہیں کہ حضرت سمنانی کہتے تھے کہ شیخ صفی تو علوم و فنون کے لحاظ سے تمام ہندوستان کے عجائبات میں سے ہیں۔

آپ نے ۱۱۹۰ھ مطابق ۱۷۷۶ء عہدِ جعفر خاں (سادات خاندان) میں رودلی کے مقام پر داعی اجل کو لبیک کہا اور وہیں مدفون ہوئے۔

۷۔ شیخ عبدالقدوس گنگوہی چشتی علیار حضرت شہزادہ داراشکوہ قادری اپنی تالیف سفینۃ الاولیاء میں لکھتا ہے کہ آپ حضرت امام عظیم کی اولاد سے ہیں۔ نام نامی عبدالقدوس

بن شیخ اسماعیل بن شیخ صفی الدین تھا۔ آپ کے اجداد میں سے شیخ نظام الدین غزنی میں رہتے تھے جو بلاکو خاں کے فتنہ کے دوران اپنے فرزند شیخ نصیر الدین کے ساتھ دہلی تشریف لائے۔ یہ علماء الدین خلجی کا زمانہ تھا۔ انہی کے ایک صاحبزادے شیخ صفی الدین تھے۔ اکثر تذکرہ نویس لکھتے ہیں کہ آپ علم و فضل، زہد و تقویٰ کے لحاظ سے امام ابوحنیفہ ثانی تھے۔ آپ نے اپنے آبا و اجداد کی تقلید میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور کئی ایک کتب تصنیف کیں۔

آپ کی وفات ۱۱۹۰ھ مطابق ۱۷۷۶ء عہدِ جعفر خاں سید میں ہوئی اور رودلی میں دفن ہوئے شیخ عبدالقدوس اپنے والد گرامی شیخ محمد اسماعیل التوفی ۱۱۹۰ھ مطابق ۱۷۷۶ء کے گھر ۱۱۹۰ھ مطابق ۱۷۷۶ء میں عہدِ بہلول لودھی پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم و تربیت گھر ہی سے حاصل کی۔ شروع ہی سے تصنیف و تالیف کا رجحان تھا۔ تعلیم و تربیت کے حصول کے بعد آپ پرستِ خدی اور مرستی کی کیفیت ایک عرصہ تک طاری رہی۔ اس دوران اکثر حضرت شیخ احمد عبدالحق فاروقی رودلوئی کے مرقبہ منور پر حاضر رہتے اور ان کے پوتے شیخ محمد بن شیخ عارف فاروقی سے بیعت کی۔ اس خانقاہ میں ایک مدت تک ریاضتیں اور مجاہدے کرتے رہے ۱۱۹۰ھ مطابق ۱۷۷۶ء میں آپ شاہ آباد ضلع کرنال چلے گئے جہاں کامل ۳۸ سال تک تبلیغ و ارشاد میں مشغول رہے اس کے بعد آپ ۱۱۹۲ھ مطابق ۱۷۷۸ء میں گنگوہ تشریف لے آئے اور بقیہ زندگی یہاں بسر کی۔ یہ ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ کا عہد حکومت تھا۔

آپ کو سماع سے غیر معمولی شغف تھا مگر اس کے باوجود آپ نے سماع کو کبھی شرعی درجہ نہ دیا۔ اتباع سنت

کا ہر حال میں خیال رکھتے تھے۔ آپ مسلک اہل سنت والجماعت کے شدت سے پابند تھے اور فقہ حنفی کی پیروی کو فلاح و نجات کا بہترین ذریعہ تصور کرتے تھے۔ آپ شاعر تھے اور فارسی و ہندی میں شعر کہتے تھے تصانیف میں ۱۔ بحر الانشاع۔ ۲۔ شرح مصباح۔ ۳۔ حاشیہ شرح صحائف۔ ۴۔ نوامذ القراءۃ۔ ۵۔ شرح معارف۔ ۶۔ رسالہ قدوسی۔ ۷۔ رشد نامہ۔ ۸۔ نور المعانی شرح قصیدہ امانی۔ ۹۔ منظر العجائب۔ ۱۰۔ انوار النیون۔ ۱۱۔ مجموعہ کلام فارسی۔ ۱۲۔ مکتوبات قدوسیہ۔ ۱۳۔ رسالہ نور الہدیٰ۔ ۱۴۔ رسالہ قرۃ العین۔ ۱۵۔ اسرار العجائب۔ ۱۶۔ اوراد شیخ عبدالقدوس وغیرہ۔

آپ نے سلطان سکندر لودھی، بیبت خاں شروانی، ابراہیم خاں شروانی، سعید خاں شروانی، ظہیر الدین بابر، نصیر الدین جمایوں، تردی بیگ، شیخ جلال الدین تھانیسری اور شیخ جمال الدین ہانسوی کے پوتے شیخ فرید کے نام مکتوب بھی لکھے ہیں۔

آپ نے ۹۲۴ھ مطابق ۱۵۱۷ء میں نصیر الدین جمایوں میں رحلت فرمائی۔ دہلی کے مضافات میں گنگوہ ضلع سہارنپور میں دفن ہوئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۸۴ سال تھی۔ آپ کے خغار میں صاحبزادگان کے علاوہ شیخ جلال الدین تھانیسری، شیخ بہار الدین ولد شیخ بہشتی نمبرہ شیخ جمال ہانسوی اور دیگر سب شمار بزرگ ہیں

مولانا سید عبدالحی حسن اپنی تالیف زمزمۃ الخواطر عبد جہاں میں لکھتے ہیں کہ آپ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کی اولاد میں سے تھے۔ آپ کا مولد بغداد شریف

۸۔ شیخ حسین بغدادی علیہ الرحمۃ
ہے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت کے بعد شیراز تشریف لائے تاکہ امیر غیاث الدین بن منصور شیرازی سے پڑھیں۔ جب یہاں پہنچے تو امیر شہر ابراہیم خاں نے ایک مجلس قائم کی جس میں ممدوح کی طلب کیا اور حضار مجلس کے سامنے وہ اعتراض پیش کئے جو غیاث الدین بن منصور نے شرح تہجد کی بحث علت و معلول پر کئے ہیں لیکن علامہ بغدادی کے سوا کسی عالم کی زبان سے کوئی کلمہ نہ نکلا۔ علامہ نے بھی کہا تو یہ کہا کہ اگر کتاب شرح تہجد مجھے دو روز کے لئے عنایت کر دی جائے تو میں امر متنازعہ فیہ کا مطالعہ کر کے کچھ کہہ سکوں گا چنانچہ امیر نے کتاب آپ کے حوالے کی اور آپ نے وہ تمام اشکال حل کر دئے جس پر علماء نے ان کی بہت تعریف کی مگر مولانا غیاث الدین نے آپ پر خارجیت کا الزام عائد کیا اور امیر سے کہا کہ علامہ کو شہر سے نکال دیا جائے مگر امیر شہر نے انکار کر دیا اور علامہ شیخ حسین کی سفارش کی۔ بعد ازاں مولانا کچھ مدت شیراز میں قیام فرما ہو کر حرمین شریفین تشریف لے گئے اور حج و زیارت سے مستفیذ ہو کر پھر ہندوستان چلے آئے، کئی شہروں کی سیاحت

کی بار خرامہ آباد انجرات میں اقامت گزریں ہو کر حلقہ درس و تدریس وسیع کیا۔

آپ کی وفات چھتر سال کی عمر میں ۹۹۰ھ مطابق ۱۵۶۹ء میں بعد جلال الدین محمد اکبر نبوی اور رسول آباد میں

دفن ہوئے۔

۹۔ ملا عبد النبی، صدر الصدور و ریاضۃ

شیخ عبد النبی صدر الصدور شیخ احمد بن شیخ عبد القدوس گنگوہی کے فرزند تھے۔ ملا عبد القادر ملوک شاہ بدایونی اپنی تصنیف

منتخب التواریخ میں لکھتے ہیں کہ شیخ عبد النبی خود کو امام عظیم کی اولاد سے کہتا ہے۔ انہوں نے اپنے زمانہ صدارت میں لوگوں کو گزراوقات کے لئے بہت سی اراضی و وظائف دیئے، اوقات قائم کئے کہ لوگوں کی معاشی و اقتصادی حالت بہت بہتر ہوئی۔

مولوی جہان علی مصنف تذکرہ علمائے ہند لکھتا ہے کہ چند مرتبہ حرمین شریفین تشریف لے گئے۔ وہاں سے علم حدیث حاصل کیا جب واپس آئے تو اپنے آباء و اجداد کے مسلک کے خلاف سماع و غناء کا انکار کرنے لگے اور طریقہ محدثین کو اختیار کیا۔ تقویٰ و طہارت اور ظاہری صفائی و عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ جب شہنشاہ اکبر نے ان کے علم و فضل کا شہرہ سنا تو ۱۵۶۳ء میں ان کو صدر الصدور کے منصب پر فائز کیا۔ پھر مخدوم الملک ملا عبد اللہ سلطان پوری کی شکایات پر ان کو ۱۵۷۹ء میں معزول کر دیا۔ ۱۵۸۸ء میں بادشاہ نے صدر الصدور اور مخدوم الملک کو حج کے بہانے جلا وطن کر دیا۔ حکم ہوا کہ بغیر اجازت نہ آئیں مگر وہ حج کے بعد واپس آ گئے جب بادشاہ نے سنا تو ان کو گرفتار کر کے فتح پور سپہی لایا گیا جہاں بادشاہ نے بھرے دربار میں اس کے منہ پر قہر مارا اور پھر قید کر دیا۔ کچھ دن بعد قید خانہ میں انہیں ہلاک کر دیا گیا۔ صدر الصدور کے قتل میں شیخ مبارک آلوری اور اس کے فرزندوں کا ہاتھ تھا۔ انہوں نے اکبر سے ایسے بہت سے کام کروائے۔ قبل ازیں اکبر ملا عبد النبی کے لہے پیر دھوکہ مینا تھا اور بے حد احترام کرتا تھا۔ اکثر ان کے گھر حدیث سننے کے لئے آتا، جہاں گیر کو ان کی شاگردی میں یا اکبر شیخ کے فیض صحبت سے بہت متاثر ہوا۔ وہ نہ صرف نماز باجماعت کا پابند تھا بلکہ خود اذان دیتا اور نماز پڑھتا اور مسجد میں خود اپنے ہاتھ سے جھاڑو دیتا تھا۔ آپ کی تصنیفات میں سے ۱۔ وظائف النبی ۲۔ رسالہ فی رد طعن بحال علی الدعام ابی حنیفہ ۳۔ رسالہ حرمت سماع ۴۔ رسالہ سنن الدہلے فی مقابله المصطفیٰ، بہت مشہور ہیں۔ آپ نے ۹۹۱ھ مطابق ۱۵۶۹ء میں بعد جلال الدین انور میں وفات پائی۔

علامہ جلیل القلم شیخ محمد صالح بن خالد سمی کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی وصیت

یوں تو حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اپنے تلامذہ کو دورانِ تعلیم ہی پند و نصائح سے نوازتے رہتے تھے لیکن چند اعزہ کو تحصیلِ علوم کے بعد خصوصی وصایا سے مشرف فرمایا حضرت یوسف بن سمی انہی خوش بخت حضرات میں سے ایک ہیں آپ پہلے پہل بصرہ میں عثمان البتی سے استفادہ کرتے رہے۔ حدیث کے بارگاہیں کچھ اشکالات تھے جن کے حل کے لئے آپ کو فہ گئے، وہاں سلیمان الامش سے ملاقات کی، انہوں نے آپ کو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا، امام ابو حنیفہ سے تشفی ہونے پر داخلِ درس ہوئے اور بلند پایہ فاضل بن گئے۔ آپ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے شاخ سے ہیں۔ ششہ میں مقام بصرہ آپ کا دسمال ہوا۔

ذیل میں ہم اس وصیت کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں جو امام صاحب کی طرف سے فارغِ تعلیم ہونے پر آپ کو کی گئی، ہمارے پیش نظر مصر سے شائع شدہ ایک رسالہ ہے جو ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۶ء کو مطبع مصطفیٰ البابی الحبشی سے چھپا، اور اس پر مولانا ابراہیم مختار احمد الجبوتی کی تعلیقات بھی ہیں، ویسے یہ وصیت مناقبِ کردری (مطبوعہ دہلی آباد دکن ۱۳۲۱ھ، ج ۲ ص ۸۹ تا ۹۱) میں بھی ملتی ہے۔

یوسف بن خالد سمی جب تعلیم مکمل کر چکے اور پھر بصرہ واپسی کا ارادہ کیا تو امام ابو حنیفہ سے اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا کچھ دقت کے لئے ٹھہرنا کہ بطور وصیت تمہیں چند ایک ہدایات دے سکوں جو تمہیں عوام کے معاملات، اہل علم کے مراتب، تادیبِ نفس، عوام کی فلاح، عوام و خواص کی اصلاح اور عوام لوگوں کے حالات معلوم کرنے میں مدد دیں گی اور جب تم جارہے ہو تو تمہیں مستقبل کا کام دیں گی، تمہارا کام یہ ہے کہ اپنے علم کو زینتِ دوا و دراسے داغدار نہ ہونے دو۔

(عزیز بیٹے!) یقین کر لو کہ اگر تم خود ہی لوگوں سے بد سلوکی کرو گے تو لوگ خواہ وہ تمہارے والدین ہی کیوں نہ ہوں، تمہارے مخالف بن جائیں گے اور جب تم حسنِ سلوک سے پیش آؤ گے تو خواہ وہ تمہیں اقرباء نہ بھی ہوں تمہیں مالِ باپ کی شفقت دیں گے، پھر فرمایا دما ٹھہرنا کہ میں کچھ دقت نکال کر پوری توجہ دے سکوں اور تمہیں ایسے امور بتاؤں کہ تم دل میں بھی خوش ہوتے رہو،

وما توفیق الا باللہ۔

جب وقت موعود گزر گیا تو آپ میری طرف توجہ ہوئے اور فرمایا کہ اب میں تمہیں وہ باتیں بتاتا ہوں جن کے بتانے کا مجھے خیال تھا۔ (یوں سمجھو) جیسے میں تمہارے ساتھ ہوا اور تم بصرہ پہنچ گئے ہو، ہمارے مخالفین سے ملے ہو اور اپنے آپ کو اور اپنے علم کو ان پر فوقیت دی ہے پھر ان کی معاشرت و میل جول سے تنگ آ گئے ہو۔ ان کے خلاف چلے ہو اور وہ تمہارے مخالف ہو گئے ہیں، تمہارے انہیں چھوڑا اور تمہیں چھوڑ گئے ہیں، تم نے انہیں برا بھلا کہا اور انہوں نے تمہیں، تم نے انہیں گمراہ کہا ہے اور وہ تمہیں گمراہ اور بدعتی خیال کرتے ہیں، اس طرح تو تم اوہم سب رس ہو گئے اور پھر تم نے وہاں سے نکل جانے کی ٹھانی ہے یہ تو کوئی اچھی بات نہ ہوئی۔ یہ عقلندی تو نہیں کہ انسان اللہ کی طرف سے نئی راہ نکلتے تک ان لوگوں سے حسن سلوک نہ کرے جس کے ساتھ اس کی ضرورت بھی ہو۔

جب تم بصرہ جاؤ گے تو لوگ تمہارا استقبال کر کے شوق دیدار پورا کریں گے، تمہاری منزلت پہچانیں گے تو تم ہر ایک کو درجہ بدرجہ مقام، شرفاء کی عزت اور علماء کی تعظیم کرو، سن بسیدہ عزت کے وقار کا خیال رکھو، نوجوانوں سے سہرا نی کا برتاؤ کرو، عوام کو قریب سے دیکھو، براں کی غلطی مداخلت کرو اور نیکیوں کی صحبت اختیار کرو، بادشاہ سے مسخری نہ کرو اور نہ ہی کسی کو حقیر جانو، دوستی پیدا کرنے میں کوتاہی نہ کرو، پیارا زور کسی کو نہ دناؤ، آداب بغیر کسی سے صحبت نہ کرو، ذلیل اور گھٹیا لوگوں سے دوستی نہ کرو، جس کا ظاہر اچھا نہیں اس سے ملاپ نہ کرو، بیوقوفی سے بے لگافت نہ بنو، ہر کہ و نہ کی دعوت قبول نہ کرو اور نہ ہی ان سے تمنا لے لو۔

نرم گفتاری، سہرہ تحمل، حسن اخلاق اور فراخ دلی کا ثبوت دو، عمدہ کپڑے زیب تن کرو، اچھی سواری کرو، خوشبوی کا استعمال کثرت سے رکھو، اپنے لئے خلوت کی جگہ مقرر کرو تاکہ اپنی ذاتی حاجات کو پورا کر سکو، اپنے قرابت و اردوں کا خیال رکھو اور سب سے پہلے ان کی اصلاح کی طرف توجہ دو، یہ کام بڑی زحمت سے کرو، تشدد نہ کرو، ورنہ نصیحت کا رگڑ نہ ہوگی۔ ایسا کام نہ کرو جس سے اُسٹہ تمہاری اصلاح کی ضرورت سمجھیں، (ان باتوں پر عمل کر کے) تم اپنے حالات درست رکھ سکو گے۔

پنجگانہ نماز پابندی سے ادا کرو، لنگر جاری رکھو کیونکہ بخیل کبھی سردار نہیں بنتا، معتمد رازدار بناد جو تمہیں لوگوں کے معاملات کی خبر دیتا رہے، کہیں فساد کی اطلاع ملے تو فوراً اصلاح کی کوشش کرو، اور کہیں لوگوں کے سدھرنے کی خبر ملے تو اپنی غیبت و عنایت بڑھا دو۔

ملاقاتیوں سے تو ملنے ہی رہو اور چونہ ملے اُسے بھی ملو، کوئی تم سے حسن سلوک کرے، نہا اور کوئی ایسا نہ کرے تو بھی اس سے اچھا برتاؤ کرو، عفو و درگزر سے کام لو اور ہمیشہ بھلائی کی تعلیم دو، کوئی تمہارے درپے آ رہے ہو تو اس سے پہلو ہٹ کر لو۔ اور اسے سب سے ترک کر دو جو تمہاری اذیت کا ارادہ کرے، حقوق شرعیہ کے قیام میں عجلت سے کام لو، اگر کوئی بھائی علیل ہو تو خود بھی ہر روز کسی کو دیکھو، ہر روز کسی کو بھیجیے خبر لیتے رہو۔ روزانہ کے ندیم اگر نہ آسکیں تو ان کا پتہ کر دو، کوئی آنا جانا چھوڑ دے تو تم نہ

جھوٹا، ظالم سے صدر بھی کرو۔ اُسے کی عزت کرو۔ کسی سے غلطی سرزد ہو تو دو گزر کر کرو، کوئی تمہاری بدگونی کرے تو اسے اچھے الفاظ سے یاد کرو، کسی کا انتقال ہو جائے تو اس کے حقوق (جنازہ وغیرہ) ادا کرو۔ کسی کو خوشی حاصل ہو تو مبارکباد، درد، مصیبت، دور کی غمخواری کرو، کوئی گرفتار ہو تو اس کی مدد کرو، کوئی حاجت مند کسی کام سے آجائے تو (بہ شرط قدرت) اس کا کام کرو۔ فریادی کی فریاد رسی کرو، مدد مانگنے والے کی امداد کرو، جہاں تک ممکن ہو لوگوں میں محبت و مودت کا اظہار کرو، سب سے سلام کہو، گڑبڑ سے ہی کیوں نہ ہو، کمپن، اخبار کے پاس بیٹھنے کا اتفاق ہو یا وہ اور تم کسی مسجد میں بیٹھ جاؤ، درمیان مسائل چھڑ جائیں تو ان مسائل میں پناہ خدات نہ جتاؤ، ہاں اگر وہ خود تم سے پوچھیں تو عامیانا جواب دیکر کہو کہ میں ایک قول اور بھی مناسب ہوں۔ فداں ہے اور اس کے دلائل یہ ہیں۔ اگر وہ غور سے سن لیں گے تو تمہارا مبلغ علم ان پر واضح ہو جائے گا اور اس طرح تمہاری منزلت کا سہکا بیٹھ جائے گا، کوئی اگر اس دوران اعتراض کر دے تو اسے ایسا سلسلہ قہر و جس پر وہ سوتاج بجا کر رہے۔

عام فہم مسائل بیان کرو، اس دوران خوش طبعی بھی کرتے رہو اور باتوں کا سلسلہ جاری رکھو، اس طور سے الفت بڑھنے کی علمی محفل گرم کئے رکھو، کبھی کبھار (ان اخبار کی دعوت بھی کرتے رہو، معمولی غلطیوں پر گرفت نہ کرو، اپنی بات کے مطابق ان کی حاجت بڑی کرو، نرمی اور تسامح سے کام لو، اپنی تنگدلی کا ثبوت نہ دو، ان میں گھل مل کر رہو، ان سے وہ معاملہ کرو جسے تم پہنے سے بھی پس کرتے ہو، اپنی رضامندی پر ان کی رضامندی کو قیاس کرو، اپنے نفس اور اپنے احوال کا خیال کرو، بدنامی پیدا نہ کرو، کوئی تمہیں ڈاٹے تو تم ایسا برگر نہ کرو، جوشعت تم پر لوگ نہیں ڈاٹے تم بھی نہ ڈالو، جس بات پر وہ راضی ہوں تم بھی راضی رہو، اس نیت سے پیش آؤ، صدق شعار بنو، تکبر نہ کرو، تم اپنے آپ کو دھوکہ دہی سے دور رکھو لوگ چاہیں تو کہا کریں، کوئی خیانت کرے تو کرے لیکن تم امانت دار بنو، فاشکاری سے ہم و پیمیزگاری اختیار کرو، اہل کتاب سے گزراذات اس طرح کرو جس طرح وہ تمہارے ساتھ کرتے ہیں

میری اس دعوت پر عمل پیرا ہو کر تم سداستی میں رہو گے،

پھر فرمایا: دیکھو تمہارے جانے کا غم بھی ہے اور خوشی بھی، غم اس طرح کہ: اتنا غم میرے پاس ہو کہ نہ کہ بعد ازاں غم نہ رہے دے رہے در خوشی اس بات کی کہ (تمہارے اندر اتنی استعداد آگئی ہے کہ) ہر چیز کو پہچان جاؤ گے، (اپنے غلوں میں مجھ یاد رکھا) اپنی ضروریات کے بارے میں آگاہ کرتے رہنا، تم میرے بیٹے ہو مجھے اپنے باپ ہی کی حیثیت دینا۔

فضائل

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

احمد لہذا والصلوة علی نبیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔ حضرت امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بعض مناقب کتب معتبرہ مانند مسند امام اعظم جو کہ محدث محمد بن محمد خوارزمی نے جمع کی ہے اور رسالہ مفتی سعد اللہ صاحب اور فتاویٰ در مختار اُس کے حاشیہ لمطاوی ورفقاہ شرح مشکوٰۃ وغیرہ سے اخذ کر کے لکھے جاتے ہیں۔

مسند خوارزمی میں ہے کہ فضائل امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بے شمار ہیں لیکن وہ فضائل جو کہ آپ کی ذات شریف کے ساتھ خاص ہیں اور غیر کو اُن میں شرکت نہیں۔ بالاجماع دس قسم ہیں۔ اول یہ کہ آپ کی تعریف چند حدیثوں اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم میں آتی ہے نہ باقی ائمہ کی۔ دوسری یہ کہ امام اعظم زمانہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم میں پیدا ہوئے ہیں۔ قرن تابعین میں جیسے صحیح حدیث میں آیا ہے۔ خیر القرون الخ یعنی سب مانوں سے بہتر میرا زمانہ ہے۔ پھر میرے یاروں کا زمانہ اور پھر اُن کا زمانہ کہ میرے صاحبوں کے زمانہ کے بعد آئے یعنی تابعین کا اور پھر تبع تابعین کا۔

تیسری یہ کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ سے حدیثیں روایت کی ہیں بلا واسطہ دوسرے کے اور ایسی صفت دوسرے ائمہ کو حاصل نہیں ہوتی۔ چوتھی قسم یہ کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا تابعین کے زمانہ میں فتویٰ دینا ظاہر اور مشہور ہو گیا نہ دوسرے ائمہ کا اور پانچویں قسم یہ کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے چار ہزار اساتذہ سے جو بڑے بڑے تابعین تھے علم حاصل کیا ہے۔

بخلاف دوسرے ائمہ کے چھٹے یہ کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے بڑے تابعین اور علماء دین سے روایت کی ہے۔ بخلاف دوسرے ائمہ کے ساتویں یہ کہ اُن کو بڑے بڑے مجتہد شاکر دار

یار ملے جواؤوں کو نہیں ملے اٹھویں یہ کہ سب سے اول آپ نے اجتہاد کیا ہے اور احکام اور دین کے مسائل اپنے اجتہاد سے استنباط کیے ہیں اور اجتہاد کرنے کے قواعد کی بنیاد رکھی ہے۔ نیز یہ کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بادشاہوں کے عطیہ ہدیہ قبول نہیں کیے، بلکہ اپنے حلال کسبے علماء اور فقہاء پر خرچ کرتے تھے بخلاف دوسرے ائمہ کے اور دسویں یہ کہ آپ کی وفات اور شہادت بسبب ہجر گاری اور زہد کے دُنیا سے واقع ہوئی ہے جو احادیث آپ کی شان میں وارد ہوئی ہیں یہ ہیں۔

امام خوارزمی نے اسناد متصل کے ساتھ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت میں ایک بندہ ہوگا کہ اُس کو ابو حنیفہ کہیں گے وہ میری امت کا چراغ ہوگا قیامت کے دن۔

اس حدیث کو چند وجہ سے متصل اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اول ایک روایت ابو سلمہ از ابو ہریرہؓ میں یہ الفاظ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت میں ایک بندہ ہوگا اس کا نام نعمان ہے اور کنیت اس کی ابو حنیفہ ہے وہ میری امت کا چراغ ہے۔ وہ میری امت کا چراغ ہے۔ وہ میری امت کا چراغ ہے۔ وہ میری امت کا چراغ ہے اور چند حدیثیں اسناد متصل کے ساتھ چند طریقوں سے ان الفاظ کے ساتھ بھی آئی ہیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عنقریب میرے بعد ایک مرد ہوگا کہ اُس کو نعمان بن ثابت کہیں گے اور اُس کی کنیت ابو حنیفہ ہوگی اللہ تعالیٰ میری سنت کو اُس کے ہاتھ پر زندہ کرے گا۔ اسی طرح اسناد متصل کے ساتھ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے بعد ایک مرد ظاہر ہوگا کہ ابو حنیفہ کے نام سے پہچانا جائے گا۔ اُس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ میری سنت کو زندہ کرے گا۔ اور دیگر آثار جو صحابہ سے روایت ہیں بہت سے صاحب خوارزمی نے ذکر کیے ہیں۔ چند ان میں سے ہیں کہ اسناد متصل کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ بعد نبیر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چاند بڑ تمام خراسان پر طلوع ہوگا اُس کی کنیت ابو حنیفہ ہوگی۔

اور نیز اسناد متصل کے ساتھ کعب الاحبارؓ سے اور کعب الاحبارؓ اس شریعت کے بھی علم ہیں روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ ہر زمانہ کے علماء اور اہل علم کی نسیون اور صفات کو میں نے لکھا ہوا پایا ہے اور نیز ایک مرد کا نام بھی لکھا ہوا پایا ہے کہ اُس کو نعمان بن ثابت کہیں گے اور کنیت اُس کی ابو حنیفہؒ ہوگی وہ بڑے شان والا ہوگا علم اور فقہ اور عبادت اور حکمت اور اہدین اور اپنے زمانہ کے لوگوں سے افضل ہوگا۔ اور اہل علم اور اُن کے تابعداروں سے بھی افضل ہوگا۔ اور وہ اُن کا چاند ہوگا۔ اُس کی زندگی میں بھی لوگ حسد کریں گے اور بعد مرنے کے بھی حسد کریں گے اور در مختار میں حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدم علیہ السلام میرے ذریعہ سے فخر کرتے ہیں اور میں فخر کرتا ہوں ساتھ ایک مرد کے کہ اُس کا نام نعمان ہے اور اُس کی کنیت ابو حنیفہ ہے وہ میری امت کا چراغ ہے اور اس حدیث کو فقیہ ابواللیث نے تشرح مقدمہ میں بھی نقل کیا ہے اور مفتی سعد اللہ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ ایسی چند حدیثیں جو فقہان نے کتب فقہ میں ذکر کی ہیں۔ اُن کو محدثین موضع قرار دیتے ہیں۔ جیسے کہ اس حدیث مذکور کو ابن جوزیؒ نے موضوع لکھا ہے اور ضیاء معنوی نے تشرح مقدمہ غزنوی میں لکھا ہے کہ ابن جوزیؒ سے یہ تعصبات کیونکہ یہ حدیث متعدد طریقوں سے ثابت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب ،

امام جلال الدین سیوطیؒ نے کہ شافعی مذہب کے ہیں تبیض الصغیفہ میں لکھا ہے کہ امام صاحبؒ کے مناقب ثابت کرنے میں حدیث موضوع کی ضرورت نہیں بلکہ صحیح حدیثیں بھی آپ کی شان میں موجود ہیں جیسے کہ بخاری شریف و مسلم شریف میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اگر ایمان ستارہ یعنی ثریا کے پاس بھی ہوا تو ایک شخص فاسد والا اُس کو حاصل کرے گا اور روایت مسلم میں یہ الفاظ ہیں لو کان الايمان الخ یعنی اگر ایمان ثریا کے ساتھ لٹکا ہوا ہو تو بھی اُس کو ایک مرد فاسد والوں سے حاصل کرے گا اور اسی طرح طبرانی نے معجم کبیر میں اور ابونعیم نے حلیہ میں ایسے ہی معنی نقل کیے ہیں ان حدیثوں میں امام اعظمؒ کی بشارت ہے ثانیاً امام اعظمؒ کی ولادت صحابہ کرام کے زمانہ میں ہوئی ہے اور آپ کا تابعین سے ہونا بخلاف دوسرے ائمہ کے مسند خوارزمی میں دو روایت آپ نے

مشائخ سے اسناد منقول کے ساتھ ذکر کی ہیں پہلی روایت یہ ہے کہ آپ کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی ہے اور آپ کی وفات ۸۷ھ میں ہوئی ہے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ آپ کی ولادت سن ۸۰ھ میں ہوئی ہے اور اس کو متعدد طریق سے ثابت کیا ہے اور مشہور بھی یہی ہے اور مفتی سعد اللہ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ اہم اعظم کے زمانے میں چند اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زندہ تھے باتفاق محدثین اور مورخین کے ایک ان میں سے حضرت انس بن مالک ہیں کہ بصرہ میں موجود تھے اور ان کی وفات ۹۱ھ میں ہوئی ہے۔ ننانوے سال کی عمر میں اور ان کی وفات کے وقت اہم اعظم کی عمر گیارہ سال یا تیرہ سال کی تھی۔

اہم صاحب نے انس رضی اللہ عنہ سے تین حدیثیں بلا واسطہ روایت کی ہیں اول حدیث یہ ہے کہ اہم صاحب نے فرمایا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ انس بن مالک نے فرمایا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ طلب العلم فرض علی کل مسلم۔ یعنی ہر مسلمان پر علم دین کا طلب کرنا فرض ہے۔ دوسری حدیث کہ اہم صاحب نے انس بن مالک سے روایت کی ہے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے الدال علی الخیر کفاعدہ یعنی نیک کام کو بتلانے والے مانند کرنے والے کے ہے ثواب میں۔ اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے بے چارہ اور عاجز کو تمام حدیث مسند میں مذکور ہے۔

تیسری حدیث انس بن مالک سے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لَذِئِقَ الْعَبْدُ بِاللّٰهِ تَعَالٰی ثَقَّةَ الطَّيِّبِ یعنی اگر بندہ اللہ تعالیٰ پر یقین کرے جیسے پرندے یقین کرتے ہیں تو اس کو اللہ تعالیٰ روز پنچپے گا جیسے کہ پرندوں کو پہنچاتا ہے کہ صبح بھوکے اٹھتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر آتے ہیں اور مسند میں ہے کہ اہم صاحب نے فرمایا ہے کہ میری پیش ۸۷ھ میں ہوئی ہے اور ۹۶ھ ہجری میں آپ اللہ صاحب کے ساتھ حج کے واسطے روانہ ہوئے۔

سولہ سال کی عمر میں جب مسجد حرام میں ہم پہنچے تو ایک جماعت لوگوں کی بیٹھیں ہوئی ہم نے دیکھی
 میں نے والد صاحب سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں والد صاحب نے فرمایا کہ یہ علقہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کے بار حضرت عبد اللہ جزری زیدی کا ہے پھر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے سنا کہ آپ نے ارشاد
 فرمایا کہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ تَفَقَّهَ فِي دِينِ اللَّهِ الْحَقِّ يَعْنِي حَوْضَ مَنْحُورٍ كَرَّمَ اللَّهُ
 كَعْدِ دِينِ فِي نَفْقَةٍ هُوَ تَوَاسَّ كِي رُوزِي كَاللَّهِ تَعَالَى خُودِ كَفِيلِ سَهْ اُور اُس كِي مِم كَا بِي خُودِ كَفِيلِ سَهْ اُور
 باقی صحابہ جن کی زیارت سے امام صاحب مشرف ہوتے ہیں یہ ہیں حضرت عبد اللہ جادنی بن علقہ
 ہیں کہ کوفہ میں تھے۔ آپ نے ۸۶ یا ۸۷ھ میں وفات فرمائی ہے اور امام اعظم کی عمر اس وقت
 سات سال یا چھ سال تھی اور ان سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ
 لَللَّهِ مَسْجِدًا الْحَقِّ يَعْنِي حَوْضَ مَنْحُورٍ كَرَّمَ اللَّهُ تَعَالَى كِي رُوزِي كَاللَّهِ تَعَالَى خُودِ كَفِيلِ سَهْ اُور اُس كِي
 قَطَاة كِي هُو تَوَاسَّ كِي رُوزِي كَاللَّهِ تَعَالَى خُودِ كَفِيلِ سَهْ اُور اُس كِي مِم كَا بِي خُودِ كَفِيلِ سَهْ اُور
 کا نام ہے مانند فاختہ اور قمری کے اور اس کی گردن میں ایک طوق ہوتا ہے اور وہ ایک قسم کا کیوڑ ہے
 کذا فی مجمع البحار اور تشبیہ دینی مسجد کی آشیانہ کے ساتھ خورد ہونے میں ہے یعنی اگرچہ مسجد نہایت
 چھوٹی ہو یا یہ مراد ہے کہ اگرچہ بہت آدمی شریک ہو کر ایک مسجد بنائیں اور ایک شخص کو فقیر آشیانہ
 جانور کے حصہ میں آئے۔ اور چھ سال کی عمر میں حدیث روایت کرنی محدثین کے نزدیک معتبر ہے
 چنانچہ امام بخاری نے اپنے صحیح میں محمود بن ریح سے حدیث روایت کی ہے اور ان کی عمر پانچ
 سال کی تھی جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث سنی ہے تیسرے صحابی حضرت
 سہل بن سعد سادی ہیں کہ مدینہ شریف میں تھے ۸۸ یا ۸۹ھ میں آپ نے وفات پائی ہے
 مگر ان سے امام صاحب نے حدیث نہیں سنی۔

چوتھے صحابی ابو طفیل عمار بن دائلہ ہیں کہ مکہ معظمہ میں تھے تمام صحابہ کے بعد وفات پائی
 ہے۔ ۸۷ھ میں اور امام اعظم نے حج سن ۹۶ ہجری میں کیا ہے تو آپ کی ملاقات یقینی ہے
 اور سب کا اتفاق ہے کہ یہ چار صحابہ آپ کے زمانہ میں موجود تھے۔ بلکہ علامہ کفوی نے فرمایا ہے کہ

اہم صاحب کی ان چاروں صحابہ سے روایت شامل ہے اور اہم نووی نے کہ شافعی مذہب کا ہے اور شارح صحیح مسلم ہے تہذیب الاسما میں لکھا ہے اور نیز اہم یا فعی شافعی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ان چار صحابہ کے علاوہ بھی چند صحابہ کرام اہم اعظم کے وقت موجود تھے اور ان سے روایت کرنے میں شک ہے۔ من جملہ ان کے معقل بن یسار رضی ہیں دوم جابر بن عبد اللہ ہیں تیسرے عبد اللہ بن انس ہیں۔ چوتھے عائشہ بن عمر ہیں پانچویں وائلہ بن الاسقع ہیں چھٹے عبد اللہ بن جبر ہیں اور مسند خوارزمی میں ہے کہ اہم صاحب کے زمانہ میں حضرت عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب اور ابوامامہ باہلی اور وائلہ بن الاسقع اور عمر بن حریب اور عبد اللہ بن ابی روفی اور چند صحابہ نے وفات پائی ہے اور ان بہت صحابہ سے احادیث مع متون بھی نقل کی گئی ہیں۔ جن کے ذکر کرنے سے کتاب دراز ہو جاتی ہے پس حاصل کلام یہ ہے کہ اہم صاحب صحابہ کے زمانہ میں پیدا ہوئے ہیں اس قرن میں کہ جس کے بہتر ہونے کی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گواہی دی ہے۔

اس بات پر اجماع ہے کہ آپ کی ولادت زمانہ صحابہ میں ہے کہ اول قرن ہے اور ان کا ظہور دوسرے قرن جو تابعین کا ہے ہوا ہے اور آپ کا اجتہاد اور فتویٰ اخیر قرن دوسرے کے اور اول قرن تیسرے کے شروع ہوا ہے۔ یعنی تابعین میں اور مفتی سعد اللہ نے اپنے رسالہ میں اہم نووی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے تہذیب میں لکھا ہے کہ اہم اعظم کی ملاقات حضرت انس سے ثابت ہے۔ اہم کے یاروں اور شاگردوں نے صحیح اسناد کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ اہم صاحب نے پچاس حدیثیں صحابہ سے بلا واسطہ روایت کی ہیں اور اہم کے شاگرد آپ کے حال سے پورے طریق پر واقف ہیں اور تمام عالم اور عادل ہیں اور اثبات کی گواہی مقدم ہوتی ہے نفی کی گواہی سے بلکہ اہم جلال الدین سیوطی نے تبصیر الصیغہ میں لکھا ہے کہ اہم ابو معشر عبد الکرم طبری مرقی شافعی نے جو حدیث کے اہم تھے صحابہ سے روایت کی ہیں اور ایک نقل رسالہ میں جمع کی ہیں اور ابن سعد نے کہا ہے کہ اہم صاحب نے انس بن مالک اور باقی چند صحابہ کو دیکھا ہے پس اہم تابعین سے ہیں اور صحابہ کی زیارت دوسرے کسی اہم کو نہیں حاصل ہوئی۔ مثل اہم اوزاعی شافعی اور حاکم صبری

اور ثوری کو فی اہم مالک مثنیٰ اور لیث بن سعد و مسلم بن خالد وغیرہ کے (انتہی کلام السیوطی)
 حاصل یہ ہے کہ اہم تابعین سے ہیں۔ بلا شک شبہ اور تابعی قول صحیح میں وہ ہے۔ کہ جس نے
 اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی جو خواہ روایت کی ہو یا نہ کی ہو اور اہم مالک کی پیدائش
 ۹۳ھ میں ہے یا ۹۴ھ میں ہے۔

ابن صلاح نے تصریح کی ہے کہ اہم مالک تبع تابعین سے ہیں کہ ان کو کسی صحابی کی ملاقات
 نہیں ہوئی اور اہم شافعی اہم مالک کے شاگرد ہیں اور نیز اہم محمد بن حسن ثیبانی سے بھی تحصیل علم کی ہے
 چنانچہ حقائق میں اہم شافعی سے نقل ہے کہ اہم شافعی نے فرمایا احمدا لہ الذی اعانتی علی الفقہ
 محمد بن الحسن یعنی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میری امداد کی اور مسلم فقہ کے حاملہ کہنے میں اہم محمد سے
 لکھا ہے کہ اہم شافعی کی والدہ کے ساتھ اہم محمد بن حسن نے نکاح کیا ہے۔ ان کے والد کے فوت
 ہونے کے بعد اور اہم شافعی کی ولادت ۹۴ھ میں ہوئی ہے۔

کہتے ہیں کہ جس روز اہم اعظم فوت ہوئے ہیں اسی روز اہم شافعی پیدا ہوئے ہیں اور ان
 کے باپ نے اہم اعظم کے جنازہ کے نیچے سے ان کو گزارا ہے واسطے تبرک کے اور اہم احمد بن
 حنبل کی پیدائش ۹۴ھ میں ہوئی ہے۔ اہم شافعی سے تحصیل علم کی ہے اور اہم شافعی اور اہم احمد
 کی ملاقات کسی صحابی سے ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ ایک سو دو سال کے بعد کوئی صحابی باقی زندہ نہیں رہا۔
 پس ثابت ہو گیا کہ اہم اعظم کا مرتبہ تمام ائمہ سے بلند ہے اور علامہ کفوی نے فرمایا ہے کہ اہم اعظم تابعین
 کے زمانہ میں مجتہد تھے اور علم دین کی تعلیم دیتے تھے اور ایک بار تابعین کے ساتھ مناظرہ بھی کیا تھا
 چنانچہ ان کا مناظرہ اہم شعبی کے ساتھ مسئلہ نذر بگناہ میں مشہور ہے اور تابعین کا اجماع کہ بغیر اہم صاحب
 کے شامل ہونے کے معتبر نہیں اور اہم صاحب نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اور صحابہ کا
 قول میرے سر آنکھوں پر ہے اور تابعین کا قول اور ہمارا قول برابر ہے کہ وہ میرے جیسے ہیں اور
 مسند خوارزمی میں سبع الائمہ سے نقل کیا ہے کہ اہم صاحب نے چار ہزار تابعین سے علم حاصل کیا ہے
 اور احتیاط کی سبب جو مسئلہ قرآن شریف اور حدیث شریف سے اخذ کیا ہے جبکہ تمام اساتذہ

قبول کریں۔ اس کو جاری نہیں کرتے تھے۔ نقل ہے کہ امام صاحب کوفہ کی مسجد میں جب تعلیم دیتے تھے تو ہزار شاگرد آپ کے گرد بگڑ بیٹھے ہوئے رہتے تھے اور چالیس شاگرد بڑے کامل مجتہد تھے وہ آپ کے پاس رہتے تھے۔ جب امام صاحب کوئی مسئلہ استخراج کرتے تھے تو حاضرین مجلس کے ساتھ مشورہ اور مناظرہ اور گفتگو کرتے تھے۔ اور اس مسئلہ کو قرآن و حدیث اور صحابہ کے قول کے ساتھ تطبیق دیتے تھے۔ جب اچھی طرح سے اس کی مطابقت معلوم ہو جاتی تھی تو بعد ایک ماہ یا دو ماہ کے اس مسئلہ کا حکم جاری کرتے تھے اور خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ امام اعظم نے حماد بن سلیمان سے علم حاصل کیا ہے اور نیز عطاء بن ابی ریح اور ابی اسحاق شعبی اور ہاشم بن حبیب اور دیگر بزرگان کبار تابعین سے علم حاصل کیا ہے لیکن ان کی بہ نسبت شاگردی ائمہ ارحام کے ساتھ زیادہ مشہور ہے اور حماد ابراہیم نخعی کے شاگرد ہیں اور ابراہیم علقمہ واسو و شریح کے شاگرد اور تمینوں شاگرد حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور عبد اللہ بن مسعود کے ہیں۔ تیسری قسم یہ ہے کہ امام اعظمؒ نے بلا واسطہ صحابہؓ سے حدیثیں سنی ہیں اور روایت کی ہیں اور تمام علماء کو اس میں اتفاق ہے۔ فقط صحابہ کے عدد میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک یہ قول ہے کہ آپؐ نے چھ صحابہؓ کو دیکھا ہے اور ان سے روایت بھی کی ہے اور ساتویں صحابہ عورت یعنی عائشہؓ بنت عبد اللہ کو دیکھا ہے اور بعض کا قول ہے کہ صحابہؓ سے سات مرد اور ایک عورت مذکورہ دیکھی ہے پہلے ان سے انس بن مالکؓ ہے کہ امام نے ان سے حدیث طلب العلم فرلینہ علی کل مسئلہ روایت کی دوسرے عبد اللہ بن ابی امیہؓ ہیں کہ ۹۲ھ میں کوفہ میں تشریف لائے تھے امام اعظم نے فرمایا کہ میں نے ان کو دیکھا ہے کہ میں چودہ سال کا تھا اور میں نے ان سے یہ حدیث سنی ہے کہ حبیب الشیء الخ یعنی تم کو چیز کے ساتھ دوستی کرنی اندھا اور بہر بنیادیتی ہے یعنی اس کے عیب دیکھنے اور سننے سے اور تیسرے عبد اللہ بن حارثؓ ہیں کہ پندرہ سال کی عمر میں امام صاحب نے ان کے ساتھ مکہ مکرمہ میں ملاقات کی ہے اور ان سے یہ حدیث روایت کی ہے۔ من تفقہ فی الدین الخ جو تھے عبد اللہ بن ابی اوفیؓ ہے اور ان سے امام صاحب نے یہ حدیث سنی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنے بھائی مومن کے عیب ظاہر نہ کر اور اس کے عیب ظاہر ہونے

کے وقت خوش نہ ہو پس اللہ تعالیٰ اس مومن کے عیب کو بخش دے گا اور تم کو گرفتار کرے گا۔ چھٹے باب
 بن عبد اللہ ہیں اور امام صاحب نے ان سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ ایک روز ایک مرد انصاری آپ
 کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ کہ میرا کوئی فرزند نہیں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 نے فرمایا کہ تو کیوں استغفار نہیں پڑھتا اور کیوں صدقہ نہیں دیتا کہ ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ تم کو فرزند عطا
 کرے وہ مرد استغفار اور صدقہ میں مشغول ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو نو فرزند عطا کیے۔ بقول بعض امام صاحب
 کی ملاقات حضرت جابر سے نہیں ہوئی کیونکہ جابرؓ میں فوت ہو گئے ہیں اور امام صاحبؒ
 میں پیدا ہوئے ہیں پس ان کے قول پر یہ حدیث مرسل ہوگی یعنی نام راوی کہ درمیان میں واسطہ ہے مذکور
 نہیں ہوا اور جنہوں نے سات مرد شمار کیے ہیں۔ ساتویں معقل بن یسارؓ ہے لیکن اس میں کلام ہے اور
 اٹھویں بی بی عائشہ بنت عمرؓ ہے کہ امام صاحب نے ان سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول کریم
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ کا بہت بڑا شکر زمین میں بکڑی ہے نہ اس کو کھانا ہوں
 اور نہ حرام کہتا ہوں۔

چوتھی قسم امام صاحب کے فضائل میں کہ جو فضائل آپ کے ساتھ مخصوص تھے یہ ہیں کہ زمانہ تابعین
 میں آپ نے اجتہاد کیا ہے اور فتویٰ دیا ہے چنانچہ صاحب مسند نے متصل اسناد کے ساتھ روایت کی
 ہے امام اعشؓ سے کہ کبار تابعین سے ہیں حج کے واسطے تشریف لے گئے اور کوفہ کے چند لوگ
 بھی آپ کے ہمراہ گئے اور علی بن مسعرؓ کہ امام اعظم کے یاروں سے ہیں یہ بھی ان کے ہمراہ تھے جب
 مقام قادسیہ میں پہنچے تو امام اعشؓ کو لوگوں نے غم ناک دیکھا اور اس کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا
 کہ علی بن مسعر ہمارے ساتھ ہے یا نہیں۔ لوگوں نے کہا کہ ہے فرمایا کہ اس کو میرے پاس بلا لاؤ جب
 علی بن مسعر آپ کے پاس آئے تو کہا کہ مصر میں داپس جاؤ اور ہمارے یہ امام اعظم سے احکام حج کی کیفیت
 لکھوا کر لاؤ۔ پس علی بن مسعر واپس گئے اور ابو حنیفہ سے سوال کیا تو امام صاحب نے لکھ کر امام اعشؓ کو
 روانہ کیا اور نیز متصل اسناد سے روایت ہے کہ ابو معاویہؓ نے فرمایا کہ ہمارے بزرگ اور استاد
 جب فتویٰ دیتے تھے تو ابو حنیفہ کے خلاف سے ڈرتے تھے۔ اگرچہ ان کا فتویٰ ابو حنیفہ کے فتویٰ

کے موافق ہوتا تو خوش ہوتے اور ان کی مراد اپنے بزرگوں اور استادوں سے امام اعمش ہیں اور دیگر تابعین امام اعمش نے فرمایا ہے کہ ابو حنیفہ فقہ کے ذہین مسائل کو بھی خوب پہنچاتا ہے اور علم کی پوشیدہ باتیں و تاریکی کو بھی خوب جانتا ہے۔ ساتھ نور چراغ دل کے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی شان میں فرمایا ہے وہی سراج امت یعنی وہ میری امت کا چراغ ہے۔ کسی مرد نے امام اعمش سے مسئلہ دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ اُس مجلس والوں کے پاس چلا جا اور ان سے دریافت کر کیونکہ جب ان کے پاس کوئی مسئلہ واقع ہو جاتا ہے تو بار بار اس کو آپس میں پھراتے ہیں اور گفتگو کرتے ہیں اور جستجو کرتے ہیں یہاں تک کہ اس کی حقیقت معلوم ہو جائے اور درست ہو جائے تو تب فتویٰ دیتے ہیں اور وہ حلقہ ابو حنیفہ کا ہے اور اسی طرح امام شعبی اور ابن یعلیٰ اور ابن شبرمہ اور ابن مبارک وغیرہ تابعین سے گفتگو ہوتی ہے، اگر امام صاحب کی رائے غالب ہوتی ہے اور یہ منصب دوسرے اماموں کو حاصل نہیں ہوا مانند امام مالکؒ اور امام شافعیؒ و احمد بن حنبلؒ پانچویں قسم از فضائل مخصوص امام اعظمؒ یہ ہے کہ بہت سے بزرگوں نے تابعین میں سے امام صاحب سے روایت کی ہے چنانچہ صاحب مسند نے متصل اسناد کے ساتھ روایت کی ہے کہ عمرو بن دینار کہ امام صاحب کے استادوں سے ہیں اور کبار علما سے ہوئے ہیں امام صاحب کے انہوں نے روایت کی ہے ایسے عبد اللہ بن مبارکؒ یزید بن ہارونؒ تھے امام صاحب سے روایت کی ہے اور امام المحدثین محمد بن اسماعیل بخاریؒ نے فرمایا ہے کہ امام صاحب سے عباد بن العوامؒ اور شمیم اور وکیع اور ہمام بن خالد اور ابو معاویہ ضریر سے روایت کی ہے امام صاحب سے عبد العزیز بن ابی روادؒ نے اور عبد الحمید بن ابی روادؒ نے سفیان بن عیینہ اور فضیل بن عیاض اور داؤد طائی و ابن صریح و عبد اللہ بن یزید مرقیؒ نے امام صاحب سے نو سو حدیثیں روایت کی ہیں اور سفیان ثوریؒ اور ابن یعلیٰؒ نے امام صاحب سے ایک حدیث روایت کی ہے اور معمر بن کدامؒ اور اسماعیل بن خالدؒ اور حریب بن عبد اللہ اور حمزہ بن حبیب مرقیؒ نے امام صاحب سے بہت احادیث روایت کی ہیں اور امام عاصم بن ابی الجوخ کہ قرآن کا امام ہے اور ابو حنیفہ کا استاد ہے قرأت میں امام صاحب کے پاس آتے تھے اور دین کے مسئلے آپ سے پوچھتے تھے اور امام اعظم کے قول پر عمل کرتے تھے اور فرماتے تھے۔

جزا حکم اللہ خیراً یا ابا حنیفہ۔ نیز فرماتے تھے کہ اے ابو حنیفہ تم ہمارے پاس بکین میں آتے تھے اور ہم تیرے پاس بڑھاپے میں آتے ہیں اور خطیب الخطباء خوارزمی نے امام اعظم کے مناقب میں لکھا ہے کہ اس وقت کے بڑے بڑے اکابر (سات سو تیس) نے امام صاحب کے حدیث روایت کی ہے واللہ اعلم بالصواب۔

چھٹی قسم اُن فضائل کی جو امام اعظم کے ساتھ مخصوص ہیں یہ ہے کہ امام صاحب نے چار ہزار آئمہ تابعین سے علم حاصل کیا ہے۔ چنانچہ صاحبِ مسند نے روایت کی ہے کہ ایک وقت امام شافعی کے شاگردوں کے درمیان جھگڑا پڑا اور ہر فرقہ اپنے امام کی فضیلت بیان کرتا تھا۔ پس امام ابو عبد اللہ بن ابی خوص کبیر نے کہ آئمہ حدیث کے امام ہیں امام شافعی کے شاگردوں کو کہا کہ امام شافعی کے شاگردوں کا شمار کریں کہ کتنے تھے۔ انہوں نے شمار کیا اور کہا کہ اسی تھے۔ اس کے بعد کہا کہ ابو حنیفہ کے شاگردوں اور زیر گوں کا شمار کریں۔ شمار کیا گیا تو چار ہزار ہوئے اور ربیع بن یونس کی روایت ہے کہ امام ابو حنیفہ بادشاہ ابو جعفر منصور کے پاس گئے اور اُن کے پاس عیسیٰ بن موسیٰ عباسی بیٹھا تھا تو عیسیٰ نے کہا کہ اے امیر المومنین یہ ابو حنیفہ اس زمانہ میں تمام روئے زمین کا علم ہے تو منصور نے دریافت کیا کہ اے ابو حنیفہ! کس سے تم نے علم حاصل کیا۔ تو امام صاحب نے فرمایا عمر بن خطاب کے شاگردوں سے اور شاگردوں نے عمر سے اور نیز حضرت علی کے شاگردوں سے اور انہوں نے حضرت علی سے روایت کی ہے اور نیز عبد اللہ بن عباس کے شاگردوں سے اور انہوں نے عبد اللہ بن مسعود سے روایت کی ہے اور نیز عبد اللہ بن عباس کے شاگردوں سے اور انہوں نے عبد اللہ بن عباس سے روایت کی ہے اور ابن عباس کے وقت تمام روئے زمین پر آپ سے زیادہ کوئی عالم نہ تھا تو منصور نے کہا کہ محکم اور مضبوط کیا ہے۔

ساتویں قسم اُن فضائل کی جو امام اعظم کے ساتھ مخصوص ہیں یہ ہے کہ اُن کو ایسے بار اور شاگرد ملے جو اوروں کو نہیں ملے اور جتنے امام اور اہل علم امام صاحب کے زمانے میں ہوئے ہیں اُن کے بعدی زمانے میں نہیں ہوئے۔ مثل امام ابو یوسف قاضی یعقوب بن ابراہیم انصاری اور امام ربانی محمد بن جن

شیبانی اور امام زعفران بن رزین تمہے اور امام حسن بن زیاد اور وکیع بن جراح اور عبد اللہ بن مبارک مروزی اور امام داؤد بن نصیر طائی کے تمام سے زائد تھے اور امام احمد حدیث مفصّل بن غیاث نخعی اور امام محمد بن زکریا اور امام حماد بن امام اعظم اور ابو حنیفہ اور ابو یوسف بن خالد سمعی۔ اور عافیہ بن یزید اوری اور حبان بن علی اور مندل بن علی اور علی بن مسعود قاسم بن معن بن عبد الحمز بن عبد اللہ بن مسعود اور اسد بن عمر بجلی قاضی شہر واسطہ اور نوح بن ابی مریم وغیرہ کہ ان کے ذکر میں طوالت ہو جاتی ہے۔ جب کہ مشہور ہے کہ امام اعظم نے چار ہزار استادوں سے علم حاصل کیا ہے اس طرح چار ہزار آپ کے شاگرد ہیں جو علم اور فقیہ ہوتے ہیں اور امام اعظم فتویٰ نہیں دیتے تھے جب تک کہ شاگرد ان کو فتویٰ دینے کا حکم نہ کریں۔ جامع مسجد کوفہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور چار ہزار فاضل ان میں چالیس یا حد اجتہاد میں پہنچے ہوئے تھے۔ آ حاضر ہوتے اور امام صاحب شاگردوں کو فرمایا کہ لوگ مجھ کو فتویٰ دینے کی تکلیف دیتے ہیں اور بارگراں میری پشت پر ڈالتے ہیں پس تم میری مدد کرو تو اسی واسطے ہر مسئلہ میں اپنے یاروں اور شاگردوں سے مشورہ اور مناظرہ کرتے تھے اور ان سے پوچھتے تھے۔ اور احادیث اور آثار جو ہر ایک کو یاد ہونے لگے تھے ان سے سنتے تھے اور احادیث و آثار میں دیکھ کر ہر مسئلہ میں بعد ایک مہینہ یا دو مہینے کے فتویٰ دیتے تھے۔ اور ابو یوسف کو فرماتے تھے کہ اب لکھ لیں اس طرح تمام اصول علم اسی دستور سے اور مشورہ سے لکھا گیا ہے نہ موافق فکر اور اپنی رائے کے۔ اور صاحبِ سند نے سند متصل کے ساتھ روایت کی ہے کہ کسی شخص نے ایک روز وکیع بن جراح کی مجلس میں کہا کہ فلاں مسئلہ میں امام ابو حنیفہ نے خطا کی ہے اور وکیع نے کہا کہ کس طرح ابو حنیفہ نے خطا کی ہے۔ حالانکہ آپ کے پاس شاگرد مثل ابو یوسف و احمد اور زفر صاحبان اجتہاد و قیاس ہیں اور مثل یحییٰ بن زکریا و حفص و حبان و مندل بیٹے علی حافظان حدیث کے ہیں اور مثل قاسم بن معن بن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود جو لغت عربیت کے واقف ہیں اور مثل داؤد بن نصیر طائی و فضیل کہ جو زہد اور پرہیزگاری میں بے مثل ہیں۔ جس شخص کے ایسے بار اور ہم مجلس ہوں تو وہ کیسے خطا کرتا ہے۔ اگر خطا کرتا بھی ہے تب بھی وہ اس کو رجوع کرنے میں طرف حق کے۔

اٹھویں قسم ان فضائل کی جو امام اعظم کے ساتھ مخصوص ہیں یہ ہے جس نے سب سے اول علم شریعت کو جمع کیا ہے اور کتابیں اور باب مرتب کیے ہیں وہ امام اعظم ہیں۔ ان سے پہلے یہ ترتیب نہ تھی۔ بلکہ اپنے قوتِ حافظہ پر اعتبار کرتے تھے۔ جبکہ امام کو علم کے ضائع ہونے کا خوف ہوا تو تالیف ترتیب کی بنیاد رکھی۔ اول کتاب الطہارت پھر کتاب الصلوٰۃ پھر کتاب الصوم پھر تمام عبادت پھر تمام معاملات پھر تمام کے بعد کتاب المیراث اور ان کے باروں اور شاگردوں نے بھی کتابیں اسی ترتیب پر تصنیف کی ہیں اور دوسرے اماموں نے بھی یہی ترتیب امام کی کم و بیش کر کے اپنی کتابیں لکھی ہیں اور حرط بن یحییٰ امام شافعیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ امام شافعیؒ نے فرمایا ہے الرَّجَالُ فِي الْفَقْهِ عِيَالٌ ابِي حَنِيفَةَ يَعْنِي تَامَ لَوْ كَفَقَ فِي الْبُحْثِ الْوَحْيِ كَيْ يَدْرُسَ يَتَّيْهُ هُوَ هِيَ اَوْرُوَايْت دُوسْرِي اِس هِيَ اِس طَرَحْ هِيَ كَقَالَ الشَّافِعِيُّ مَنْ ارَادَ اَنْ يَنْحَرَّ فِي الْفَقْهِ فَلْيَلْزَمْ اَبَا حَنِيفَةَ وَاصْحَابَهُ يَعْنِي جَوْ شَخْصٍ چاہے کہ میں فقہ میں پورے طریق پر واقف ہوں تو امام صاحبؒ اور ان کے باروں کو لازم پکڑے اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ کسی شخص نے امام شافعیؒ کے روبرو امام اعظم کی بڑائیاں بیان کی اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اے شخص ان کی بڑائی بیان نہ کر کیونکہ تین حصہ علم ان کو پہنچا ہے اور ایک حصہ باقی آئمہ کو۔ اور امام اس چوتھے حصہ میں بھی شریک ہیں اور اس شخص نے کہا کہ کس طرح تو امام شافعیؒ نے فرمایا کہ علم دو قسم کا ہے ایک سوال دوسرا جواب۔ تمام سوال کو امام صاحبؒ نے وضع کیا ہے تو یہ نصف خاص اسی کے لئے مسلمہ ہے اور تمام سوالوں کا جواب بھی دیا ہے اور ان کے بعض جوابوں کو دوسرے آئمہ نے بھی قبول کیا ہے اور بعض جواب میں خلاف کیا ہے پس وہ بعض کو مسلم رکھتے ہیں وہ بھی ان کے ہی ہے۔ پس تین حصے ان کے لیے مسلم رہے اور بعض اور میں کہ ربع یعنی چوتھا حصہ ہے۔ امام ابوحنیفہؒ دوسرے آئمہ کے ساتھ شریک ہیں کم۔ وہ فرماتے ہیں کہ میرا قول درست ہے اور دوسرے فرماتے ہیں کہ ہمارا قول درست ہے اور مسند خوارزمی میں ہے کہ امام صاحب کے مسائل پانچ لاکھ تک پہنچے ہیں اور ان کی کتابیں اور ان کے شاگردوں کی کتابیں ان پر دلالت کرتی ہیں اور ان میں مسائل غامض اور مسائل دقیقہ بھی ہیں اور علم نحو اور علم حساب کے دقیقہ پر بھی مشتمل ہیں۔

چنانچہ ماہرانِ علم و نحو و حساب ان میں حیران ہو جاتے ہیں اور یحییٰ بن مسیب نے فرمایا ہے کہ میں نے سُننا ہے کہ یحییٰ بن سعید قطان کو کہہ فرماتے ہیں اور یہ دونوں اہل حدیث کے اہم اور فاضل ہیں کہ اہم اعظم کی رائے سے اور کسی کی رائے بہتر نہیں دیکھی یعنی اس کے قیاس سے اور اس کے قول کو میں نے قبول کیا ہے
رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

نہیں قسم ان فضائل کی کہ اہم اعظم کے ساتھ مخصوص ہیں یہ ہے کہ آپ اپنے حلال کسبے کا کر کھاتے تھے اور اوپر علماء و فقہاء کے خرچ کرتے تھے اور بادشاہوں کے ہدیہ اور عطیہ قبول نہیں کرتے تھے چنانچہ مسعر بن کدام سے روایت ہے کہ جب اہم صاحب اپنے عیال کے لیے کوئی چیز خریدتے تھے تو اسی قدر اوپر بزرگال اور علماء کے خرچ کرتے تھے۔

جب اپنے واسطے کپڑے لاتے تو علماء کو بھی دیتے اور جب میوہ وغیرہ لاتے تو اس سے بھی ضرور خرچ کرتے اور شفیق بن ابراہیم طنجی نے فرمایا ہے کہ ایک روز میں اہم صاحب کے ساتھ تھا کہ ہم ایک مریض کی عیادت کو گئے۔ ایک شخص نے اہم صاحب کو دیکھا اور دوسرا ستم پکڑ لیا پس جب اُس نے معلوم کیا کہ اہم صاحب نے مجھ کو دیکھ لیا ہے تو شرمسار ہو کر کھڑا ہو گیا تو اہم صاحب نے فرمایا کہ راستہ سے کیوں جدا ہو گیا تھا۔ تو اُس نے عرض کیا کہ اس واسطے کہ میں نے آپ کے دس ہزار درہم قرضہ دینے ہیں اور بہت مدت ہو گئی ہے۔ مگر ابھی تک مجھ کو ادا کرنے کی توفیق نہیں ہوئی تو اہم صاحب نے فرمایا کہ سبحان اللہ اس حال تک نہ بت پہنچ گئی ہے۔ میں نے وہ دس ہزار درہم تم کو بخش دیے ہیں اور مجھ کو معاف کر کہ جو تیرے دل کو رنج اور مصیبت پہنچی ہے میرے دیکھنے سے شفیق نے کہا کہ میں نے معلوم کیا کہ اہم صاحب بڑے متقی ہیں۔ دسویں قسم ان فضائل کی جو اہم اعظم کے ساتھ خاص ہیں یہ ہے کہ آپ علم کے ساتھ شہید کیے گئے ہیں اور آپ کو قید کیا گیا ہے اور زہر دی گئی ہے۔

آپ کے قصہ شہادت میں بہت اختلاف ہے مگر صحیح یہ ہے کہ بغداد میں قید کی حالت میں آپ کی وفات ہوئی ہے۔ اُس کی تفصیل یہ ہے کہ اہم شعبی بادشاہ منصور کے قاضی تھے اور بادشاہوں نے اپنے غلاموں کو زہر دیا اور کاغذ لکھا اور کوئال کو حکم دیا کہ اس کاغذ پر قاضی کی مہر

اور دیگر علماء کی مہریں لگا کر ہمارے پاس لے آئے۔

۔ اس کا غریب قاضی نے اور باقی علماء نے مہریں لگا دیں جب امام اعظمؒ کے پاس پہنچا تو کہا کہ بادشاہ کا حکم ہے کہ اس کا غریب اپنی گواہی کی مہر لگائیں تو امام صاحب نے دریافت کیا کہ بادشاہ کہاں ہے کو تو ال نے کہا کہ اپنے مکان پر ہے تو امام صاحب نے فرمایا کہ میں بغیر بادشاہ کے حاضر ہونے اور بغیر اس کے کلام سننے کے گواہی نہیں کرتا۔ کو تو ال نے کہا کہ قاضی اور باقی علماء نے گواہی کر دی ہے تم کیوں نہیں کرتے تو امام صاحب نے فرمایا کہ یہ ہر ایک کا معاملہ اس کے نفس پر ہے جب یہ خبر بادشاہ کو پہنچی تو امام شعبی کو طلب کیا اور اس سے پوچھا کہ گواہی دینے کے لیے مشہور اور مشہور علیہ کی حاضری ضروری ہے تو شعبی نے کہا ہاں ضروری ہے تو بادشاہ نے کہا کہ تم نے کیوں مہر کی ہے بغیر میرے دیکھنے کے شعبی نے کہا کہ میں جانتا ہوں لیکن تیرے حکم کی اطاعت کی ہے اور تیرے حاضر کرنے پر میں قدرت نہیں رکھتا ہوں۔ بادشاہ نے کہا یہ بات حق سے بعید ہے تو قاضی کو قضا سے معزول کر دیا اور اس بات پر مصلحت ٹھہری کہ ابو حنیفہ اور شریک اور سفیان ثوری اور معمر بن کدھم ان چاروں میں سے ایک قاضی بنایا جائے۔ ان چاروں کو بلا یا گیا۔

راستہ میں ان کو امام صاحب نے فرمایا کہ میں کوئی عذر بنا لوں گا اور سفیان یہاں سے بھاگ جائے اور معمر اپنے آپ کو مجنون بنا دے اور شاید کہ شریک قبول کر لے۔ بسبب اپنی دانائی اور ذہر کی اور بصارت کے تقریر کی۔ اس طرح واقعہ پیش آیا۔ سفیان ثوری بسبب بہانہ قضائے حاجت کے بھاگ گئے اور کشتی کے پاس آئے اور کشتی بان کو کہا کہ میرے پیچھے ایک مرد ہے میرے قتل کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس ملاح نے سفیان ثوری کو کشتی کے لکڑیوں میں پوشیدہ کر دیا اور قتل کرنے میں ارشاد اس حدیث کی طرف کیا ہے۔ مَنْ جَعَلَ قَاتِلًا بَيْنَ النَّاسِ فَقَدْ ذَبَحَ بِخَيْرِ سِكِّينَ۔ یعنی جو شخص کہ قاضی بنایا جائے درمیان لوگوں کے پس ذبح کیا جاتا ہے بغیر ٹھہری کے۔ باقی کے تینوں بادشاہ کے پاس حاضر ہوئے۔ معمر نے بادشاہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ آپ منصور ہیں۔ آپ کے اہل و عیال کا کیا حال ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ دیوانہ ہے اس کو باہر نکال دیں اور امام اعظمؒ کو کہا کہ آپ

عہدہ قضا قبول کر لیں اور اہم صاحب نے فرمایا کہ میں مردِ نراز ہوں اور کوفہ کے لوگ مجھ سے کپڑا وغیرہ خریدتے ہیں۔ میرے اشراف لوگ میری قضا کو قبول نہیں کریں گے۔ بادشاہ نے کہا یہ کام علم کے متعلق ہے نہ نسب کے۔ اہم صاحب نے کہا کہ میں اس کام کے لائق نہیں ہوں۔ اگر میں اس بات میں سچا ہوں تو عدم لیاقت ثابت ہوگی۔ اگر میں نے جھوٹ بولا ہے تو جھوٹا آدمی قضا کے لائق نہیں ہے۔ بادشاہ خاموش ہو گیا اور شریک کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ تم عہدہ قضا کو قبول کرو۔

انہوں نے کہا کہ سودائی مزاج والا ہوں اور ضعیف دماغ ہوں۔ بادشاہ نے کہا کہ آپ کا علاج کیا جائے گا تو آپ کا دماغ مقوی ہو جائے گا تو شریک کو قاضی بنایا گیا۔ اور اہم صاحب سے عداوت روز بروز زیادہ ہوتی گئی۔ چند روز کے بعد پھر اہم صاحب کو طلب کیا گیا اور کہا کہ آپ قضا قبول کر لیں تو آپ نے فرمایا کہ میں اس کام کے لائق نہیں ہوں۔ بادشاہ نے کہا آپ جھوٹ بولتے ہیں بلکہ آپ لائق ہیں۔ اہم صاحب نے کہا اگر آپ کا کلام سچ ہے تو بڑا تعجب ہے کہ بادشاہ اسلام جھوٹے آدمی کو قاضی بنائے ورنہ تو عدم لیاقت میری ثابت ہوگی۔

بادشاہ نے قسم کھائی کہ میں خواہ مخواہ تم کو قاضی بناؤں گا اور اہم صاحب نے قسم کھائی کہ میں بالکل قضا قبول نہ کروں گا۔ حال قصہ کا یہ ہے کہ اہم صاحب کو جیل خانہ میں ڈال دیا گیا اور حکم کیا۔ ہر روز آپ کے سر پر کوڑے لگائے جاتے۔

اہم صاحب نے فرمایا کہ دنیا میں کوڑے کھانے بہتر ہیں آخرت کے گرم گرزوں سے آپ کا چہرہ مبارک اور سر مبارک دم کر گیا اور دسویں روز جب سوتا زیادہ پورے ہو گئے اور اپنے سر مبارک کو سجدہ میں رکھ کر جان کو بدبار رب العالمین کے تسلیم کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اور یہ واقعہ سن ۱۱۵۷ھ میں ہوا ہے اور مہینہ رجب میں اور بقول بعض کے دسویں روز آپ کو زہری گئی ہے اور آپ کی عمر اس وقت ستر سال کی تھی۔

کہتے ہیں کہ آپ کی نماز جنازہ پانچ مرتبہ پڑھی گئی ہے بسبب کثرتِ مخلوق کے اور شہر بغداد کے مقبرہ خیران میں دفن کیے گئے۔

کذا فی تاریخ ابن خلفان : تو اللہ تعالیٰ اعلم بحقیقتہ الحال و
 الحمد للہ رب العالمین والصلوة والسلام علی رسولہ محمد
 وآلہ واصحابہ اجمعین ورحمة اللہ علی ابی حنیفة واصحابہ
 واحبابہ اجمعین الی یوم الدین
 آمین ثم آمین

نظم
حصہ

اَعْلَمُ ذِكْرُ نِعْمَانَ بْنِ ثَابِتٍ

هُوَ الْمَلِكُ مَا كَرِهَتْ بَيْضَاءُ

ترجمہ: حضرت امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کبار یاد ذکر کرو، کیونکہ وہ مشک کی مانند ہے اسے جتنا بکھیریں خوشبو آتی ہے

جواہر النجاشی (حضرت شاہ ولی اللہ محدّد دہلوی)

امام حسین ابو حنیفہ

ترجمہ : مولانا عبدالحکیم شریعت قادری لاہور

- امام حسین ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہروں اور شہریوں کو نہایت بخشنی ،
- احکام دقرآن ، آثار و احادیث اور فقہ سے ، پیچھے صحیفہ میں زبور کی آیات نے ،
- کو ذبحہ مشرق و مغرب میں ان کی نظیر نہیں ملتی (یعنی روئے زمین میں ان جیسا کوئی نہیں ہے) ،
- (آپ) عبادت کیلئے مستعد ہو کر بیداری میں مائیں بسر کرتے اور خوف (خدا) کی وجہ سے دن کو روزہ رکھتے ،
- انہوں نے اپنی زبان ہرستان طرازی سے محفوظ رکھی اور ان کے اعضاء (ہر گناہ سے) پاک رہے ،
- آپ لہو و لعب اور حرام کاموں سے بچے رہے ، رضا الہی (کا حصول) آپ کا وظیفہ تھا ،
- امام اعظم کے نکتہ چینی بے وقوف ، مخالف حق اور کمزور دلائل والے ہیں ،
- ایسے فقیہ کو کسی بھی قوم سے تکلیف دینا کیونکر جائز ہے جس کے علمی فیوض (تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں) ،
- حالانکہ صحیح روایت میں لطیف حکمتوں کے ضمن میں امام شافعی نے فرمایا کہ :
”تمام لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ کی فقہ کے محتاج ہیں“ ،
- بیت کے ذہنوں کے برابر اس شخص پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جو امام ابو حنیفہ کے قول کو

مردود قرار دے ۔

شرح فرزند الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کا خراج عقیدت بحضرت امام ابوحنیفہؒ

آن امامانے کہ کردند اجتناد	رحمت حق بر روان جسد یاد
بوحنیفہ بُد امام یاصفا	آن سراج امتان مصطفیٰ
یاد فضل حق قرین حسان او	شاد باد احوال شاکردان او
صاحبش بوپسنت قاضی شدہ	دزد محمد ذوالملک راضی شدہ
شافعی، ادریس مالک یازفر	یافت زیشان دین احمد ذیب فر
احمد غنبل کہ بود او مرد حق	در ہمہ چیز از ہمہ بُردہ سبق
روح شان در صد جنت شاد باد	قصر دیں از علم شان آباد باد

بَارِگاہِ اِمَامِ اَلَا مَہُ کَاشِفِ الْغَمِّ اِمَامِ اَعْظَمِ الْوَحْفِہِ رَسُوْلُ اللہِ تَعَالٰی عَزَّوَجَلَّ

مکتبہ امانت مفتی احمد یار خان نمبر

ہمارے آقا، ہمارے مولیٰ، امام اعظم ابو حنیفہ
زمانہ بھرنے زمانہ بھرنے بہت محبتیں کیا و لیکن
سپر علم و عمل کے سورج تھی ہوسب میں تمہارے تارے
تمہارے آگے تمام عالم نہ کیوں کرے انورے دب خم
نہ کیوں کریں ناز اہل سنت کہ تم سے چمکا نصیب امت
خدا نے تجھ کو وہ دی ہے رفعت کہ تیرا صوبہ بھی بحر فروع
ہوا اولیٰ الامر سے ثابت کہ تیری طاعت اہم واجب
کسی کی آنکھوں کا تر ہے تار کسی کے دل کا بنا سہارا
جو تیری تقلید شرک ہوتی محدثیں سارے ہوتے مشرک
کہتے فقہاء محدثیں میں تمہارے خرمن کے خوشہ ہیں
سراج تو ہے بغیر تیرے جو کوئی سمجھے حدیث و قرآن

ہمارے مجاہد ہمارے ماؤں امام اعظم ابو حنیفہ
طمان کوئی امام تم سے امام اعظم ابو حنیفہ
تمہاری سے چمکا ہے جو بھی چمکا امام اعظم ابو حنیفہ
کہ پیشوایان دیں نے مانا امام اعظم ابو حنیفہ
مہراج امت ملا جو تم سے امام اعظم ابو حنیفہ
نہی اصناف میں رفع پایا امام اعظم ابو حنیفہ
خدا نے تم کو کتب ہمارا امام اعظم ابو حنیفہ
مگر کسی کے جگر میں آرا امام اعظم ابو حنیفہ
بخشاری و مسلم، ابن ماجہ، امام اعظم ابو حنیفہ
ہوں واسطے سے کوئے وسیع امام اعظم ابو حنیفہ
پھر بھٹکانا نہ بلے رستہ امام اعظم ابو حنیفہ

خبر ہے اسے دستگیر امت ہے سالک ہے خبر یہ ثابت

وہ تیرا ہو کہ پھر سے بھٹکنا امام اعظم ابو حنیفہ

لے باقی ائمہ مجتہدین امام اعظم کے یا تو شاگرد ہیں یا شاگرد کے شاگرد امام شافعی کی والدہ سے امام محمد نے نکاح کیا اور ان کی تصنیفات سے امام شافعی
نے بہت فائدہ حاصل کیا امام مالک نے فقہ میں امام محمد کی شاگردی کی اور حدیث میں امام محمد نے ان کی شاگردی کی لے باقاعدہ نحو، اصناف سے کمرہ
ہوتا ہے مگر امام اعظم کی اصناف نے رفع یعنی بنی دی لے قرآن میں ہے واطيعوا الله واطيعوا الرسول واولى الامر منكم يرفعا اور
رسول اور ام والوں کی طاعت کرو اور وہ علمائے حقانی ہیں خیر شاہین لے دہائی تقلید شخصی کو ترک کہتے ہیں اور شرک کی روایت حدیث معتبر
نہیں حالانکہ مسلم اور ترمذی ساری مین مقلد ہی ہیں ان میں سے کسی کی روایت غیر نہیں ہوتی چاہئے امام بخاری بہت سے حنفی محدثین کے شاگرد ہیں
دیکھو معنی شرح بخاری، در دیگر محدثین امام بخاری کے شاگرد تو بواسطہ تقریباً تمام محدثین امام اعظم کے شاگرد ہوئے حضرت امام کاظم سے
سراج الامت یعنی امت کے چارواں جو کوئی بغیر چاروں کے حدیث پہنچے گا وہ کچھ بھی نہ سمجھ سکا

منقبت

خدا کی اک آیہ شریفہ، امام اعظم ابو حنیفہ
 رسول مقبول کا خلیفہ، امام اعظم ابو حنیفہ
 فقیہ سارے عیال حسن کئے امام مانیں کمال حسن کے
 وہ حجت و صدق کا صحیفہ امام اعظم ابو حنیفہ
 سلوک و عرفان کی علامت زرق تابیہ قدم کرامت
 امام اعظم ابو حنیفہ، امام اعظم ابو حنیفہ
 زمانہ ہر عہد ہر صدی میں کر لگا اخذ فیوض حسن سے
 جہاں میں وہ ہستی منیفہ، امام اعظم ابو حنیفہ
 وہ جس سے اذہان میں معتبر وہ جس سے ثابت ہے گھر گھر
 حدیث کی نکست لطیفہ امام اعظم ابو حنیفہ

بیارگاہِ امامِ عظیم رضی اللہ عنہ

نگہبانِ شریعت حضرت نعمان بن ثابت
 حدی خوانِ طریقت، حضرت نعمان بن ثابت
 سراجِ امت و مشکوٰۃ ملت، مشعلِ قدرت
 مہرِ چرخِ فقاہت، حضرت نعمان بن ثابت
 علمِ بردارِ سنت، حُجَّة اللہ، آیۂ رحمت
 قطیعِ رض و عبت، حضرت نعمان بن ثابت
 تفقہ میں بھی لافانی، تدبیر میں بھی لاثانی
 امامِ اہلِ سنت، حضرت نعمان بن ثابت
 سراپا ورع و تقویٰ، سرِ بسراِ ایمان و حق گوئی
 مجسمِ علم و حکمت، حضرت نعمان بن ثابت
 رسولِ دوسرا نے جن کی آمد کی بشارت دی
 وہی آقائے نعمت، حضرت نعمان بن ثابت
 ہوئی تدوینِ علمِ شرعِ نائب جنکے ہاتھوں سے
 وہ فرزندِ رسالت، حضرت نعمان بن ثابت

حجۃ عقیقہ کے پھول

ابوالطاهر فدا حسین فدا

مدیر اعلیٰ مہر و ماہ - لاہور

امام ابوحنیفہ حضرت نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کے حنفیوں میں

ہیں نقش و نگارِ روئے نبی تحریرِ امام عظیم کی
ہے امن و سما میں گونج رہی تکبیرِ امام عظیم کی
تائیدِ جنابِ ایزد ہے تدبیرِ امام عظیم کی
دیکھی ہے سلاطین نے چلتی شمشیرِ امام عظیم کی
جس ظلمت خانہ دل پہ پڑی تنویرِ امام عظیم کی
ہر جنس نظر آتی ہے یہاں نچسیرِ امام عظیم کی
تحریرِ امام عظیم کی، تقدیرِ امام عظیم کی
سبحان اللہ! ما شاء اللہ، تقدیرِ امام عظیم کی
ہے کوشکِ ملت و شرعِ نبی تعمیرِ امام عظیم کی
لاریب بیاں کرتے ہیں سبھی تطہیرِ امام عظیم کی
ہے محفلِ کون و مکان و زمان جاگیرِ امام عظیم کی
جو راندہ درگہ کرتا ہے تحقیرِ امام عظیم کی

اک عکسِ جمالِ فطرت ہے تصویرِ امام عظیم کی
اللہ سے نطقِ روحِ قدس، تقریرِ امام عظیم کی
ہر ذکرِ حدیث و قرآن ہے، ہر فکرِ اساسِ ایمان ہے
تھے برشِ تیغِ یدِ الٰہی اور قاطعِ باطل، سیفِ زبان
وہ بقعہ نورِ عشق بنا اور مہبطِ سرِ الوہیت
مداحِ زباں سوسن کی ہوئی محمود ہے چشمِ زکس بھی
ہے حق و صداقت کی منظرِ مہینے تھے تکذیب و خطر
مقبولِ خدائے واحد میں محبوبِ سولِ اکرم ہیں
ہیں منظرِ نورِ نبوت بھی، ترنمِ حریمِ وحدت بھی
ہے جن و بشر کا ذکر ہی کیا کہتے ہیں یہ جو وہ غلامِ انک
اللہ سے آوجِ بخت و سایہِ عظمتِ صاحبِ رشد و ہدٰی
ہے جاہل و حاسد کو نظر اور دین سے بھی وہ بیگانہ

امانتِ جمالِ ماہِ عرب ہوں کیوں نہ فروزاں ل میں فدا
ہے میرے تصور میں ہر دم تصویرِ امام عظیم کی

منقبتِ امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام تم سانہ کوئی دیکھا امامِ اعظم ابو حنیفہ جہان میں ہے تمہارا چرچا امامِ اعظم ابو حنیفہ
 نہ آج بھی تم سے فقہ زندہ امامِ اعظم ابو حنیفہ اصل میں تم ہو اس کے مسیحا امامِ اعظم ابو حنیفہ
 وہ اختر خاں و شریعت وہ بدر چرخِ کتاب و سنت خوشادہ مہرِ نبیہ آیا امامِ اعظم ابو حنیفہ
 اصولِ فقہ بنائے مولے رموزِ قرآن پانیوالے ہیں آپ بر علم و فن میں یکتا امامِ اعظم ابو حنیفہ
 کریم کلبے کرم نرالا تمہیں عطا کی ہے فقہ اکبر رواں ہے جگ میں تمہارا سکھ امامِ اعظم ابو حنیفہ
 تہے دُر رہیں ترے غر رہیں تمہی ہے زبرد کدو کا تری و فایہ تری ہدایہ امامِ اعظم ابو حنیفہ

تمہیں تو اختر کے پیشوا ہو تم اسکی کشتی کے ناخدا ہو

مدونِ شرع شاہِ والا امامِ اعظم ابو حنیفہ

(مولانا اختر شاہ پوری منظر صاحب)

منقبتِ امامِ اعظم حضرت نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ

زباں ہر دم مری مدحت سرائے بو حنیفہؒ ہے
میں حنفی ہوں، میرے دل میں ولایتے بو حنیفہؒ ہے

بھکاتے ہیں فقیہانِ زمانہ سر جہاں آکر
وہ رشکِ آسمان دولت سرائے بو حنیفہؒ ہے

سراجِ بزمِ عرفاں ہیں، چراغِ راہِ ایماں ہیں
جہاں جس سے ہے روشن، وہ ضیائے بو حنیفہؒ ہے

عطا حق نے کیا ہے تابعت کا شرف ان کو
جو طالبِ ہدایت کا، فدائے بو حنیفہؒ ہے

بنے شاگرد اُن کے رہنا راہِ حقیقت کے
مسلم دہر میں عز و علائے بو حنیفہؒ ہے

صداقت کا ملا منصب انہیں بزمِ شریعت میں
جہاں علم کی عظمت برائے بو حنیفہؒ ہے

امامِ اعظم اہل شریعت ہے لقب اُن کا
نشانِ جاوہ حق نقشِ پائے بو حنیفہؒ ہے

پایں اپنی بجائیں شنگانِ علم دیں آکر
کھلا شام و سحر بابِ عطائے بو حنیفہؒ ہے

خدا کے فضل سے، ختمِ الرسلؐ کی چشمِ حمت سے
زباں محمود کی وقفِ شنائے بو حنیفہؒ ہے

راجا رشید محمود

تواریخ ولادت و وصال

سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نتیجہ نسکدہ جناب مفتی غلام سرور لاہوری مرحوم و معذور

بوحنیفہ آل امام ذوالکرام	مستفیض آمد نہ فیضش خامس و عام
نیک صورت، نیک سیرت، نیک روز	نیک خوی و نیک خواہ و نیک نام
۸۰	۸۰
سالِ توبہ پیش بہ قولِ اہل سیر	بے نیاز آمد یکے، ثانی امام
۸۰	۸۲
کن رستم سلطان بہ سالِ وصل او	طالب حق گوی و محبوبِ امام
۱۵۰	۱۵۰
شد قوی دل، سالِ توحش عیاں	مہدی کامل رستم کن والسلام
۱۵۰	۱۵۰
سیف خوان سالش، دگر بارہ علیم	ہم بجواز ادبِ علمش لا کلام
۱۵۰	۱۵۰
قطب از دورانِ سفر کرد اسے درین	بہر وصلِ آن شہر والا مقام
۱۱۱	۲۶۱
۱۱۱	۱۱۱
۱۵۰	۱۵۰

(گنجینہ سروری معرفت بہ اسم تاریخی گنج تواریخ)

۱۲ "اوج علم" سے تاریخ نکالی ہے

۱۵ دوران (۲۶۱) سے قطب (۱۱۱) نکال دیئے تو ۱۵۰ رہ گئے۔

۵۔ حضرت امام اعظم کے سال ولادت و وفات اور سنین عمر کے متعلق ہمارے محترم بزرگ عمدہ علامتے زماں، زبدۂ فضلائے دوران حضرت مولانا محمد اعظم خفی فتاوری نوشاہی برقنداری میردوالی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۳۴۵ھ نے کئی مادہ ہائے تاریخ نکالے تھے جن سے ان کا امام اعظم کے ساتھ عشق اور علمی واسمی مناسبت کا اظہار ہوتا ہے۔ حضرت امام اعظم کی فضیلت و کمالیت اور مولانا محمد اعظم کی قابلیت اور یادگار کے طور پر یہاں درج کئے جاتے ہیں :

مادہ ہائے تاریخ ولادت حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

- اسماء الہی سے : ۱۔ حبیب ۸۰ - ۲۔ حی، حمید ۸۰ -
دیگر : ۳۔ نر کی جلی ۸۰ - ۴۔ حارطاً مطیباً ۸۰ -
۵۔ نیک ۸۰ - ۶۔ حبیب محبوب ۸۰ -

مصرعہ : پیدا ہوا، حبیب حبیب اللہ، آج

مادہ ہائے سنین عمر حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

- حروف مقطعات سے : ۱۔ یسر ۷۰ -
دیگر : ۲۔ ہادی الہدی ۷۰ - ۳۔ ہادی کل ۷۰ - ۴۔ ابو دل ۷۰ -
۵۔ حامد زاہد ۷۰ - ۶۔ حب ۷۰ -

مادہ ہائے تاریخ وفات حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

- حروف مقطعات سے : ۱۔ قات ۱۵۰ -
اسماء الہی سے : ۲۔ علیم ۱۵۰ - ۳۔ حلیم حمید ۱۵۰ -
۴۔ یا ولی الحمید ۱۵۰ - ۵۔ قیم ۱۵۰ -
دیگر : ۶۔ الاحسن ۱۵۰ - ۷۔ ابن عزیز ۱۵۰ -
۸۔ امام الاول ۱۵۰ - ۹۔ امام الہدی ۱۵۰ - ۱۰۔ قلب حی ۱۵۰ - ۱۱۔ معلیٰ ۱۵۰ -
۱۲۔ بی الایمان ۱۵۰ - ۱۳۔ جید الایمان ۱۵۰ - ۱۴۔ وہو الایمان ۱۵۰ - ۱۵۔ ہادی مکمل ۱۵۰ -
۱۶۔ ہادی دین اللہ ۱۵۰ - ۱۷۔ موید الہدی ۱۵۰ - ۱۸۔ حبیب نبی اللہ ۱۵۰ - ۱۹۔ جار الی اللہ نکیا ۱۵۰ -

۲۰۔ کان جوادنجیا ۱۵۰، ۲۱۔ حبیب الحال ۱۵۰، ۲۲۔ پاک دل پاک دین ۱۵۰۔

قطعہ تاریخ ولادت و وفات حضرت امام عظیم رحمۃ اللہ علیہ

”اجلا ہوا دو جگہ“ کہ ہوا پیدارجب امام عامل تھا برکت پ خدا، نسبت رسول
معروف تھا عبادت حق میں وہ رات دن درگاہ حق میں جاتے ہی یاں سے ہوا قبول

قطعہ تاریخ وفات

امام پاک حضرت بوضیفہ کہ ہر دم نام حق بودش وظیفہ

چو از دنیا برفت آن حق مجسم ہوا الحق سال ملت داں لطیفہ

مصرعہ : دل صدق لے کے جاتے رہے وہ، امام دین ۱۴۶ + ۲، ۱۵۰

تاریخ ولادت و وفات حضرت امام عظیم رحمۃ اللہ علیہ

ان سألک عبد من عباد اللہ ولادت فقل : اللہ اشہد

وان سألک عن انتقالہ من الدنیا الی اللہ فقل : اللہ الواہب الابد

حضرت امام عظیم کے اسم مبارک کی بسم اللہ شریف سے عروسی مطابقت

بسم اللہ الرحمن الرحیم ، الامام الہمام ابوحنیفہ

عہ ان دونوں مادہ ہائے تاریخ میں اللہ کے نام کی فتح کا ایک عدد شمار کیا گیا ہے ”عہ بسم اللہ واصل بسم اللہ ہے اس لئے الف کا
ایک عدد ۸۶ میں جمع ہوا تو ۸۷ اعداد ہو گئے“

تعارف۔ سرہند پہلی کیشنر

سرہند، اسلام کی نشاۃ ثانیہ، عظیم کورہ ہے۔۔۔ یہی وہ شہر ہے جہاں حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی قدس اللہ تعالیٰ سرہ اندرز پیدائے اور یہی وہ شہر ہے جہاں سے اُٹھنے والی اجیاء اسلام کی تحریک پاک دہند کے دھندراز ملا قوں تک پہنچی اور ایک صلح انعقاد برپا کیا۔۔۔ ہم نے اسی نسبت سے اپنے ادارے کا نام سرہند پہلی کیشنر، تجویز کیا ہے۔

اس ادارے کی تئیس کا خیال ۱۹۸۳ء میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے نقال دسرگرم پیشوا صاحبزادہ عیسیٰ احمد شرپوری مدظلہ العالی کے ذہن میں آیا اور اسی زمانے میں یہی خیال جناب الحاج شیخ صبورا احمد صاحب ڈاکٹر کراچی کیکل انڈسٹریز، کراچی، اور جناب فخر احمد صاحب کے ذہن میں آیا، میزوں حضرات نے اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کیسے پروفیسر ڈاکٹر مسود احمد صاحب قلی تھان اور مشورہ کیسے درخواست کی جو موصوف نے لوجہ اللہ خوش منظور کر لی اور اس طرح ادارے کے قیام کا یہ خواب سر نہ تھیر ہو سکا۔

ادارے کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ پڑھنے والوں کو صلح اور ستائش پھر فراہم کیا جائے نفع انڈی اس کا مقصد نہیں بلکہ مسلمانوں کی اصلاح حال اس کے پیش نظر ہے۔ اس مقصد کے حصول کیسے ادارے کے مقاصد میں سلسلہ مالہ نقشبندیہ لود دوسرے سلسلہ طریقت کے بزرگوں اور ان کی تعانیف کا تعارف بھی شامل ہے۔ بزرگان دین کا تعارف حقیقت اسلام ہی کا تعارف ہے کیونکہ یہی وہ حضرت قدس ہے جن کے نقوش قدم کو قرآن حکیم نے صراطِ مستقیم سے تیسر کیسے اور ہم کو ہدایت کیسے کہ ان کے نقوش قدم پر چلنے کی صبح و شام دعا مانگا کریں۔

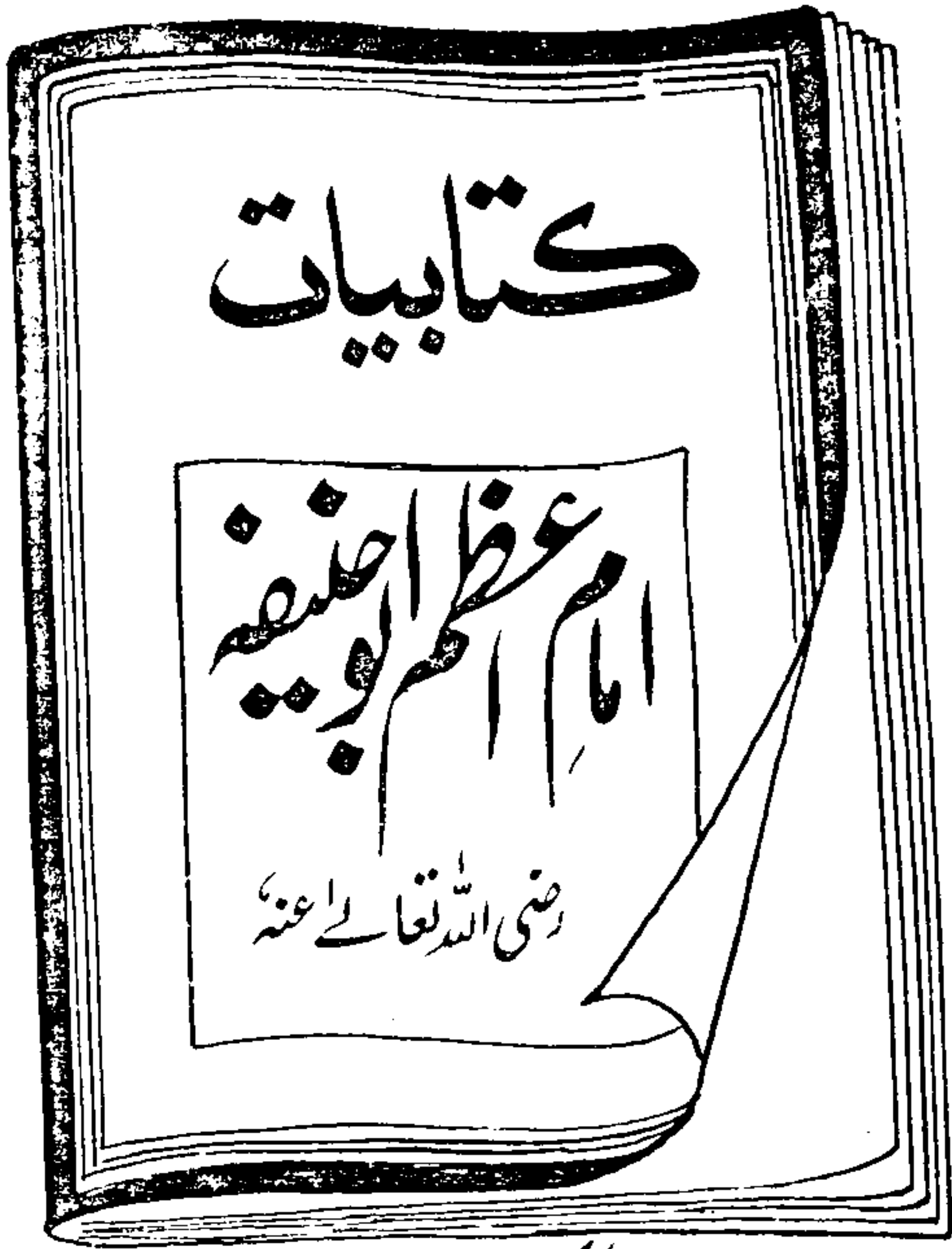
مندرجہ بالا مقاصد کے حصول کے لیے ہمارے سامنے جو بلحاظی پروگرام ہے اس میں نادر و جدید کتابوں کو مقدم رکھا گیا ہے۔ سر دست بلحاظی منصبے میں یہ کتابیں شامل ہیں :-

- ۱۔ ترجمہ قرآن مع حواشی (مفتی اعظم شاہ محمد منبر اللہ دہلوی) ۲۔ آخری پیغام (پروفیسر ڈاکٹر محمد مسود احمد)
 - ۳۔ جمالِ خواباں (پروفیسر ڈاکٹر محمد مسود احمد) ۴۔ اسوۂ حسنہ (حکیم حمت علی مرحوم)
 - ۵۔ زندہ میں اسلام عہد نبوی سے محمد بن قاسم تک (پروفیسر ڈاکٹر محمد مسود احمد)
- مہینے سراج منیر سے اپنے بلحاظی سلسلے کا آغاز کیا۔ دوسری کتاب ”مکتوباتِ امام ربانی بحیثیت ایمانیات“ شائع کی اور اب تذکرہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ شائع کر رہے ہیں اور اس کے بعد جلدی ہی کتبہ آخری پینا شائع کیا جائیگا! انشاء اللہ اولیٰ بنا کو سراج السالکین حضرت شیر محمد شرپوری علیہ الرحمہ، بدو العارین مفتی اعظم ہند شاہ محمد منبر اللہ دہلوی قدس سرہ العزیز، حضرت علامہ الحاج شاہ محمد محمود دامت برکاتہم العالیہ اور حضرت صاحبزادہ میاں عیسیٰ احمد شرپوری مدظلہ العالی کی روحانی سرپرستی حاصل ہے، اس ادارے کے منجگ نرشی جناب الحاج شیخ صبورا احمد صاحب ہیں۔
- یہ ادارہ بنیر نفع و نفعان کی پالیسی کے تحت چلایا جا رہا ہے، جو غیر حضرات اس کا بر خیر میں تعاون کرنا چاہیں ان کے تعاون کو شکریہ کے ساتھ قبول کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے مقاصد میں کامیاب فرمائے اور اصلاح حال کی جس مہم کا ہم نے آغاز کیا ہے۔ بمولیٰ تعالیٰ اس میں کامیاب فرمائے۔ آمین بجاہ ید المرسلین رحمۃ اللہ علیہ صل اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

ادابہ

۱۴۰۶ھ ۱۹۸۶ء کراچی



کی زندگی کے مآخذ

مُرتبہ

سید رشاد اللہ شاد عارف نوشاہی، مکتبہ نوشاہیہ ساہنپال شریف ضلع گجرات

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے تلامذہ نے قرآن و سنت اور تعامل صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی روشنی میں زندگی کے ہر پہلو سے متعلق قوانین وضع کئے۔ ان کے استنباط کردہ قوانین و احکام کو اس قدر مقبولیت حاصل ہوئی کہ دنیائے اسلام کے غالب حصہ

نے انہیں اپنا لیا۔ آج مسلمان دنیا کا اسی فیصد فقہ حنفی کا پیروکار ہے اور باقی بیس فیصد مسلمان آبادی دوسرے ائمہ امام مالک امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کی فتنی آراء اور مستنباط کے مطابق مراسم زندگی ادا کر رہی ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں ہمیشہ سے فقہ حنفی رائج رہی ہے اور جس قدر کتب فقہ لکھی گئی ہیں ان میں تقریباً نوے فیصد فقہ حنفی کے مطابق ہیں۔

ادارہ مابہارہ نور اسلام نے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی یاد میں خصوصی اشاعت پیش کرنے کا ارادہ کیا تو ان سے متعلق "کتابیات" تیار کرنے کا خوشگوار لیکن مشکل کام میرے ذمہ لگایا گیا۔ میں کس حد تک کامیاب ہوا ہوں؟ قارئین کرام خود اندازہ فرمالیں گے۔

میرے کتابیات میں صرف انہی کتب کا ذکر کیا ہے جو امام اعظم کی حیات اور ان کے اذکار پر مشتمل ہیں۔ فقہ حنفی کے مطابق تیار کی گئی کتب کو نہیں دیا گیا۔ اگر وہ بھی شامل کی جاتیں تو "کتابیات" خاصی طویل ہو جاتی جو "نور اسلام" کے کئی صفحات گزیر لیتی، نیز اصول طور پر انہیں قانون کی کتابیات میں شامل ہونا چاہئے۔

اس کام میں جن اہل علم حضرات نے مجھ سے تعاون فرمایا ہے ان کا پرغوص شکریہ ادا کرتے ہوئے ان کے اسماء گرامی درج کرتا ہوں :-

۱۔ حکیم مستد موشی صاحب امرتسری۔ ریلوے روڈ لاہور (محرمک)

۲۔ پروفیسر اختر راہی صاحب۔ گورنمنٹ کالج مری

۳۔ جناب محمد اقبال مجددی۔ لیکچرار شاہ حسین کالج لاہور

۴۔ آقائے محمد حسین تبسمی ایفائی، کتابخانہ گنج بخش راولپنڈی

۵۔ مولانا محمد یعقوب فراہی (افغانستانی)

۶۔ مولانا محمد شاہ تابش قصوی۔ مریدکے

۷۔ سید قدیس اختر نوشاہی۔ صاحب پال ٹرین

۸۔ محترمہ قطب النساء پاشا بیگم صاحبہ۔ راولپنڈی

۹۔ مولانا محمد عالم مختار حق صاحب۔ لاہور۔

قارئین کرام سے التماس ہے کہ ان کے علم میں موضوع مذکور پر اگر کوئی مزید کتاب ہو تو مجھے اطلاع دیں تاکہ یہ

"کتابیات" مکمل ہو جائے۔

عربی کتب

ابو باندہ	قاضی ابو جعفر احمد بن عبد اللہ بن القاسم
ابو حنیفہ	محمد ابو زہرہ . مطبوعہ قاہرہ ۱۹۶۰ء
ابو حنیفہ	ڈاکٹر محمد یوسف موسیٰ . مطبوعہ قاہرہ ۱۹۴۷ء یا ۱۹۵۷ء
ابو حنیفہ بطل الحریۃ التاسع فی الاسلام	عبد الحلیم جندی . مطبوعہ ۱۳۸۶ھ
الاثمار الجندی فی طبقات الحنفیہ	طاعلی قاری
الاجوبۃ الحنیفہ عن اعتراضات ابن ابی شیبہ علی ابی حنیفہ	حافظ قاسم بن تعلوبنا
اخبار ابی حنیفہ	قاضی ابو العباس احمد بن محمد بن عبد اللہ بن ابی العوام
اخبار ابی حنیفہ واصحابہ	امام طحاوی
اختلاف ابی حنیفہ و ابن ابی یسلی	ابو یوسف
اعلام الموقعین	ابن القیم
الغیہ فی المعانی والبیان المسمی بفتوح الجمان (منظوم)	جلال الدین ابو الفضل عبدالرحمن بن ابی بکر بن محمد السیوطی . مطبوعہ تہران ۱۳۱۶ھ
اقوام المسالک فی بحث روایۃ مالک عن ابی حنیفہ و روایۃ ابی حنیفہ عن مالک	محمد زاہد کوشری
الامامۃ والسیاستہ	ابن قتیبہ
الانتصار لمدنی ابی حنیفہ	ابوبکر
الانتصار	یوسف بن خرطی سبط ابن الجوزی
الانتصار والترجیح	عمر بن محمد بن مسید المہدی
الانتصار	امام ابو عمر بن عبدالبر
اکمال فی اسماء الرجال	امام ولی الدین الطیب (صاحب مشکوٰۃ)
الانتصار فی مناقب ثلاثۃ الفقہاء	قاضی ابن عبدالبر . المتوفی ۴۶۳ھ (صاحب کتاب الاستیعاب)
النساب	سمعی
البدایہ والنہایہ	ابن الاثیر

البدر ايه والتما يه

این تمثیل

ایبستان فی منقلب ثمان

الباب

تاج التراجم في الطبقات الحنفية

تاریخ بن خلدون مع مقدمه

تاریخ ابن خلدون

تاریخ حال مسلم

تاریخ بغداد

زرتبة النعمان بن ثابت الامام ابو حنيفة ، (الجزء الثامن عشر من تاريخ بغداد) ،

البناری

طبری

ما زخ العقدة الإسلامية

نائب الخطيب على ساقه في ترجمه الى خيفه من الاكاذيب . محمد زابد كوثرى

تبصير العريضة في مناقب أبي حنيفة ، جلال الدين ابوالفضل عبد الرحمن ، مطبوعه حيدرآباد دکن ۱۳۳۵ھ

الإمام النجاشي

تذكرة حفاظ الحديث

تختہ السلطان فی مناقب الشمان ، ابوسفیان بن کاس

تہذیب تہذیب الکمال (خلاصہ تہذیب التہذیب) ، علامہ صفی الدین خٹہ زحجی

تلازمیہ الی متفیہ

تمهيد إلى أسرار اللغات

تہذیب و تمدن

جامع الانوار

جمع حدیث ابی حنیفہ امام ابو اسماعیل عبداللہ بن محمد الانصاری و حافظ محمد بن خالد دوری

الجواب المضمیہ فی طبقات الحنفیہ شیخ عبدالقادر بن ابی الوثاب القرشی

حجۃ اللہ البالغہ الشاہ ولی اللہ دہلوی

حیۃ الامام ابی حنیفہ سید عقیلی، مطبوعہ مصر ۱۳۵۰ھ

حیۃ المیوان المجاہد

المجہد الدیار البکری

الخیرات الحسان فی مناقب النعمان شیخ شہاب الدین ابن حجر المکی

دائرة المعارف البستانی

مطبوعہ دکن

دائرة المعارف النظامیہ

الدر المنبہ فی الرد علی ابن ابی شیبہ فیما اوردہ علی ابی حنیفہ عبدالقادر زرقانی

دول الاسلام الامام الذہبی مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۳۳۷ھ

الديباج المذهب فی معرفۃ اعیان علماء المذاهب ابن فرحون المالکی

دستور العلماء مطبوعہ انڈیا

رسالہ فی فضل ابی حنیفہ عقیق بن داؤد الیمانی

رفع الملام عن الامۃ الثلاثۃ الاعلام ابن تیمیہ، مطبوعہ مصر

الروضۃ العالیۃ المنیفہ امام احمد بن محمد بن طحاوی المتوفی ۳۲۱ھ (صاحب معانی الآثار)

شرح مختصر کرخی ابوالحسن قدوری

شرح المنار ابن عبد الملک

شقائق النعمان فی مناقب النعمان علامہ ہارث اللہ زعفرانی المتوفی ۵۳۸ھ (صاحب الکشاف)

الشقائق النعمانیہ مطبوعہ ترکی ۱۸۹۱ء

ضمی الاسلام احمد امین بک

طبقات محمد بن عمر حنفی آق شمس الدین

طبقات ابن سعد (مطبوعہ بیروت)

قائد المعین ابن خاقان

الکامل ابن الاثیر

کتاب الآثار (ہر دینے لاندہ امام اعظم ابی حنیفہ)

کشف الآثار فی مناقب الایمان امام عبد اللہ بن محمد الحارثی

کتاب الاختیار امام احمد الاسرار

کتاب الوزراء ابوشیاری

تخصیص شرف الدین محمد بن عیسیٰ اوغانی مکی

مرآة الجنان الیافعی

مرآة الافیة ابن دقین ابراہیم بن محمد

مسند ابو عبد اللہ محمد بن خسر و مکی

مسند امام ابی حنیفہ ابو محمد عبد اللہ حارثی بخاری

مغیرات عمر صوفی کماروی

مجمع الہدی

المعارف فی التاریخ والتراجم ابن تیمیہ الدینی ابو محمد عبد اللہ ابن مسلم مطبوعہ مصر ۱۳۰۰ھ

مجموع السیاح

مکمل الاسلام

مفتاح السعادة ومفتاح السیادة عصام الدین ابوالخیر احمد بن مصلح الدین مصحفی طالش، کبرے زادہ مطبوعہ حیدرآباد

دکن ۱۳۵۶ھ

مقدمہ ابن الصلح

مقدمہ علاء الدین

مقدمہ زمخشری

مناقب ابی حنیفہ حافظ زکریا بن یحییٰ فیشاپوری

مناقب ابی حنیفہ	المکی
مناقب ابی حنیفہ و صاحبیہ	حافظ شمس الدین الفزہبی
مناقب امام ابی حنیفہ	محدث صمیری
مناقب الامام انانہ	ابوالمؤید الموفق بن احمد المکی (المتوفی ۵۵۶ھ) مطبوعہ دکن
"	محمد بن محمد کردی (المتوفی ۵۸۲ھ)
"	طلا علی القاری
مناقب نعمان	ابو العباس احمد بن الصلت الحماني (المتوفی ۵۳۰ھ)
مناقب نعمان	الشیخ ابو عبد اللہ حسین بن علی الغیری (المتوفی ۵۴۶ھ)
"	امام محمد بن احمد بن شیبہ (۵۳۵ھ)
"	موفق بن احمد مکی خوارزمی
"	امام ظہیر الدین الرضیانی (۵۵۰ھ)
"	ابو القاسم عبد اللہ بن محمد بن احمد المعروف بابن ابی العوام

مواہب الشریفہ فی مناقب ابی حنیفہ

مجلد محمد الدین فیروز آبادی (صاحب القاموس)

المیزان الکبریٰ عبد الوہاب الشعرانی

انجوم الزاہرہ ابن تغری بردی مطبوعہ چوئیل

نہ ہتہ الجلیس الموسوی

نہ لب لرایہ علامہ جمال الدین زلمی

نافع الکبیر لمن یرتل جامع الصغیر مولانا عبد الحمیٰ لکھنوی

انظرہ فی حدیث المذاہب الاربعہ احمد تیمور پاشا

نظم الجمان صدم الدین ابراہیم بن محمد دقاق، (المتوفی ۸۰۹ھ)

النکت النظریہ فی ترجیح مذہب ابی حنیفہ اکمل الدین محمد بن محمد حنفی

وفیات الامم العظام فی مذہب نعمان نجم الدین ابراہیم بن علی ططوسی

کتاب اردو

- ۱۔ خواجہ سعید فی جواب البحر علی ابی حنیفہ علامہ نور بخش نوکلی، مطبوعہ لاہور ۱۳۳۳ھ
- امام ابو حنیفہ (ترجمہ) سید رئیس احمد جعفری، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۲ء
- امام ابو حنیفہ اور ان کے ناقدین (اردو، عربی) مولانا حبیب الرحمن نروانی (المتوفی ۱۹۵۰ء) مطبوعہ کراچی
- امام ابو حنیفہ اور علم حدیث مولانا محمد علی کاندھلوی، مطبوعہ سیالکوٹ
- امام عظیم محمد احسن فرخی، مطبوعہ فیروز سنز پاکستان ۱۹۷۰ء
- امام عظیم ابو حنیفہ مفتی عزیز الرحمن، مدنیہ پریس بجنور ۱۹۶۳ء
- امام عظیم ندیم کوموی، مطبوعہ دارالسلام (ٹوبہ ٹیک سنگھ) پاکستان ۱۹۶۹ء
- امام ابو حنیفہ کی تدریس قانون اسلامی ڈاکٹر حمید اللہ، مطبوعہ حیدرآباد
- انسائیکلو پیڈیا مرتب و طابع فیروز سنز لمیٹڈ، پاکستان
- ادبیائے رجال الحدیث مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی مجددی، بھارت
- البرہین الخفیۃ لدفاع فقہ النجدۃ: مولانا محمد عالم آسی امرتسری، مطبوعہ امرتسر
- البیان الاثر ترجمہ فقہ اکبر عبد الحمید سواتی، مطبوعہ گوجرانوالہ ۱۹۵۹ء
- تاریخ الشافعیہ (ایک باب) قاضی سلمان منصور پوری، سلمان کمپنی لاہور ۱۹۲۹ء
- تاریخ فقہ اسلامی عبد الصمد صام
- تائید الامام بھٹو جیر لانام مولانا ابو یوسف محمد شریف، کوٹلی بھارہاں، سیالکوٹ (پاکستان)
- تذکرہ ازلی حالات امام ابو حنیفہ مطیع الحق پیامی، مطبوعہ لاہور ۱۳۶۳ھ
- تذکرہ امام عظیم ہیر غلام دستگیر نامی، مطبوعہ لاہور
- تذکرہ النعمان (منظوم) محمد بدیع القدوس بٹگلوری، مطبوعہ بٹگلور ۱۳۱۲ھ
- تنبیہ الودیعین مولانا محمد عبد العلی آسی مدرسی، مطبوعہ لکھنؤ ۱۳۱۶ھ
- تنبیہ لاسی علی تشیع الاناسی
- تبیض الصغیر بنات ابی حنیفہ (ترجمہ) مولانا غلام معین الدین نعیمی، مطبوعہ لاہور

- میراجات (امام اعظم اور ان کے تلامذہ) سید ابو محمد کاوش ندوی، مدینہ منکبہ مجنسی ۱۹۳۱ء
- میرت امہ اربعہ مرتبہ رئیس احمد جعفری، مطبوعہ لاہور
- سیرت امام اعظم حکیم محمد شمس الدین قریشی، مطبوعہ دارالاشاعت ٹیکسلا، پاکستان
- سیرت امام اعظم ابو حنیفہ حکیم علی احمد عباسی، مطبوعہ کراچی
- سیرۃ النعمان مولانا شبلی نعمانی، مطبوعہ دہلی، علی گڑھ، کراچی
- ابو امام الدین رام نکدی، مطبوعہ منشی بہاء الدین، پاکستان ۱۳۳۶ھ
- السیف الصام لشکرستان الامام الاعظم فقیر محمد جمیلی، سراج المطابع جلم ۱۹۱۰ء
- السیوف الخفیہ علی غائب ابی حنیفہ مولانا احمد رضا بریلوی (قلمی، مملوک مفتی اعظم ہند، بریلی)
- ضیاء، مرانور مولانا جمیل حد سکند پوری، مطبوعہ دہلی
- عبد اللہ بن مسعود اور ان کی فقہ (ایک باب) ڈاکٹر رضی، مطبوعہ دہلی
- عمدة البیان فی اعلان مناقب النعمان مولانا فلام دستگیر ہاشمی قسٹوی
- فتح المجتہدین محمد خلیل الرحمن، حیدر آباد سندھ
- فجر الاسلام (ترجمہ) امین مشری، مکتبہ علوم اسلام لاہور
- الفتح المبین فی کشف مکاتیب غیر المتقلدین مولانا منصور علی مراد آبادی، مطبوعہ لکھنؤ ۱۳۱۶ھ
- افضل الموبی فی معنی اذ صرح الحدیث فتونہ سہی مولانا احمد رضا خان بریلوی، مطبوعہ لاہور
- فقہ اکبر و وصیت نامہ ترجمہ مفتی محمد سعد اللہ
- فلسفہ تشریعت اسلام ڈاکٹر مصطفیٰ جمسانی، اردو ترجمہ: محمد احمد رضوی، مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۷۰ء
- الفرست ابن ندیم، ترجمہ محمد اسحق حبشی، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۶۹ء
- مذائب اسلام مولانا نجم الغنی رام پوری
- محمد ثن کرام کے علمی کارنامے (ایک باب) تقی الدین مظاہری، مطبوعہ لکھنؤ، اکتوبر ۱۹۶۶ء، و مطبع محمدی ۱۹۶۹ء
- مقام ابو حنیفہ سرفراز خان صفدر، مطبوعہ گوجرانوالہ
- مقدمہ انوار الباری شرح صحیح البخاری مولانا احمد رضا بجنوری، مطبوعہ دیوبند
- مرد غفار مفتی سید ابو محمد محمد دیدار علی شاہ، مطبوعہ حزب الاحناف لاہور ۱۳۲۹ھ

مرانور (ترجمہ فقہ اکبر) مولانا ذکیل احمد سکندری ، مطبوعہ دہلی
 نصرة المقلدین حافظ احیاء علی بنیادی ، اصح المطابع ۱۳۲۰ھ
 نعمتہ عظمیٰ (ترجمہ طبقات اکبر) عبدالغنی دارفی ، مطبوعہ آگرہ
 ہدایا ترجمہ و صایا مولانا ذکیل احمد سکندری ، مطبوعہ دہلی

کتاب فارسی

آفات البیداء الثقیین با حیار مآثر الفقہاء المحدثین نواب صدیق حسن خان مطبع نظامی کراچی ۱۳۸۸ھ
 آریانا دائرۃ المعارف مطبوعہ کابل
 ارشاد المسترشدین سید طہر الحسن قادری صاحب المتوفی ۱۹۲۰ء ، مطبوعہ آگرہ
 تباہ سیلاب نام فی عدم جواز فتح خلف الامام
 بستان المحدثین شاہ عبدالعزیز دہلوی
 پند نامہ شیخ فرید الدین عطار ، مطبوعہ ایران و پاکستان
 تاریخ اصحاب تذکرۃ الاولیاء شیخ فرید الدین عطار
 تحفۃ الامراء مرزا آفتاب بیگ ، مطبوعہ دہلی ۱۳۲۳ھ
 تحفۃ السلطان فی مناقب النعمان ۱۰۱۰ تہ مواہب الشریف فی مناقب ابی حنیفہ
 تراجم الحنفیہ (تذکرہ علماء حنفیہ) مولانا حکیم اللہ مہدی نوری (قلمی) مملوکہ پرفیسر قریشی احمد حسین قلعہ داری
 تراجم الفضلاء مولانا فضل امام خیر آبادی ، مطبوعہ کراچی
 تذکرۃ الاصفیاء
 حدیقہ قصورت
 جلب المنفعہ فی الادب عن الامام المجتہدین الاربعہ نواب صدیق حسن خان ، مطبع مفید عام آگرہ
 خزینۃ الاصفیاء مفتی غلام سرور لاہوری ، مطبوعہ لکھنؤ
 روضۃ الجنات الخوانساری

قصیدۃ النعمان

سیدنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

یا سَیِّدَ اَسَادَاتِ جَنَّاتِ قَاصِدًا اَرْجُو اِرْضَاكَ وَ اَحْتِیٰ یَحْسَبَا کَا
 اے یوں کے پیدا میں لی قصد سے آپ ہی کے حضور آیا ہوں۔ آپ کی مہربانی اور خوشنودی کی امید رکھتا ہوں اور اپنے آپ کو سب ایسی پناہ میں دیتا ہوں
 وَاللّٰہِ یَا خَیْرَ الْخَلَائِقِ اِنِّیْ قَلْبًا مَّشْرُوقًا لَا یَرُدُّمُ سِوَاکَا
 اللہ کے نام سے بہترین مخلوقات تحقیق میرا دل آپ کی زیارت کا بہت ہی شوق رکھتا ہے۔ برے آپ کے اور کسی کو نہیں چاہتا
 وَ یَحَقِّقُ جَاہِلُکَ اِنِّیْ بِکَ مُخْرَمٌ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اِنِّیْ اَہْوَاکَا
 اور مجھے قسم ہے آپ کے رتبہ برتر کے حق کی کہ تحقیق میں آپ کا عاشق ہوں اور اللہ جانتا ہے کہ میں آپ سے محبت رکھتا ہوں۔
 اَنْتَ الَّذِیْ لَوْلَاکَ مَا خَلِقَ اَمْرٌ کَلَّا وَلَا خَلِیْقَ السَّوْرِیْ لَوْلَاکَا
 آپ وہ ہیں کہ اگر آپ نہ ہوتے تو کوئی شخص پیدا نہ کیا جاتا۔ بلکہ آپ نہ ہوتے تو تمام مخلوق پیدا ہی نہ ہوتی۔
 اَنْتَ الَّذِیْ مِنْ نُّوْرِکَ الْبَدْرُ الْکَاشِی وَالشَّمْسُ مَشْرِقُہٗ یَنُورُ بِہَا کَا
 آپ وہ ہیں کہ چودھویں رات کا چاند آپ کے نور سے منور ہے اور آپ ہی کے جمال کا کمال لے سورج روشن ہے
 اَنْتَ الَّذِیْ لَمَّا نَفَعْتَ اِلٰی السَّمَآ بِکَ قَدْ سَمِعْتُ وَ تَزِیْنَتْ سِرَاسِمَا
 آپ وہ ہیں کہ جب آپ کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کی سیر کرائی تو آپ کے خیر مقدم کے اعزاز میں معراج کی رات کو آسمان باریق کر دیئے
 اَنْتَ الَّذِیْ نَادَاکَ رَبُّکَ وَ رَحَبًا وَلَقَدْ دَعَاکَ یَقْرِبُہٗ وَ حَبَا کَا
 آپ کی یہ شان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مرجا کہا اور اپنے قرب میں بلا کہ بہت محبت و مہربانی کی اور جو کچھ آپ نے مانگا سو عطا کیا۔
 اَنْتَ الَّذِیْ فِیْنَا سَأَلْتَ شَفَاعَہٗ لَبَّاکَ رَبُّکَ لَعَلَّکُمْ تَکُنْ لِسِوَاکَا
 آپ وہ ہیں کہ آپ نے ہمارے واسطے شفع ہونا خدا سے طلب کیا تو آپ کے رب نے پکار کر کہہ دیا کہ یہ مرتبہ سوائے آپ کے کسی اور کیسے نہیں
 اَنْتَ الَّذِیْ لَمَّا تَوَسَّلَ اَدَمُ مِنْ زَلٰلَہٗ بِکَ فَازَ وَ هُوَ اَبَا کَا
 آپ وہ ہیں کہ حضرت آدمؑ نے جو آپ کے باپ ہیں، جب اپنے گناہ بخشنے میں آپ کے رتبہ برتر کا وسیلہ لیا تو ان کی خطا معاف ہوئی
 وَ بِکَ الْخَلِیْلُ دَعَا نَعَادَتْ مَارَہٗ بَرْدًا اِذْ قَدْ خَبِدَتْ یَنُورِ سَنَا کَا
 اور آپ کے وسیلہ سے حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی۔ تو آپ کے نور کی روشنی کی برکت سے جو ان کی پیشانی میں تھا آگ بجھ کر سرد ہو گئی
 وَ دَعَا لٰی اَیُّوْبُ لِصُیْرِ مَسَہٗ فَازِیْلَ عَنْہُ الصُّرْحٰیْنِ دَعَا کَا
 اور حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی بیماری و تکلیف میں آپ کے وسیلہ سے دعا کی تو ان کی بیماری رفع کر دی گئی



مسکات ہدایت والجماعت کا نقیب

سلسلہ عاقبت شیعہ ہندو مجذوب کا ترجمان

روانی و اخلاقی اقتدار کا حامل

نور اسلام

ماہنامہ

شوق پور شریف

خود پرستی اپنے بچوں کو پریشان کرنے اور دوتوں کو پرستنے کی
تغییب دیں۔

تبلیغی مشن کو آگے بڑھانے کے لیے اداریے کے ساتھ اپنا اخلاقی
اور مالی تعاون کیجئے۔

بچے کا رویہ بڑے کے خلاف غیبت ہے اور بڑے کے اشتہار پرست ہے۔
فریضہ نماز کے لیے آپ کے کاروبار کا تقاضا بھی بڑھ جائے گا اور اپنی تبلیغی سرگرمیوں
آپ کی معاونت بھی ہوگی۔

سالانہ خرمیدار بنانے کے لیے دفاتر سے رابطہ کریں

دفتر ماہنامہ نور اسلام شوق پور شریف فی شمارہ ۲۰ روپے

۲۰ روپے

جامع مسجد ادریس شیرانی ۲۰ ایکڑ سکیم حسن آباد لاہور

ابن سلام علیہ السلام اور ابستگان آستانہ عالیہ شرقپور شریف کے بالخصوص

خوشخبری

بسم اللہ تعالیٰ
پیشکش
پیشکش
پیشکش

پیشکش

پیشکش

پیشکش

پیشکش

ابن سلام علیہ السلام اور ابستگان آستانہ عالیہ شرقپور شریف کے بالخصوص
 پیشکش

پیشکش

پیشکش

1

مادیات کے اس دور میں جبکہ کفر و کجی کی ظلمتیں ہر سو پھیلی جاتی رہی ہیں دینی اور تبلیغی اداروں کا قیام وقت کی ایک اہم ضرورت ہے۔ ۱۹۶۰ء میں حضرت صاحبزادہ میاں جلیل احمد شر قیوری مدظلہ العالی نے حضرت ثانی لاٹانی میاں غلام اللہ شر قیوی رحمۃ اللہ علیہ براہِ تحقیق و خلیفہ مجاز شیر تانی حضرت میاں شیر محمد شر قیوری رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں اس علمی و دینی درس گاہ کی بنیاد رکھی جس میں علوم اسلامیہ مثلاً تفسیر، حدیث و فقہ کے ساتھ فنی علوم مثلاً صرف نحو، منطق، فلسفہ کلام اور دیگر فنون کی تعلیم دی جاتی ہے اور مدرسین و مبلغین تیار کئے جاتے ہیں۔ بفضلہ تعالیٰ اس دینی اور روحانی تربیت سے مستفیض ہو کر بکثرت علماء پاکستان کے طول و عرض میں دین حق کی اشاعت و ترویج اور تبلیغ کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ طلباء کے مصارف خوراک، رہائش، صفائی، روشنی، مصارف ادویہ نیز نصابی کتب و کتب برائے مطالعہ کے اخراجات، نادر اور غریب طلباء کو پکڑے اور دوسری روزمرہ زندگی کی ضروریات کی اشیاء و اربابِ تبلیغین کی طرف سے فراہم کی جاتی ہیں۔ تبلیغ کی اہمیت سے کون انکار کر سکتا ہے اور مبلغین اس فریضہ کو حسن و خوبی سے انجام دے رہا ہے۔ اُمید ہے کہ عالم اسلام بالعموم اور پاکستان کے بالخصوص خیر حضرات اس کارِ خیر میں شریک ہو کر عند اللہ ماجور ہوں گے۔

”ادارہ“